اسلام کے عقائد قرآن مجید کی روشنی میں

دوسری جلد

علامہ مرتضی عسکری

مترجم :اخلاق حسین پکھناروی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست مطالب

حرف اول ۸

اسلام کے عقائد قرآن کریم کی روشنی میں ۱۱

مباحث کی سرخیاں: ۱۴

۱۔ صاحبان شریعت پیغمبروں کے زمانے میں نسخ : ۱۵

کلمات کی تشریح: ۱۷

کلمات کی تشریح: ۲۱

بحث کا نتیجہ ۲۳

حضرت موسیٰؑ کی فرعون سے اس گفتگو کی تشریح سورۂ اعلی میں موجود ہے: ۲۵

نسخ وآیت کی اصطلاح اور ان کے معنی ۲۶

آیۂ نسخ اور آیۂ تبدیل کی تفسیر ۲۸

کلمات کی تشریح: ۳۴

تفسیر آیات: ۳۹

کلمات کی تشریح: ۵۰

آیات کی تفسیر: ۵۲

بحث کا نتیجہ : ۵۵

نسخ کی بحث کا خلاصہ اور اس کا نتیجہ ۵۸

رب العالمین اور انسان کے اعمال کی جزا : ۶۹

کلمات کی تشریح: ۷۲

دنیا و آخرت کی جزا : ۷۲

انسان اور آخرت میں اس کی جزا : ۷۴

کلمات کی تشریح: ۷۶

موت کے وقت انسان کی جزا : ۷۹

کلمات کی تشریح: ۸۰

قبر میں انسان کی جزا : ۸۲

انسان اور محشر میں اس کی جزا : ۸۲

کلمات کی تشریح : ۸۸

انسان اور جنت و جہنم میں اس کی جزا : ۸۹

کلمات کی تشریح: ۹۲

صبر و تحمل کی جزا : ۹۶

کلمات کی تشریح:............ ۹۹

روایات میں صابروں کی جزا:............ ۹۹

عمل کی جزا نسلوں کی میراث ہے:............ ۱۰۰

کلمات کی تشریح:............ ۱۰۱

شفاعت کی لیاقت، بعض اعمال کی جزا:............ ۱۰۳

آیات کی تفسیر:............ ۱۰۴

ج: شفاعت روایات کی روشنی میں:............ ۱۰۵

بحث کا نتیجہ............ ۱۰۶

پاداش اور جزا کی بربادی، بعض اعمال کی سزا ہے:............ ۱۰۷

الف: عمل کے حبط اور برباد ہونے کی تعریف:............ ۱۰۷

ب: حبط عمل قرآن کریم کی روشنی میں:............ ۱۰۸

ج: حبط عمل روایات کی روشنی میں:............ ۱۰۹

گزشتہ بحث کا خلاصہ:............ ۱۱۱

جزا اور سزا کے لحاظ سے جنات بھی انسان کے مانند ہیں:............ ۱۱۱

جزا اور سزا کی بحث کا خلاصہ:............ ۱۱۳

رب العالمین کے بعض اسماء اور صفات ا۔اسم کے معنی ۲-۳-رحمن اور رحیم ۴-ذوالعرش اور رب العرش........ ۱۱۵

ا۔اسم کے معنی:........ ۱۱۵

۲-۳-رحمن ورحیم کے معنی:........ ۱۱۵

کلمات کی تشریح:........ ۱۱۹

آیات کی تفسیر:........ ۱۲۰

بحث کا خلاصہ:........ ۱۳۰

اللہ کے اسمائے حسنیٰ:........ ۱۳۲

عبد وعبادت:........ ۱۳۶

.رب العالمین کی مشیتا:........ ۱۳۹

خدا کی مشیت کیسی اور کس طرح ہے؟:........ ۱۴۲

سوم: مشیت خداوندی ہدایت اور راہنمائی میں:........ ۱۴۳

کلمات کی تشریح:........ ۱۴۷

بدا یا محو و اثبات:........ ۱۵۱

سوم: بداء قرآن کریم کی روشنی میں:........ ۱۵۲

آیات کی تفسیر:........ ۱۵۴

کلمات کی تشریح:..................... ۱۵۸

آیت کی تفسیر:..................... ۱۵۹

عقیدۂ بدا کا فائدہ:..................... ۱۶۳

جبر و تفویض اور اختیار:..................... ۱۶۴

قضا و قدر:..................... ۱۶۵

قضا و قدر سے متعلق ائمہ اہل بیتؑ کی روایات:..................... ۱۶۹

روایات کی تشریح:..................... ۱۷۳

چند سوال اور جواب:..................... ۱۷۵

ملحقات:..................... ۱۷۹

عقیدتی اختلافات اور اس کی بنیاد اور تاریخ:..................... ۱۸۰

اہل بیتؑ کی راہ قرآن کی راہ ہے:..................... ۱۹۷

مکتب اہل بیتؑ میں ''عقل'' کا مقام:..................... ۲۰۰

کلامی مناظرہ اور اہل بیت ـ کا نظریہ:..................... ۲۰۱

عقل وحی کی محتاج ہے:..................... ۲۰۳

نقل کا مرتبہ:..................... ۲۰۴

بحث کا خاتمہ: ۲۰۵

روایات میں آغاز خلقت اور مخلوقات کے بعض صفات: ۲۰۷

کلمات کی تشریح: ۲۰۹

تخلیق کی کیفیت: ۲۱۵

فہرستیں ۲۲۱

کتاب کے صفحات کی ترتیب کے اعتبار سے آیات کریمہ کی فہرست ۲۴۶

ملل و نحل، شعوب و قبایل اور مختلف موضوعات ۲۹۰

ان احادیث و روایات کی فہرست جو اس کتاب میں ذکر ہوئی ہیں ۲۹۷

مؤلفین اور مصنفین کے ناموں کی فہرست ۳۰۳

جغرافیائی مقامات ۳۱۱

کتابوں کی فہرست ۳۱۷

نهضت ترجمه
Translation Movement

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔اسلام کے مبلغ و موسس سرورکائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق و حقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں۔

اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذہبِ عقل و آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔اگرچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردئی گئی تھی،

پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر

اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ہیں،یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھاکر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیت کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہوسکے۔

ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوتؐ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔ ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

فاضل علاّم سید مرتضی عسکری کی گرانقدر کتاب '' عقائد اسلام در قرآن کریم ''کو فاضل جلیل مولانا اخلاق حسین پکھناروی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں،اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

نهضة ترجمة
Translation Movement

اسلام کے عقائد قرآن کریم کی روشنی میں

علاّمہ سید مرتضی عسکری نے جو کچھ نصف دی ے زیادہ سے عرصہ میں تحریر کیا ہے، مباحث کے پیش کرنے اور اس کی ارتقائی جہت گیری میں ممتاز اور منفرد حیثیت کے مالک ہیں، ان کی تحقیقات اور ان کے شخصی تجربے اس طولانی مدت یں ان کے آثار کے خلوص وصفا میں اضافہ کرتے ہیں ،وہ انھیں طولانی تحقیقات کی بنیاد پر اپنے ساسی پروگرام کو اسلامی معاشرہ میں بیان اور اجراء کرتے ہیں، ایسے دقیق اور علمی پروگرام جو ہمہ جہت استوار اور متین ہیں ،روزافزوں ان کے استحکام اور حسن میں اضافہ ہوتا رہتاہے اور مباحث کا دائرہ وسیع تر اور ثمر بخش ہو جاتا ہے نیز افراط وتفریط اور اساسی نقطۂ نگاہ سے عقب نشینی اور انصراف سے مبرا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جو مباحث کے مضمون اور اس کے وسیع اور دائمی نتائج سے مکمل واضح ہے۔

علامہ عسکری کا علمی اور ثقافتی پروگرام واضح ہدف کا مالک ہوتا ہے : ان کی کوشش رہتی ہے کہ اسلامی میراث کو تحریفات اور افتراپردازیوں سے پاک و صاف پیش کریں، جن تحریفات اور افتراپردازیوں کا دشوار اور پیچیدہ حالات میں پیغمبر اکرمؐ کی حیات کے بعد اسلام کو سامنا ہوا ،ان کی کوشش ہے کہ اسلام کی حقیقت واصالت نیز اس کے خالص اور پاک وصاف منبع تک رسائی حاصل کریں اور اس کے بعد اسلام کو جیسا تھا نہ کہ جیسا ہو گیا پاک و صاف اور خالص انداز سے امت اسلامیہ کے سامنے پیش کریں۔ اسلامی تہذیب میں اس طرح کا ہدف لے کر چلنا ابتدائے امر میں کوئی نئی اور منحصر بہ فرد چیز نہیں تھی، کیونکہ ایسی آرزو اور تمنا بہت سارے اسلامی مفکرین ماضی اور حال میں رکھتے تھے اور رکھتے ہیں ۔

لیکن جو چیز علاّمہ عسکری کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے اور انھیں خاص حیثیت کی مالک بناتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ جزئی اور محدود اصلاح کی فکر میں نہیں ہیں تاکہ ایک نظر کو دوسری نظر سے اور ایک فکر کو دوسری فکر سے موازنہ کرتے سلیم الحسنی'' کے مقالے کا ترجمہ کچھ تلخیص کے ساتھ جو عربی زبان کے ''الوحدۃ'' نامی رسالہ میں شائع ہوا ہے، نمبر ۱۷۶، شوال ۱۴۱۵ھ ، ص ۳۸. ہوئے تحقیق

کریں، نیز اپنے نقد و تحلیل کی روش کو دوسروں کو قانع کرنے کے لئے محدود قضیہ کے ارد گرد استعمال کریں بلکہ وہ اسلام اور اسلامی میراث میں تحریف اور کجروی کے اصل سرچشمے کی تلاش میں رہتے ہیں تا کہ شناخت کے بعد اس کا علاج کرنے کے لئے کما حقہ قدم اٹھائیں؛ اور چونکہ تحریف اور انحراف وکجروی کو قضیہ واحدہ کی صورت میں دیکھتے ہیں لہٰذا اصلی اور خالص اسلام تک رسائی کو بھی بغیر ہمہ جانبہ تحقیق و بررسی کے جو کہ تمام اطراف وجوانب کو شامل اور حاوی ہو،بعید اور غیر ممکن تصور کرتے ہیں ؛ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے تمام جوانب اور فروعات کی تحقیق و بررسی کیلئے کمر بستہ نظر آتے ہیں، نیز خود ساختہ مفروضوں اور قبل از وقت کی قضاوت سے اجتناب کرتے ہیں۔

اسی لئے تمام تاریخی نصوص جیسے روایات،احادیث اور داستان وغیرہ جو ہم تک پہنچی ہیں ان سب کے ساتھ ناقدانہ طرز اپناتے ہیں اور سب کو قابل تحقیق موضوع سمجھتے ہیں اور کسی ایک کو بھی بے اعتراض اور نقص و اشکال سے مبرا نہیں جانتے وہ صرف علمی اور سالم بحث و تحقیق کو قرآن کریم اور قطعی اور موثق سنت کے پرتو میں ہر کھوٹے کھرے کے علاج اور تشخیص کی تنہا راہ سمجھتے ہیں تا کہ جھوٹ اور سچ اور انحراف کے مقابل اصالت کی حد و مرز مشخص ہو جائے۔

علاّمہ عسکری نے اپنے تمام علمی کارناموں، مشہور تالیفات اور شہرہ آفاق مکتوبات کی اسی روش پر بنیاد رکھی ہے اور ان کو رشتہ تحریر میں لائے ہیں، ایسی تالیفات جو مختلف علمی میدانوں میں ہیں لیکن اصلی و اساسی مقصد میں ایک دوسرے کے ہمراہ ہیں اور اس ہدف کے تحقق کی راہ میں سب ہم آواز ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر علاّمہ عسکری کو تاریخ نگار یا تاریخ کا محقق کہیں تو ہماری یہ بات دقیق اور صحیح نہیں ہوگی، جبکہ یہ ایک ایسا عنوان ہے جو بہت سارے قارئین کے اذہان میں (ان کی عبد اللہ ابن سبانامی کتاب کے وجود میں آنے کے بعد چالیس سال پہلے سے اب تک)راسخ اور جاگزیں ہو چکا ہے۔ہاں علامہ سکری مورخ نہیں ہیں، بلکہ وہ ایک ایسے پروگرام کے بانی اور مؤسس ہیں جو جامع اور وسیع ہے س کی شاخیں اور فروعات، اسلامی میراث کے تمام جوانب کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں، وہ ہاں بھی ہوں انحراف و کجروی اور اس کے حدود کے خواہاں اور اس کی چھان بین کرنے

والے ہیں، تاکہ اصلی اور خالص اسلام کی شناسائی اور اس کا اثبات کر سکیں، شاید یہ چیز اسی کتاب (عقائد اسلام در قرآن کریم) میں معمولی غور و فکر سے حاصل ہو جائے گی، ایسی کتاب جس کی پہلی جلد تقریبا ۵۰۰ صفحات پر مشتمل عربی زبان میں منتشر ہو چکی ہے۔ یہ کتاب اسلام کے خالص اور اف ستھرے عقائد کو قرآن کریم سے پیش کرتی ہے، چنانچہ جناب علاّمہ عسکری خود اس حقیقت و بیان کرتے ہوئے کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: ''میں نے دیکھا کہ قرآن کریم اسلامی عقائد کو نہایت سادگی اور کامل انداز میں بیان کرتا ہے، اس طرح سے کہ ہر عاقل عربی زبان سے ایسا آشنا جو سن رشد کو پہونچ چکا ہے اسے بخوبی سمجھتا اور درک کرتا ہے''

علامہ عسکری اس کتاب میں نرم اور شگفتہ انداز میں علماء پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اسلامی عقائد میں یہ پچیدگی، الجھاؤ اور اختلاف وتفرقہ اس وجہ سے ہے کہ علماء نے قرآن کی تفسیر میں فلسفیوں کے فلسفہ، صوفیوں کے عرفان، متکلمین کے کلام، اسرائیلیات اور رسول خداؐ کی طرف منسوب دیگر غیر تحقیقی روایات پر اعتماد کیا ہے اور قرآن کریم کی آیات کی ان کے ذریعہ تاویل اور توجیہ کی ہے اور اپنے اس کارنامہ سے اسلام کے عقائد میں طلسم، معمے اور پہیلیاں گڑھ لی ہیں کہ جسے صرف فنون بلاغت، منطق، فلسفہ اور کلام میں علماء کی علمی روش سے واقف حضرات ہی سمجھتے ہیں اور یہی کام مسلمانوں کے (درمیان) مختلف گروہوں، معتزلہ، اشاعرہ، مرجۂ وغیرہ میں تقسیم ہونے کا سبب بن گیا ہے۔

لہٰذا یہ کتاب اپنی ان خصوصیات اور امتیازات کے ساتھ جن کی رف ہم نے اشارہ کیا ہے یقیناً یہ بہت اچھی کتاب ہے جو اسلامی علوم کے دوروں کے اعتبار سے بہترین درسی کتاب ہو سکتی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو محسوس ہوگا کہ ہمارے استاد علاّمہ عسکری نے عقائد پیش کرنے میں ایک خاص ترتیب اور انسجام کی رعایت کی ہے اس طرح سے کہ گزشتہ بحث، آئندہ بحث کے لئے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے، نیز اس تک پہونچنے اور درک کرنے کا راستہ ہے اور قارئین محترم کو قدرت عطا کرتی ہے کہ عقائد اسلام کو دقت نظر اور علمی گہرائی کے ساتھ حاصل کریں، چنانچہ قارئین عنقریب اس بات کو درک کرلیں گے کہ آئندہ مباحث کو درک کرنے کے لئے لازمی مقدمات سے گزر چکے ہیں۔ اس کتاب میں مصنف کی دیگر تالیفات کی طرح لغوی اصطلاحوں پر خاص طر

سے تکیہ کیا گیا ہے، وہ سب سے پہلے قا رئین کو اصطلاح لغات کی تعریفوں کے متعلق لغت کی معتبر کتا بوں سے آشنا کرا تے ہیں، پھر مورد بحث کلمات اور لغات نیز ان کے اصل مادوں کی الگ الگ توضیح و تشریح ،اسلامی اور لغوی اصطلاح کے اعتبار سے کر تے ہیں تا کہ اسلامی اور لغو ی اصطلا ح میں ہر ایک کے اسباب اختلاف اور جہات کو آشکا ر کریں اور ان زحمتوں اور کلفتوں کو اس لئے بر داشت کر تے ہیں تا کہ بحث کی راہ ہموا ر کریں اور صحیح اور اساسی استفادہ اور نتیجہ اخذ کر نے کا امکان فر اہم کریں۔ اس وجہ سے قا رئین کتاب کے مطا لعہ سے احساس کریں گے کہ اسلا می عقید ے کو کا مل اور وسیع انداز میں جدید اور واضح علمی روش کے ساتھ نیز کسی ابہام وپیچید گی کے بغیر حا صل کر لیا ہے ۔

ا ور اس کا مطا لعہ کر نے کے بعد دیگر اعتقا دی کتا بوں کی طرف رجو ع کر نے سے خو د کو بے نیاز محسوس کریں گے اور یہ ایسی خوبی ہے جو دیگر کتا بوں میں ند رت کے ساتھ پا ئی جا تی ہے ، با لخصوص اعتقا دی کتا بیں جو کہ ابہام ،پیچید گی اور تکرار سے علمی و اسلامی سطح میں مشہور ہیں،اسی طرح قارئین اس کتاب میں اسلام کے ہمہ جا نبہ عقائد کو درک کر کے قرآن کر یم اور اس کی نئی تفسیری روش کے سمجھنے کیلئے خود کو نئی تلاش کے سا منے دیکھتے ہیں،یہ سب اس خاص اسلوب اور روش کا مرہون منت ہے جسے علاّ مہ عسکر ی نے قرآنی آیات سے استفادہ کے پیش نظر استعمال کیا ہے۔ علاّمہ سید مر تضی عسکری کی کتاب قرآنی اور اعتقا دی تحقیقات میں مخصوص مرتبہ کی حا مل ہے ،انھوں نے اس کتاب کے ذریعہ اسلام کے اپنے اصلی پر وگراموں کو نافذ کر نے میں ایک بلند قدم اٹھا یا ہے ۔

مباحث کی سرخیاں:

ا۔ حضرت آدم کے بعد : حضرت نوح، حضرت ابرا ہیم حضرت و سی ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفی صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شریعتوں میں نسخ :الف۔ حضرت آدمؑ ، نوح اور ابرا ہیمؑ کی شریعت میں یگانگت اور اتحاد ب۔ نسخ و آیت کے صطلاحی معنی ج۔ آےۂ کریمہ ''ما ننسخ من آےۃ ''اور آیہ کریمہ '' اذا بد لنا آےۃ مکان آےۃ ''کی تفسیر د ۔ حضرت موسیٰؑ کی شریعت بنی

اسرائیل سے مخصوص تھی اور حضرت خاتم الانبیاءؐکی عثت کے بعد ختم ہوگئی.ھ ۔ ایک پیغمبر کی شریعت میں نسخ کے معنی.۲۔رب العالمین انسان کو آثار مل کی جزا دیتا ہے.

الف۔ دنیوی جزا.ب۔ اخروی جزا.ج۔ موت کے وقت.د۔ قبر میں .ھ۔ محشر اور یامت یں .و۔بہشت ودوزخ میں .ز۔صبر کی جزا.عمل کی جزاء آئندہ والوں کی میراث .شفاعت،بعض اعمال ی جزا ہے .عمل کا حبط ہونا بعض اعمال کی سزا ہے. جن اور انسان عمل کی جزا ء پانے میں برابر یں .۳۔ ''رب العالمین ''کے اسماء اور صفات . الف ۔اسم کے معنی.ب ۔رحمان.ج۔ رحیم.د۔ذوالعرش اور ب العرش.۴۔ ''وللہ الاسماء الحسنیٰ'' کے معنی .الف ۔اللہ .ب ۔کرسی .۵۔ اللہ رب العالمین کی مشیت .الف۔ مشیت کے معنی.ب۔ رزق وروزی.د: رحمت و عذاب. ج ۔ہدایت وراہنمائی.۶۔بدا یا محو و اثبات(محواللہ ما یشاء و یثبت)الف۔بداکے معنی.ب۔ بدا علمائے عقائد کی اصطلاح میں.ج۔ بدأ قرآن کریم کی وشنی میں .د۔ بدامکتب خلفاء کی روایات میں.ھ۔ بدامکتب اہل بیت (ع) کی روایات میں.۷۔جبر و تفویض ور اختیار نیز ان کے معنی .۸ ۔ قضا و قدر.ا لف۔ قضا و قدر کے معنی .ب۔ ائمہ اہل بیت کی روایات ضا درے متعلق .ج۔ سوال وجواب [1] .

۱۔صاحبان شریعت پیغمبروں کے زمانے میں نسخ:

الف: حضرت آدم اور نوح کی شریعتیں.ب : نسخ و آیت کی اصطلاح اور ہر ایک کے معنی.ج : آیۂ یمہ ''ما ننسخ من آیۃ ''اور آیۂ کریمہ: ''واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ... ''کی تفسیر د : موسی کی شریعت بنی سرائیل سے مخصوص تھی اور خاتم الانبیاءؐ کی بعثت کے بعد ختم ہوگئی .

اس بحث میں قرآن کریم اور اسلامی روایات کی جانب رجوع کرتے ہوئے صرف ان امور کو بیان کریں گے جن سے صاحبان شریعت پیغمبروں کے زمانے میں (نسخ) کا موضوع واضح اور روشن ہو جائے، اسی لئے ہودؑ،صالحؑ، شعیبؑ جیسے پیغمبروں کا تذکرہ نہیں کریں گے جن کی امتیں نابودہو چکی ہیں ،بلکہ ہماری گفتگوان پیغمبر وں سے مخصوص ہے جنکی شریعتیں ان کے بعد بھی زندہ

[1] انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں

رہیں، جیسے حضرت آدم، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین اور اس کو ہم زمانے کی ترتیب کے ساتھ ذکر کریں گے۔ حضرت آدم، نوح، ابراہیم اور محمدؐ کی شریعتوں میں اتحاد و یگانگت اول: حضرت دم ابوالبشر روایات میں منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم نے فرمایا: روز جمعہ تمام یآم کا سردار ہے ور خدا کے نزدیک ان میں سب سے عظیم دن ہے، خدا وند عالم نے حضرت آدم کو سی دن خلق فرمایا ور وہ اسی دن باغ (جنت) میں داخل ہوئے اور اسی دن زمین پر اترے[1] اور جرالاسود ان کے ہمراہ نازل کیا گیا[2]۔ دوسری روایات میں اس طرح آیا ہے: خدا وند عالم نے پیغمبروں، اماموں اور پیغمبروں ے اوصیاء کو جمعہ کے دن خلق فرمایا۔ اسی طرح روایات صحیحہ میں آیا ہے کہ جبرائیل حضرت آدم وحج کیلئے لے گئے اور انہیں مناسک کیا نجام دہی کا طریقہ سکھا یا اور بعض روایات میں مذکور ہے: بادل ے ٹکڑے نے بیت اللہ پر سایہ کیا، جبرائیل نے سات بار آدم کو اس کے ارد گرد طواف کرایا پھر انہیں صفا و مروہ کی طرف لے گئے اور سات بار ان دونوں کے درمیان سعی [رفت و آمد] کی پھر اسکے بعد ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں لے گئے حضرت آدمؑ نے عرفہ کے دن عصر کے وقت خدا وند عالم کی بارگاہ میں تضرع و زاری کی اور خدا وند عالم نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

اسکے بعد دسویں کی شب کو مشعر الحرام لے گئے تو وہاں آپ صبح تک خدا وند عالم سے راز و نیاز اور مناجات میں مشغول رہے اور دسویں کے دن منیٰ لے گئے تو وہاں پر توبہ کے قبول ہونے کی علامت کے عنوان سے سر منڈوایا پھر دوبارہ انھیں مکہ واپس لائے اور سات بار کعبہ کا طواف کرایا، اسکے بعد خدا کی خوشنودی کی خاطر نماز پڑھی پھر نماز کے بعد صفا و مروہ کی سمت روانہ ہوئے اور سات بار سعی کی، خدا وند عالم نے حضرت آدم و حوا کی توبہ قبول کرنے کے بعد دونوں کو آپس میں ملا دیا اور دونوں کو یکجا کر دیا اور حضرت آدم کو پیغمبری کے لئے برگزیدہ فرمایا[3]۔ دوم: ابو الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام دا وندسجان نے سورۂ نوح میں ارشاد

---

[1] صحیح مسلم، ج ۵، ص ۵ کتاب الجمعۃ باب فضل لجمعۃ، طبقات ابن سعد، ج ۱، طبع یورپ.
[2] مسند احمد، ج ۲، ص ۲۳۲،۳۲۷ اور ۵۴۰۔ اخبار مکہ ازرقی (ت ۲۳ ھج) طبع، ۱۲۷۵ ھج ص ۳۱.
[3] طبقات ابن سعد، طبع یورپ، ج ۱ ص ۳۶، ۱۲،۱۵،۳۶، مسند احمد، ۵.۱، ص ۱۷۸ اور ۲۶۵، مسند طیالسی (حدیث ۴۷۹) بحار الانوار ج ۱۱، ص ۱۶۷ اور ۱۹۷ حضرت دم ؑ ی کیفیت حج سے متعلق متعدد اور مختلف روایات پا ئی جاتی ہیں.

فرمایا :إنّا أرْسلْنا نُوحا اِلی قَومِہِ أن أنذِرْ قومَکَ مِن قبْلِ أن یأْتیھُمْ عَذابُ ألیمٌ * قالَ یاقَومِ إنّی لکُمْ نذیرٌ مُبین * أن اعْبُدُوا اللہَ اتّقُوہُ وَأطیعُونِی *وقالُوا لاتَذَرُنَ آلِھتَکُمْ وَلاتذَرُنَ وَدّاً وَلاسُواعاً وَلایَغُوثَ وَیَعُوقَ وَنَسْراً[1] *بیشک ہم نے وحؑ کوان کی قوم کی طرف بھیجا اور کہا : اپنی قوم کو ڈراؤ، نوحؑ نے کہا :اے قوم ! میں آشکارا ڈرانے الا ہوں تاکہ خدا کی بندگی کرو اور اس کی مخالفت سے پرہیز کرو نیز میری اطاعت کرو ۔ان لوگوں نے ہا :اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو اور ودّ ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی بتوں کو نہ چھوڑو ۔ قرآن کریم یں حضرت نوحؑ کی داستان کا جو حصہ ہماری بحث سے تعلق رکھتا ہے ،وہ سورۂ شوریٰ میں خدا وند متعال کا یہ قول ہے کہ فرماتا ہے : شَرَعَ لَکُم مّنَ الدِّنِ مَا وَصّیٰ بِہِ نُوحاً وَ الذّی اَوحینا اِلیکَ وَ مَا وَصّینا بِہِ اِبراھیمَ وَ موسیٰ وَ عیسیٰ اَن اَقیمُوا الدّین وَ لاَ تَفرّقُوا فیہ[2]) (۱)وہی آئین و قانون تمہارے لئے تشریع کیا جس کا نوحؑ کو حکم دیا اور جس کی تم کو حی کی اورابراہیمؑ، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا ،وہ یہ ہے کہ دین کو قائم رکھواور اس میں تفرقہ نہ رو ۔

کلمات کی تشریح:

۱۔ودّ، سواع، یغوث اور نسر : علاّمہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام عفر صادقؑ سے بحارالانوار میں ایک روایت ذکر کرتے ہیں جسکا مضمون ابن کلبی کی کتاب الاصنام ور صحیح بخاری میں بھی آیا ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے : ودّ ، سواع، یغوث اور نسر ، نیکوار، ومن اور خدا پرست تھے جب یہ لوگ مرگئے توانکی موت قوم کے لئے غم واندوہ کا باعث اور طاقت فرسا ہوگئی ،ابلیس ملعون نے ان کے ورثاء کے پاس آکر کہا : میں ان کے مشابہ تمہارے لئے بت بنا دیتا ہوں تاکہ ان کو دیکھو اور انس حاصل کر وخدا کی عبادت کرو ،پھر اس نے ان کے مانند بت بنائے تو وہ لوگ خدا کی عبادت کرتے اور بتوں کا نظارہ بھی اورجب جاڑے اور برسات کا موسم آیا توانھیں گھروں کے اندر لے گئے اور مسلسل خدا وند عزیز کی عبادت میں مشغول رہتے ،یہاں تک کہ انکا زمانہ ختم ہوگیا اور ان کی اولاد کی نوبت آگئی وہ لوگ بولے یقیناً ہمارئے آباء و اجداد ان کی عبادت کرتے تھے ،اس طرح خدا وندکی عبادت کے بجائے انکی

---

[1] نوح:۱،۲،۳،۲۳.(

[2] شوریٰ: ،۱۳

عبادت کرنے لگے، اسی لئے خداوند عالم ان کے قول کی حکایت کرتا ہے:(وَلَاتَذَرُنَ وداً وَ لا سُواعاً[1])۲۔ وصیت : انسان کا دوسرے سے وصیت رنا یعنی، ایسے مطلوب اور پسندیدہ کاموں کے انجام دینے کی سفارش اور خواہش کرنا جس میں اس ی خیر و صلاح دیکھتا ہے۔خدا وندعالم کا کسی چیز کی وصیت کرنا یعنی حکم دنیا اور اس کا اپنے ندوں پر واجب کرنا ہے[2]۔آیات ی مختصر سیر خدا وندعالم نے گزشتہ آیات میں خبر دی ہے کہ نوحؑ کو انکی قوم کے پاس ھیجا تاکہ انھیں رائیں وح نے ان سے کہا : میں تمہیں ڈرانے والا (پیغمبر) ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ے کہ تم سے ہوں : خدا ے ڈرو اور صرف اسی کی بندگی اور عبادت کرو اور خداوندا عالم کے وامر اور نواہی کے سلسلےیں یری اطاعت کرو ۔

ان لوگوں نے انکار کیا اور آپس میں ایک دوسرے ے جواب میں کہا : اپنے خدا کی عبادت سے دستبردار نہ ہونا! خدا وند عالم نے آخری آیتوں میں بھی فرمایا : محمد! خداوند عالم نے مہارے لئے وہی دین قرار دیا ہے جو نوحؑ کے لئے مقرر کیا تھا اور جو کچھ تم پر اے محمدؐ وحی کی ے یہ وہی چیز ہے جس کا ابراہیمؑ، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا گیا تھا ،پھر فرمایا اس دین کو قائم کھو اور اس میں تفرقہ اندازی نہ کرو[3]۔اور جو کچھ اس مطلب پر دلالت کرتا ہے وہی ہے جو خدا وند الم سورۂ (صافات) میں ارشاد فرماتا ہے:(سلامٌ عَلیٰ نُوحٍ فی العَالَمِن ۔ اِنّاکَذٰلِکَ نَجزِیَ المُحسِنین ۔ اِنَّہ مِن عِبادِنا المؤمنین ۔ ثُمَّ اَغرَقنا الآخرین ۔وَان مِن شیعتِہ لَاِبراھیمَ اذ جاءَ رَبَّہُ بِقلبٍ سَلِم[4])عالمین کے رمیان نوحؑ پر سلام ہو ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ،پھر دوسروں کو غرق کر دیا اور ابراہیمؑ ان کے شیعوں میں سے تھے، جبکہ قلب سلیم کے ساتھ ارگاہ خدا وندی میں آئے۔ شیعہ یعنی ثابت قدم اور پائدار گروہ جو اپنے حاکم و رئیس کے فرمان کے حت ہے،شیعہ شخص، یعنی اسکے دوست اور پیرو[5]۔

---

[1] بحار الانوار۔ج۳،ص ۲۴۸ اور ۲۵۲؛ صحیح اری،ج۳ ۳۹ سورہ نوح کی تفسیر کے ذیل میں

[2] معجم الفاظ القرآن الکریم مادۂ وصی

[3] آیت کی تفسیر کے ذیل میں تفسیر تبیان اور مجمع البیان میں ملاحظہ ہو.

[4] آیت کی تفسیر کے ذیل میں تفسیر ''تبیان'' ملاحظہ ہو

[5] لسان العرب ماده :شیع.

اس لحاظ سے، آیت کے معنی: (ابراهیم نوح کے یعه اور پیرو کار تھے) یہ ہوں گے کہ ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کی شریعت کی پیروی اور اس کی تبلیغ کرتے تھے۔ خداوند عالم کی توفیق و تائید سے آئندہ مزید وضاحت کریں گے۔

سوم: خلیل خدا حضرت ابراہیم ۔ ہماری بحث میں حضرت ابراہیمؑ سے مربوط آیات درج ذیل ہیں: الف۔ سورہ حج: (وَ اِذ بَوّانا لِابراهیم مکان البیتِ ان لا تشرک بی شئا و طهر بیتی للطائفین و القائمین لرکع السجود * واذن فی الناس بالحج ےأتوک رجالا و علیٰ کل ضامرےأتین من کلّ فج عمیق * لیشهدوا نافع لهم و یذکروا اسم اللہ فی أیام معلومات علی مارزقهم من بهیمة الانعام[1]) ورجب ہم نے ابراہیم لئے هر (بیت اللہ) کو ٹھکانا بنایا توان سے کہا: کسی چیز کو میرے برابر اور یرا شریک قرار نہ دو وریرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، رکوع اور جود کرنے الوں کے لئے پاک واکیزہ کھو اور لوگوں کو حج کی دعوت دو تاکہ پیادہ اور لاغر سواریوں پر سوار دور دراز راہ سے مھاری رف آئیں، تاکہ اپنے منافع کا مشاہدہ کریں اور خداوند عالم کا نام معین ایام میں ان چوپایوں رنھیں ہم ے انکا رزق قرار دیا ہے اپنی زبان پر لائیں :

ب ۔ سورۂ بقرہ: (واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امناً تخّذوا من مقام اِبراهیم مصلی و عهدنا الی ابراهیم و اسماعیل ان طهرابیتی للطائفین و العاکفین و الرکع السجود... واذ یرفع أبراهیم القواعد من البیت و اسماعیل ربّنا تقبّل منا اِنک انت السمیع العلیم ۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا أمۃ مسلمۃ لک و أرنا منا سکنا وتب علینا اِنک انت التوّاب الرحیم[2]) اور جب ہم نے خانہ عبہ کو لوگوں کا ٹھکانہ اور ان کے امن و امان کا مرکز بنایا اور ان سے فرمایا مقام ابراہیمؑ کو اپنا صلیٰ رار دو اور ابراہیمؑ و اسماعیل کو حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، مجاورں، رکوع رنے الوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و پاکیزہ رکھو اور جب ابراہیم و اسماعیلؑ خانہ کعبہ دیواریں بلند کر رہے تھے تو کہا: خدایا ہم سے اسے قبول فرماے ہ تو سننے اور دیکھنے والا ہے، خدایا! ہمیں اپنا مسلمان اور مطیع و فرمانبردار قرار دے ور ری ریت ے بھی ایک فرمانبردار، مطیع و مسلمان امت قرار دے نیز ہمیں اپنی عبادت کا طریقہ بتا ر

[1] حج، ۲۶۔ ۲۸
[2] بقرہ، ۱۲۵۔۱۲۸

ماری توبہ بول کر اس لئے کہ تو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔ج۔ سورۂ بقرہ: (و قالوا کونوا ودا او صاریٰ تھتدوا قل بل ملّة ابراہیم حنیفاً و ماکان من المشرکین قولوا آمنّا باللہ و ما أنزل الینا و ما نز ابراہیم ہماعیل و اسحٰق ویعقوب و الأسباط وما أوتی موسیٰ وعیسیٰ و ما أوتیٰ النبیّون من ربّھم لا فرق ن أحد منھم و نحن لہ مسلمون[1])اور انھوں نے کہا :یہودی یا نصرانی ہو جاؤتاکہ ہدایت پاؤ؛ ان سے ہو کہ حضرت ابراہیم کے خالص اور محکم آئین کااتباع کروکیونکہ وہ کبھی مشرک نہیں تھے ن سے کہوم خدا پر ایمان لائے، نیزاس پر بھی جو ہم پر نازل ہوا ہے اور جو کچھ ابراہیمؑ اسماعیل، سحق یعقوب ور انکی نسل سے ہونے والے پیغمبروں پر نازل ہوا ہے، نیز جو کچھ موسیٰ، عیسیٰ ور تمام انبیاء پر خداوندا عالم کی جانب سے نازل کیا گیا ہے ہم ان میں سے کسی کو بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں جانتے اور ہمصرف خدا کے فرمان کے سامنے سراپا تسلیم ہیں۔

د۔سورۂ آل عمران:(ما کان ابراہیم یھودیاً لانصرانیاً و لکن کان حنیفاً مسلماً و ما کان من المشرکین[2]ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی لکہ وہ ایک خالص خدا پرست اور مسلمان تھے اور وہ کبھی مشرک نہیں تھے۔ نیز اسی سورہ میں: (قل صدق اللہ فاتبعوا ملّة ابراہیم حنیفاً وما کا ن من المشرکین[3])کہو!خداوند عالم نے سچ کہا ہے۔

لہٰذا راہیم کے خالص آئین کی پیروی کروکیونکہ وہ کبھی مشرک نہیں تھے۔ سورۂ انعام:(قل انّنی ھدانی ربّی الی صراط مستقیم دیناً قیماً ملّة ابراہیم حنیفا ما کان من المشرکین[4])کہو!ہمارے خدانے ہمیں راہ راست کی ہدایت کی ہے استوار و محکم دین اور براہیم کے خالص آئین کی وہ کبھی مشرک نہیں تھے۔ز۔سورۂ نحل :(ثمّ أوحینا الیک ان اتبع ملّة ابراہیم نیفاً و ما کان من المشرکین[5])پھر ہم نے تم کو وحی کی کہ ابراہیمؑ جوکہ خالص اور استوار ایمان کے مالک تھے نیز مشرکوں میں نہیں تھے ان کے آئین کی پیروی کرو۔

---

[1] بقرہ، ۱۳۵ و ۱۳۶
[2] آل عمران، ۶۸
[3] آل عمران، ۹۵
[4] انعام، ۱۶۱
[5] نحل، ۱۲۳

کلمات کی تشریح:

۱۔ بوانا: ھیّأنا : ہم نے آمادہ کیا، جگہ دی اور اسے تمکن بخشا۔

۲۔اَذِّن: اعلان کرو، دعوت دو، صدا دو، لفظ اذان کا مادہ یہی کلمہ ہے۔

۳۔ رجالاً: پا پیادہ، جو سواری نہ رکھتا ہو،راجل یعنی پیادہ (پیدل چلنے والا)

۴۔البھیمۃ: ہر طرح کے چوپائے۔

۵۔ ضامر: دبلا پتلا لاغر اندام اونٹ۔

۶۔فج: پہاڑوں کے درمیان درّہ کو کہتے ہیں۔

۷۔مثابۃ: اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ رجوع کرتے ہیں:(و اأذ جعلنا البیت مثابۃ للناس)یعنی ہم نے گھر کو حجاج کے لئے رجوع اور بازگشت کی جگہ قرار دی تاکہ لوگ جوق در جوق اس کی طرف آئیں، نیز ممکن ہے ثواب کی جگہ مراد ہو،یعنی لوگ مناسک حج و عمرہ کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ ثواب وجزا کے بھی مالک ہوں،نیز ان کے امن و امان کی جگہ ہے۔

۸۔(مناسکنا،عباداتنا) ''نسک''،خدا کی عبادت اور وہ عمل جو خدا سے نزدیکی اور تقرب کا باعث ہو،جیسے حج میں قربانی کرنا کہ ذبح شدہ حیوان کو ''نسیکہ'' کہتے ہیں ؛ منسک عبادت کی جگہ اور مناسک: عرفات،مشعر اور منیٰ وغیرہ میں اعمال حج اور اس کے زمان و مکان کو کہتے ہیں۔

۹۔ مقام ابراہیمؑ :کعبہ کے مقابل روئے زمین پر ایک پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات ہیں۔

۱۰۔ حنیف : استوار، خالص ، ضلالت و گمراہی سے راہ راست اور استقامت کی طرف مائل ہونے والا ؛ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کا نام ''حنیفیہ'' ہے۔

۱۱۔ قیماً، قیماور قیّم: ثابت مستقیم اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے دور۔

۱۲۔ ملۃ۔ دین، حق ہو یا باطل ، اس لحاظ سے جب بھی خدا ، پیغمبر اور مسلمان کی طرف منسوب ہو اس سے مراد دین حق ہے۔

آیات کی مختصر تفسیر:

خدا وندا عالم فرماتا ہے: اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے ابراہیمؑ کو خانہ کعبہ کی جگہ سے آگاہ کیا تاکہ اس کی تعمیر کریں اور جب ابراہیمؑ و اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو وہ دونوں اپنے پروردگار کو آواز دیتے ہوئے کہہ رہے تھے : خدایا ! ہم سے اس عمل کو قبول کر اور ہمیں اپنا مطیع و فرمانبردار مسلمان بندہ قرار دے، نیز ہماری ذریت سے ایک سراپا تسلیم رہنے والی مسلمان امت قرار دے، نیز ہمیں اپنی عبادت کا طریقہ بتا ،خدا وند سبحان نے انکی دعا قبول کر لی، ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو راہ خدا میں قربان کر رہے ہیں[1]۔

اس وقت اسماعیل سن رشد کو پہنچ چکے تھے اور باپ کے ساتھ کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے، ابراہیمؑ نے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا اسماعیلؑ کو اس سے آگاہ کر دیا، انھوں نے کہا : بابا آپ جس امر پر مامور ہیں اسے انجام دیجئے،آپ مجھے عنقریب صابروں میں پائیں گے، لہذا جب دونوں فرمان خدا وندی کے سامنے سراپا تسلیم ہوگئے اور ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو زمین پر لٹا دیا تاکہ راہ خدا میں قربان کریں.

[1] پیغمبر جو خواب میں دیکھتا ہے وہ ایک قسم کی وحی ہو تی ہے۔

تو خدا وند عالم نے آواز دی : اے ابراہیمؑ!تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھا یا!کیونکہ اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے میں مشغول ہو گئے تھے اور یہ وہی چیز تھی جس کا انھوں نے خواب میں مشاہدہ کیا تھا ،انھوں نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر چکے ہیں اسی اثنا میں خدا نے دنبہ کو اسماعیلؑ کا فدیہ قرار دیا اور ابراہیمؑ کے سامنے فراہم کردیا اور انھوں نے اسی کی منیٰ میں قربانی کی ۔خدا وند عالم نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ حج کا اعلان کردیں کہ عنقریب لوگ پاپیادہ اور سواری سے دور دراز مسافت طے کر کے حج کے لئے آئیں گے اور خدا وندعالم نے اس گھر کو امن و امان کی جگہ اور ثواب کا مقام قرار دیا اور حکم دیا کہ لوگ مقام ابراہیمؑ کو اپنا مصلیٰ(نماز کی جگہ) بنائیں۔خدا وند عالم دیگرآیات میں ابراہیمؑ کے دین اور ملت کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: ابراہیمؑ خالص اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے ، وہ نہ تو مشرک تھے اور نہ یہودی اور نصرانی ،جیسا کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے ، خداوندعالم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آئین ابراہیم کی پیروی کریں اور پیغمبرؐ کو اس کام کے لئے مخصوص فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگوں سے کہیں:ہمارے خدا نے ہمیں راہ راست کی ہدایت کی ہے ، جواستوار دین اور حضرت ابراہیمؑ کی پاکیزہ ملت جوکہ شرک سے روگرداں اور اسلام کی طرف مائل تھے منجملہ حضرت خاتم الانبیاؐء کا اپنے جد ابراہیمؑ کی شریعت کی پیروی میں مناسک حج بجا لانا بھی ہے اس طرح کہ جیسے انہوں نے حکم دیا تھا ،رسولؐ خدا کی امت بھی ایسا ہی کرتی ہے اور مناسک حج اسی طرح سے بجا لاتی ہے جس طرح ابراہیمؑ خلیل الرحمن نے انجام دیا تھا۔

بحث کا نتیجہ

جمعہ کا دن حضرت آدمؑ اور ان تمام لوگوں کے لئے جوان کے زمانے میں زندگی گزار رہے تھے مبارک دن تھا،یہ دن حضرت خاتم الانبیاء اور ان کی امت کے لئے بھی ہمیشہ کے لئے مبارک ہے۔خانہ خدا کا حج آدمؑ، ابراہیمؑ اور خاتم الانبیاءؐ نیز ان کے ماننے والے آج تک بجا لاتے ہیں اور اسی طرح ابد الآباد تک بجا لاتے رہیں گے، خدا وند عالم نے حضرت خاتم الانبیاء اوران کی امت کے لئے وہی دین اور آئین مقرر فرمایا جو نوحؑ کے لئے تھا اور حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے پیرو اور ان کی شریعت کے تابع

تھے ،اسی لئے خدا وند عالم نے خاتم الانبیاؐ اور ان کی امت کو حکم دیا کہ شریعت ابراہیمؑ اور ان کے محکم اور پائدار دین کے تابع ہوں۔پیغمبروں کی شریعتوں میں حضرت آدم سے پیغمبر خاتمؐ تک کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگر کچھ ہے بھی تو وہ گزشتہ شریعت کی آئندہ شریعت کے ذریعہ تجدید ہے اور کبھی اس کی تکمیل ہے، یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت آدمؑ نے حج کیا اور حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کر کے حج کی بعض علامتوں کی تجدید کی اور خاتم الانبیاؐ نے احرام کے میقاتوں کی تعیین کی مقام ابراہیمؑ کو مصلیٰ بنایا اور تمام نشانیوں کی وضاحت کر کے اس کی تکمیل کی۔

خدا وند سبحان نے اسلامی احکام کو اس وقت کے انسانوں کی ضرورت کے مطابق حضرت آدم کے لئے ارسال فرمایا جو انسان اپنی کھیتی باڑی اور جانوروں کے ذریعہ گزراوقات کرتا تھا اور شہری تہذیب و تمدن سے دور تھا ،جب نسل آدمیت کا سلسلہ آگے بڑھا اور حضرت نوحؑ کے زمانے میں آبادیوں کا وجود ہوا اور بڑے شہروں میں لوگ رہنے لگے تو انھیں متمدن اور مہذب افراد کے بقدر وسیع تر قانون کی ضرورت محسوس ہوئی، (انسان کی تجارتی، سماجی اور گوناگوں مشکلات کو دیکھتے ہوئے جن ضرورتوں کا بڑے شہروں میں رہنے والوں کو سامنا ہوتاہے) تو خدا وندعالم نے اسلامی احکام کی جتنی ضرورت تھی حضرت نوحؑ پر نازل کیا تا کہ ان کی ضرورتوں کی تکمیل ہو سکے جس طرح خاتم الانبیاءؐ پر زمانے کی ضرورت کے مطابق احکام نازل فرمائے ۔

گزشتہ امتیں عام طور پر اپنے نبیوں کے بعد منحرف ہوکر شرک کی پجاری ہو گئیں جیسا کہ اولاد آدم کا کام حضرت نوحؑ کے زمانے میں بت پرستی تھا ،ایسے ماحول میں پیغمبرؑ نے سب سے پہلے خالق کی توحید کی دعوت دی اور بتوں کی عبادت کو ترک کرنے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ اور حضرت خاتم الانبیاءؐ تک تمام نبیوں کا یہی دستور اور معمول رہاہے.

چنانچہ آنحضرت عرب کے بازاروں اور حجاج کے خیموں میں رفت و آمد رکھتے اور فرماتے تھے (لاالہ الا اللہ) کہو !کامیاب ہو گے! کبھی بعض امتوں کے درمیان ان کے سرکش اور طاغوت صفت رہبر نے ''ربوبیت'' کا دعوی کیا جیسے نمرود ملعون نے

حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ان کے پروردگار کے بارے میں احتجاج کیا اور سرکش اور طاغی فرعون نے (انا ربّکم الاعلیٰ) کی رٹ لگائی ،ایسے حالات میں خدا کے پیغمبر سب سے پہلے اپنی دعوت کا آغاز توحید ربوبی سے کرتے تھے ،جیسا کہ ابراہیمؑ نے نمرود سے کہا: (ربّی الذی یحیی و یمیت) میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے۔اور حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا :(ربّنا الذی اعطیٰ کلّ شیء خلقہ ثمّ ھدیٰ[1])۔ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر موجود کو اس کی خلقت کے تمام لوازم عطا کئے،اس کے بعد ہدایت فرمائی۔

حضرت موسیٰؑ کی فرعون سے اس گفتگو کی تشریح سورۂ اعلی میں موجود ہے :

(سبّح اسم ربک الأعلیٰ ۔ الذی خلق فسوّیٰ ۔ والذی قدر فھدیٰ ۔ والذی أخرج المرعیٰ ۔ فجعلہ غثاءً أحویٰ[2])اپنے بلند مرتبہ اور عالی شان پروردگار کے نام کو منزہ سمجھو،وہی جس نے زیور تخلیق سے منظم و آراستہ فرمایا،وہی جس نے تقدیر معین کی ہے اور پھر ہدایت فرمائی،وہ جس نے چراگاہ کو وجود بخشا پھر اسے خشک اور سیاہ بنادیا ۔سورۂ اعراف میں بیان ہوتا ہے : (اِن ربّکم اللّٰہ الذی خلق السّموات والأرض[3])بیشک تمہارا رب وہ خدا ہے جس نے آسمان و زمین خلق کیا ہے۔

اس بنا پر بعض گزشتہ امتیں بنیادی عقیدہ توحید سے منحرف ہوجاتی تھیں جیسے حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ وغیرہ کی قومیں اور بعض عمل کے اعتبار سے اسلام سے منحرف ہو جاتی تھیں جیسے قوم لوط اور شعیب کے کرتوت.اگر قرآن کریم ،پیغمبروں کی روایات ،انبیاء کے آثار اور اخبار اسلامی مدارک میں بغور مطالعہ اور تحقیق کی جائے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ بعد والے پیغمبر خداوند عالم کی جانب سے پہلے والے پیغمبروں پر نازل شدہ شریعت کی تجدید کرنے والے رہے ہیں،ایسی شریعت جو امتوں کی طرف سے محو اور تحریف ہو چکی تھی،اس لئے خدا نے ہمیں حکم دیا کہ ہم کہیں :(آمنّا باللّٰہ و ما أنزل الینا و ما أنزل الیٰ ابراہیم و اِسماعیل و اِسحق و یعقوب و الأسباط و ما

---

[1] طہ ۵۰
[2] اعلی ۱ ۔ ۵
[3] اعراف ۵۴

أوتي موسیٰ و عیسیٰ و ما أوتی النبیّون من ربّهم لا نفرّق بین أحد منهم و نحن له مسلمون[1]) کہو کہ ہم خدا اور جو کچھ خدا کی طرف سے ہم پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لائے ہیں نیز ان تمام چیزوں پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحق، یعقوب اور انکی نسل سے ہونے والے پیغمبروں پر نازل ہوئی ہیں، نیز جو کچھ موسیٰ، عیسیٰ اور تمام انبیاء کو خدا کی جانب سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی کسی سے جدا تصوّر نہیں کرتے ہم تو صرف اور صرف فرمان خداوندی کے سامنے سراپا تسلیم ہیں۔

سوال: ممکن ہے کوئی سوال کرے: اگر پیغمبروں کی شریعتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ آپ بیان کرتے ہیں تو انبیاء کی شریعتوں میں نسخ کے معنی کیا ہوں گے کہ خدا وندعالم ارشاد فرماتا ہے: (ما ننسخ من آیۃ أو ننسھا نات بخیر منھا أو مثلھا الم تعلم أن اللہ علی کل شیء قدیر[2]) (کوئی حکم ہم اس وقت تک نسخ نہیں کرتے یا اسکے نسخ کو تاخیر میں نہیں ڈالتے جب تک کہ اس سے بہتر یا اس جیسا نہ لے آئیں کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے)۔

نیز خدا وند عالم کی اس گفتگو میں ''تبدیل'' کے کیا معنی ہیں کہ فرماتا ہے: (و اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ و اللہ اعلم بما ینزّل قالوا انما أنت مفتر بل أکثرھم لا یعلمون[3]) (اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کرتے ہیں [کسی حکم کو نسخ کرتے ہیں] تو خدا بہتر جانتا ہے کہ کونسا حکم نازل کرے، کہتے ہیں: تم افترا پردازی کرتے ہو، بلکہ ان میں زیادہ تر لوگ نہیں جانتے)

جواب: ہم اسکے جواب میں کہیں گے: یہاں پر بحث دو موضوع سے متعلق ہے: ۱۔ اصطلاح ''نسخ'' اور اصطلاح ''آیت'' ۲۔ مذکورہ آیات کے معنی انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس کے متعلق چھان بین اور تحقیق کریں گے۔

نسخ و آیت کی اصطلاح اور ان کے معنی

اوّل۔ نسخ: نسخ؛ لغت میں ایک چیز کو بعد میں آنے والی چیز کے ذریعہ ختم کرنے کو کہتے ہیں جیسے کہتے ہیں: ''نسخت الشمس الظل''

[1] بقرہ ۱۳۶
[2] سورۂ بقرہ ۱۰۶
[3] سورۂ نحل ۱۰۱.

سورج نے سایہ ختم کردیا ۔ نسخ؛ اسلامی اصطلاح میں : ایک شریعت کے احکام کو دوسری شریعت کے احکام کے ذریعہ ختم کرنا ہے، جیسے گزشتہ شریعتوں کے بعض احکام کا خاتم الانبیاء کی شریعت کے احکام سے نسخ یعنی ختم کرنا ہے، اسی طرح خاتم الانبیاء کی شریعت میں وقتی حکم کا دائمی حکم سے نسخ کرنا ، جیسے مدینہ میں فتح مکہ سے پہلے مہاجرین و انصار کے درمیان عقد اخوت کی بنیاد پر میراث پانا رائج تھا جو فتح مکہ کے بعد اعزاء واقارب کے میراث پانے کے حکم سے منسوخ ہوگیا[1]۔

دوم ۔ آیت:آیت؛ اسلامی اصطلاح میں تین معنی کے درمیان ایک مشترک لفظ ہے:۱۔ انبیاء کے معجزہ کے معنی میں جیسا کہ موسیٰ ابن عمران سے سورۂ نمل میں خدا ارشاد فرماتا ہے: (وأدخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوءٍ فی تسع آیاتٍ الیٰ فرعون و قومہٖ[2]) اپنے ہاتھ کو گریبان میں داخل کرو تاکہ سفید درخشاں اور بے عیب باہر آئے یہ انھیں نُہ گانہ معجزوں میں شامل ہے جن کے ہمراہ فرعون اور اس کے قوم کی جانب مبعوث کئے جا رہے ہو۔

۲۔ قرآنی الفاظ کی ترکیب جس کی تعیین شمارہ کے ذریعہ کی گئی ہے، جیسا کہ سورۂ نمل میں ارشاد ہوتا ہے:(طٰس تلک آیات القرآن وکتاب مبین)طٓ ، یہ قرآنی آیتیں اور ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔

۳۔ کتاب الٰہی کے ایک یا چند حصّے جس میں شریعت کا کوئی حکم بیان کیا گیا ہو[3]۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن کے بعض حصّوں کا آیت نام رکھنے سے مقصود اسکا مدلول اور معنی ہے یعنی وہ حکم جو اس حصہ میں آیا ہے اور ''نسخ'' اسی حکم سے متعلق ہے اور قرآن کے ان الفاظ کو شامل نہیں ہے جو کہ اس حکم پر دلالت کرتے ہیں۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشترک الفاظ کے معنی، کلام میں موجود قرینے سے جو کہ مقصود پر دلالت کرتا ہے معین ہوتے ہیں۔یہ نسخ اور آیت کے اسلامی اصطلاح میں معنی تھے اور اب موضوع بحث دو آیتوں کی تفسیر نقل کرتے ہیں:

---

[1] تفسیر طبری،ج۱۰،ص ۲۶،۲۷،تفسیر ابن کثیر ج،۲، ص۳۲۸ اور ۲۲۱ اور تفسیر الدر المنثور،ج۲،ص ۲۰۷.

[2] نمل،۱۲.

[3] اس بات کی مبسو ط اور مفصل شرح ((القرآن الکریم و روایات المدرستین)) کی دوسری جلد کی مصطلحات کی بحث میں مذ کور ہوئی ہے۔

آیۂ نسخ اور آیۂ تبدیل کی تفسیر

آیۂ نسخ: نسخ کی آیت سورۂ بقرہ میں (۴۰ سے ۱۵۲) آیات کے ضمن میں آئی ہے اس ضمن میں جو کچھ ہماری بحث سے متعلق ہوگا اسے ذکر کررہے ہیں: (یابَنِی إِسْرَاءِیلَ اذْکُرُوا نِعْمَتِیَ الَّتِی أَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِی أُوفِ بِعَهْدِکُمْ وَإِیَّایَ فَارْهَبُونِ (۴۰) وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَکُمْ وَلَاتَکُونُوا أَوَّلَ کَافِرٍ بِهِ وَلَاتَشْتَرُوا بِآیَاتِی ثَمَنًا قَلِیلًا وَإِیَّایَ فَاتَّقُونِ (۴۱) وَلَاتَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۴۲) یابَنِی إِسْرَاءِیلَ اذْکُرُوا نِعْمَتِیَ الَّتِی أَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَأَنِّی فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِینَ (۴۷) وَاتَّقُوا یَوْمًا لَاتَجْزِی نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْءًا وَلَایُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَایُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَاهُمْ یُنْصَرُونَ (۴۸) وَإِذْ أَخَذْنَا مِیثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَیْنَاکُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْکُرُوا مَا فِیهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ[1]) اے بنی اسرائیل !ان نعمتوں کو یاد کرو، جو ہم نے تمہارے لئے قرار دی ہیں؛ اور جو تم نے ہم سے عہد و پیمان کیا ہے اس کو وفا کرو تا کہ میں بھی تمہارے عہد و پیمان کو وفا کروں اور صرف مجھ سے ڈرو اور جو کچھ میں نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ، جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور تم لوگ سب سے پہلے اس کے انکار کرنے والے نہ بنو، نیز میری آیات کو معمولی قیمت پر فروخت نہ کرو اور صرف مجھ سے ڈرو اور حق کو باطل سے مخلوط نہ کرو اور جو حقیقت تم جانتے ہو اسے نہ چھپاؤ اے بنی اسرائیل !جو تم پر میں نے اپنی نعمتیں نازل کی ہیں اور تمہیں عالمین پر برتری اور فضیلت دی ہے اسے یاد کرو نیز اس دن سے ڈرو، جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور کسی کی کسی کے بارے میں شفاعت قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کسی کا کسی سے تاوان لیا جائے گا اور کسی صورت مدد نہیں کی جائے گی، اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد و پیمان لیا تھا نیز کوہ طور کو تمہارے اوپر قرار دیا جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے مضبوطی سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو شاید پرہیزگار ہو جاؤ۔

(وَلَقَدْ آتَیْنَا مُوسَی الْکِتَابَ وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَیْنَا عِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنَاتِ وَأَیَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ أَفَکُلَّمَا جَاءَکُمْ رَسُولٌ بِمَا لَاتَهْوَی أَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ فَفَرِیقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیقًا تَقْتُلُونَ (۸۷) وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَعَنَهُمُ اللهُ بِکُفْرِهِمْ فَقَلِیلًا مَا یُؤْمِنُونَ (۸۸) وَلَمَّا جَاءَهُمْ کِتَابٌ مِنْ عِنْدِ

---

[1] سورۂ بقرہ، ۴۰ - ۶۳

اللہِ مُصَدِّق لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللہِ عَلَى الْكَافِرِينَ (۸۹) بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللہُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللہُ مِن فَضْلِهِ عَلَى مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ (۹۰) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللہُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللہِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (۹۱) وَلَقَدْ جَاءَكُم مُّوسَى بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ[۱])ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اوران کے بعد بلا فاصلہ پیغمبروں کو بھیجا ؛ اور عیسیٰ ابن مریم کو واضح و روشن دلائل دئے اور اس کی روح القدس کے ذریعہ تائید کی، کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کوئی پیغمبر تمہاری نفسانی خواہشات کے خلاف کوئی چیز لایا، تم نے سرکشی اور طغیانی دکھائی اور ایک گروہ کو جھٹلایا اور کچھ کو قتل کر ڈالا ؟ توان لوگوں نے کہا : ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں !نہیں بلکہ خدا وند عالم نے انھیں ان کے کفر کی وجہ سے اپنی رحمت سے دور رکھا ہے پس بہت کم لوگ ایمان لاتے ہیں ۔

اور جب خدا کی طرف سے ان کے پاس کتاب آئی جو کہ ان کے پاس موجود کتاب میں نشانیوں کے مطابق تھی اور اس سے پہلے اپنے آپ کو کافروں پر کامیابی کی نوید دیتے تھے ،ان تمام باتوں کے باوجود جب یہ کتاب اور شناختہ شدہ پیغمبر ان کے پاس آیا تو اسکا انکار کر گئے لہٰذا کافروں پر خدا کی لعنت ہو ،بہت برے انداز میں انھوں نے اپنا سودا کیا کہ ناحق خدا کی نازل کردہ آیات کا انکار کر گئے اور اس بات پر کہ خدا وندعالم اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہے اپنی آیات ارسال کرے اعتراض کرنے لگے! لہٰذا دوسروں کے غیظ و غضب سے کہیں زیادہ غیظ و غضب میں گرفتار ہو گئے اور کافروں کے لئے رسوا کن عذاب ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے : جو خدا نے بھیجا ہے اس پر ایمان لے آؤ ، تو وہ کہتے ہیں : ہم تو اس پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل ہوا ہے اور اسکے علاوہ کے منکر ہوجاتے ہیں جب کہ وہ حق ہے اور انکی کتاب کی بھی تصدیق کرتاہے، کہو: اگر تم لوگ ایمان دار ہو تو پھر کیوں خدا کے پیغمبروں کو اس کے پہلے قتل کرتے تھے ؟اور موسیٰ نے ان تمام معجزات کو تمہارے لئے پیش کیا لیکن تم نے ان کے

---

[۱] بقرہ ۸۷۔۹۲

بعد ظالمانہ انداز میں گو سالہ پرستی شروع کردی۔ (وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ (۹۹) وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (۱۰۳) مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (۱۰۵) مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[1]) ہم نے تمہارے لئے روشن نشانیاں ارسال کیں اور بجز کفار کے کوئی ان کا انکار نہیں کرتا اور اگر وہ لوگ ایمان لاکر پرہیزگار ہو جاتے تو خدا کے پاس جو ان کے لئے جزا ہے وہ بہتر ہے اگر وہ علم رکھتے کافر اہل کتاب اور مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے خدا کی طرف سے تم پر خیر وبرکت نازل ہو، جبکہ خدا جسے چاہے اپنی رحمت کواس سے مختص کردے اور خدا وند عالم عظیم فضل کا مالک ہے، جب بھی ہم کوئی حکم نسخ کرتے ہیں یا تاخیر میں ڈالتے ہیں تواس سے بہتر یا اسی کے مانند پیش کرتے ہیں کیا تمھیں نہیں معلوم کہ خدا وند عالم ہر چیز پر قادر ہے؟(وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ... وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۱۱۱) بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۱۱۲) وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ)بہت سارے اہل کتاب از روئے کفر وحسد (جو کہ ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرچکاہے) آرزومند ہیں کہ تمہیں اسلام اور ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں جبکہ ان پر حق مکمل طور پر واضح ہو چکاہے... اور کہتے ہیں کوئی بھی یہود و نصاریٰ کے علاوہ بہشت میں داخل نہیں ہوگا ،یہ انکی آرزوئیں ہیں ان سے کہو : اگر سچ کہتے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو ،یقیناً جو کوئی اپنے آپ کو خدا کے سامنے سراپا تسلیم کردے۔

اور پرہیزگار ہو جائے تو خدا کے نزدیک اس کی جزا ثابت ہے نہ ان پر کسی قسم کا کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ محزون و مغموم ہوگا یہود و نصاریٰ تم سے کبھی راضی نہیں ہوں گے، مگر یہ کہ تم ان کے آئین کا اتباع کرو ،ان سے کہو: ہدایت صرف اور صرف اللہ کی

---

[1] بقرہ۹۹۔۱۰۶

ہدایت ہے اور اگر آگاہ ہونے کے باوجودان کے خواہشات کا اتباع کروگے تو خدا کی طرف سے کوئی تمہارا ناصر و مددگار نہ ہوگا :(یابنی إسرائیل اذکروا نعمتی التی أنعمت علیکم وأنی فضلتکم علی العالمین (١٢٢) واتقوا یوما لاتجزی نفس عن نفس شیءا ولایقبل منھا عدل ولاتنفعھا شفاعۃ ولاھم ینصرون[1])اے بنی اسرائیل! جو نعمتیں ہم نے تمھیں عطا کی ہیں اور تم کوتمام عالمین پر فضیلت و برتری عطا کی ہے اسے یاد کرو اوراس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور کسی سے کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا اورکوئی شفاعت اسے فائدہ نہیں دے گی اور کسی صورت مدد نہیں ہوگی۔خداوندعالم نے ان آیات کے ذکرکے بعد ایک مقدمہ کی تمہید کے ساتھ جس کے بعض حصّے کو اس سے قبل حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے خانہ کعبہ بنانے کے سلسلے میں ہم نے ذکر کیا ہے، فرمایا :الف: (واذ یرفع أبراھیم القواعد من البیت و أسماعیل[2]۔)اورجبکہ حضرت ابراہیم و اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی دیواریں بلند کر رہے تھے ۔

ب:(واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و أمنا) اورجب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے رجوع کا مرکز اور امن و امان کی جگہ قرار دی۔

ج:(و عھدنا الیٰ أبراھیم و أسماعیل أن طھرا بیتی للطائفین و العاکفین و الرّکع السجود[3])اورہم نے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے عہد لیا کہ ہمارے گھر کو طواف کرنے والوں، مجاورں،رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و پاکیزہ رکھیں ۔ خدا وند عالم ایسی تمہید کے ذریعہ ''نسخ ''کا موضوع معین کرتے ہوئے فرماتا ہے:(قد نری تقلب وجھک فی السّماء فلنولینّک قبلۃ ترضاھا فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولّوا وجوھکم شطرہ وإن الذین أوتوا الکتاب لیعلمون أنّہ الحقّ من ربھم وما اللّہ بغافل عمّا یعملون (١٤٤) ولءن أتیت الذین أوتوا الکتاب بکلّ آیۃ ما تبعوا قبلتک وما أنت بتابع قبلتھم...(١٤٥) الذین آتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون أبناءھم وإن فریقا منھم لیکتمون الحقّ وھم یعلمون[4])ہم آسمان کی جانب تمہاری انتظار آمیز نگاہوں کو دیکھتے ہیں یقیناً ہم تمہیں اس قبلہ کی جانب جسے تم

---

[1] بقرہ١٢٣،١٢٢
[2] بقرہ ١٢٧
[3] بقرہ ١٢٥
[4]

دوست رکھتے ہو واپس کردیں گے لہٰذا اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف موڑ لو اور جہاں کہیں بھی رہو اپنا رخ اسی جانب رکھو،یقیناً جن لوگوں کو آسمانی کتاب دی گئی ہے بخوبی جانتے ہیں کہ یہ فرمان حق ہے جو کہ تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور خدا وند عالم جو وہ کرتے ہیں اس سے غافل نہیں ہے اور اگر اہل کتاب کیلئے تمام آیتیں لے آؤ تب بھی وہ تمہارے قبلہ کا اتباع نہیں کریں گے اور تم بھی ان کے قبلہ کا اتباع نہیں کرو گے۔جن لوگوں کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے اس(پیغمبر) کو وہ اپنے فرزندوں کی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں،یقیناً ان میں سے کچھ لوگ حق کو دانستہ طور پر چھپاتے ہیں۔

داوندعالم اہل کتاب کی مسلمانوں سے (تعویض قبلہ کے سلسلہ میں) جنگ وجدال کی بھی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(سَیَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِی کَانُوا عَلَیْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ یَهْدِی مَنْ یَشَاءُ إِلَی صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ (۱۴۲)...وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِی کُنْتَ عَلَیْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ یَنْقَلِبُ عَلَی عَقِبَیْهِ وَإِنْ کَانَتْ لَکَبِیرَةً إِلَّا عَلَی الَّذِینَ هَدَی اللَّهُ وَمَا کَانَ اللَّهُ لِیُضِیعَ إِیمَانَکُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِیمٌ[1]) عنقریب نا عاقبت اندیش اور بیوقوف لوگ کہیں گے:کس چیز نے انھیں اس قبلہ سے جس پروہ تھے پھیر دیا ہے؟کہو؛مغرب و مشرق سب خدا کے ہیں خدا جسے چاہے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے،ہم نے اس (پہلے) قبلہ کو جس پر تم تھے صرف اس لئے قرار دیا تھا تاکہ وہ افراد جو پیغمبر کا اتباع کرتے ہیں ان لوگوں سے جو جاہلیت کی طرف لوٹ سکتے ہیں ممتاز اور مشخص ہو جائیں یقیناً یہ حکم ان لوگوں کے علاوہ جن کی خدا نے ہدایت کی ہے دشوار تھا اور خدا کبھی تمہارے ایمان کو ضایع نہیں کرے گا،کیوں کہ خدا وند عالم لوگوں کی نسبت رؤف و مہربان ہے۔

آیۂ تبدیل: آیۂ تبدیل سورۂ نحل میں ۱۰۱سے ۱۲۴آیات کے ضمن میں ذکر ہوئی ہے، ہم اس بحث سے مخصوص آیات کا ذکر کریں گے، خدا وند عالم فرماتا ہے : (وَإِذَا بَدَّلْنَا آیَةً مَکَانَ آیَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُونَ (۱۰۱) قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّکَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِینَ آمَنُوا وَهُدًی وَبُشْرَی لِلْمُسْلِمِینَ (۱۰۲) إِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِینَ لَا یُؤْمِنُونَ بِآیَاتِ اللَّهِ وَأُولَئِکَ هُمُ

[1] بقرہ ۱۴۳،۱۴۲

الکَاذِبُون (۱۰۵) فَکُلُوا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہ حَلاَلاً طَیِّبًا وَاشْکُرُوا نِعْمَةَ اللّٰہِ إِن کُنتُمْ إِیَّاہُ تَعْبُدُون (۱۱۴) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیرِ وَمَا أُہِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَلاَعَادٍ فَإِنَّ اللّٰہ غَفُورٌ رَحِیمٌ (۱۱۵) وَلاَتَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ہٰذَا حَلاَلٌ وَہٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ إِنَّ الَّذِینَ یَفْتَرُونَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لاَیُفْلِحُون (۱۱۶) وَعَلَی الَّذِینَ ہَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَیْکَ مِن قَبْلُ ...(۱۱۸) ثُمَّ أَوْحَیْنَا إِلَیْکَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاہِیمَ حَنِیفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِین (۱۲۳) إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَی الَّذِینَ اخْتَلَفُوا فِیہِ ...)

اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے تبدیل کرتے ہیں (ایک حکم کو کسی حکم کی جگہ قرار دیتے ہیں) خدا بہتر جانتا ہے کہ کونسا حکم نازل کرے کہتے ہیں: تم افترا پردازی کرتے ہو! نہیں بلکہ اکثریت ان کی نہیں جانتی، کہو: اے روح القدس نے تمہارے پروردگار کی جانب سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ با ایمان بحث کی مزید شرح و تفصیل نیز اس کے مدارک و ماخذ ''قرآن کریم اور مدرستین کی روایات''؛ ج ا، بحث: اسلامی اصطلاحات کے ضمن میں ملاحظہ کریں گے[1]۔افراد کو ثابت قدم رکھے نیز مسلمانوں کے لئے ہدایت و بشارت ہو،صرف وہ لوگ افترا پردازی کرتے ہیں جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے وہ لوگ خود ہی جھوٹے ہیں، لہٰذا جو کچھ تمہارے لئے خدا نے روزی معین کی ہے اس سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ اور نعمت خداوندی کا شکریہ ادا کرو،

اگر اس کی عبادت اور پرستش کرتے ہو۔ خداوند عالم نے تم پر صرف مردار، خون،سور کا گوشت اور وہ تمام اشیاء جن پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو حرام کیا ہے،لیکن جو مجبور و مضطر ہو جائے (اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں) جبکہ حد سے زیادہ تجاوز و تعدی نہ کرے خداوند عالم بخشنے والا اور مہربان ہے اوراس جھوٹ کی بنا پر جو کہ تمہاری زبان سے جاری ہوتا ہے نہ کہو: ''یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے'' تاکہ خدا پر افتراء اور بہتان نہ ہو،یقیناً جو لوگ خدا پر افتراء پردازی کرتے ہیں کامیاب نہیں ہوں گے،جو کچھ اس سے پہلے ہم نے تمہارے لئے بیان کیا ہے،یہود پر حرام کیا ہے، پھر تم پر وحی نازل کی کہ ابراہیمؑ کے آئین کی پیروی کرو جو کہ خالص اور محکم ایمان کے مالک تھے اور مشرکوں میں نہیں تھے،سنیچر کا دن صرف ان لوگوں کے برخلاف اور ضرر میں قرار دیا گیا، جو لوگ اس

[1] نحل: ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۳، ۱۲۴.

دن کے بارے میں اختلاف ونزاع کرتے تھے۔ لیکن جن چیزوں کی خدا وند عالم نے گزشتہ زمانہ میں پیغمبر کے لئے حکایت کی ہے اور اس سورہ کی ۱۱۸ویںآیت میں اس کا ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے :الف: ۔ سورہ آل عمران کی ۹۳ ویں آیت: (کل الطعام کان حلاّ لبنی أسرائیل ألا ما حرّم أسرائیل علی نفسہ)تمام غذائیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں جز ان چیزوں کے جسے اسرائیل (یعقوب) نے اپنے آپ پر حرام کرلیا تھا۔

ب: ۔ سورۂ انعام کی ۱۴۶ویں آیت) :وماعلی الذین ھادوا حرّمنا کلّ ذی ظفر و من البقر و الغنم حرّمنا علیھم شحومھما الا ما حملت ظھور ھما أو الحوایا أو ما اختلط بعظم ذلک جزینا ھم ببغیھم و انا لصادقون[۱]) اور ہم نے یہودیوں پر تمام ناخن دار حیوانوں کو حرام کیا (وہ حیوانات جن کے کھر ملے ہوتے ہیں) گائے ،بھیڑ سے صرف چربی ان پر حرام کی، جز اس چربی کے جو ان کی پشت پر پائی جاتی ہے اورپہلوؤں کے دونوں طرف ہوتی ہے، یا وہ جو ہڈیوں سے متصل ہوتی ہے، یہ کیفر و سزا ہم نے ان کے ظالمانہ رویہ کی وجہ سے دی ہےاور ہم سچے ہیں۔

کلمات کی تشریح:

۱۔ (مصدقاً لما معکم)یعنی قرآن اور پیغمبر کے صفات، پیغمبر کے مبعوث ہونے اور آپ پر قرآن نازل ہونے کے بارے میں توریت کے اخبار کی تصدیق کرتے ہیں، جیسا کہ توریت کے سفر تثنیہ کے ۳۳ ویں باب (میں طبع ریچارڈ واٹس لندن ۱۸۳۱ء عربی زبان میں)آیا ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے ۔ یہ ہے وہ دعائے خیر جسے مرد خدا حضرت موسیٰ نے اپنی موت سے پہلے بنی اسرائیل پر پڑھی تھی اور فرمایا تھا : خدا وندعالم سینا سے نکلا اور ساعیر سے نور افشاں ہوا اور کوہ فاران سے آشکار ہوا اور اس کے ہمراہ ہزاروں پاکیزہ افراد ہیں، اس کے داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہے، لوگوں کو دوست رکھتا ہے، تمام پاکیزہ لوگ اس کی مٹھی میں

---

[۱] اسراء،۲

ہیں جو لوگ ان سے قریب ہیں اس کی تعلیم قبول کرتے ہیں، موسیٰ نے ہمیں ایسی سنت کا فرمان دیا جو جماعت یعقوب کی میراث ہے. یہی نص (ریچارڈ واٹس لندن ۱۸۳۹ء، فارسی زبان میں) اس طرح ہے: ۳۳واں باب

ا۔ یہ ہے وہ دعائے خیر جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے قبل بنی اسرائیل پر پڑھی تھی ۔

۲۔ اور کہا :خدا وند عالم سینا سے برآمد ہوا اور سعیر سے نمودار ہوا اور کوہ فاران سے نور افشاں ہوا اور دس ہزار مقرب اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ وارد ہوا اور اس کے داہنے ہاتھ سے آتش بار شریعت ان لوگوں تک پہنچی۔

۳۔بلکہ تبائل کو دوست رکھا اور اس کے تمام مقدسات تیرے قبضہ اور اختیار میں ہیں اور مقربین درگاہ تیری قدم بوسی کرتے ہوئے تیری تعلیم قبول کریں گے

۴۔ موسیٰ نے ہمیں ایسی شریعت کا حکم دیا جو بنی یعقوب کی میراث ہے.....یہی نص طبع آکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں (بغیر تاریخ طباعت)صفحہ نمبر ۱۸۴ پر اس طرح آئی ہے :یہ انگریزی نص فارسی زبان میں مذکورہ نص سے یکسانیت اور یگانگت رکھتی ہے:

CHAPTER ۳۳And this the blessing,where with moses the man of God blessed the children of israel before his death ۲ and he said ,the LORD came from sinai and rose up from seir unto them ; he shined forth from mount paran and he came with ten thousands of saints; from his right hand went ,a fiery law for yea,he loved the people ,all his saints are in thy hand :and they sat down them. at thy feet ; every one shall receive of thy words. ۴ moses commanded us a law

[1] سورہ بقرہ ، ۱۴۶.

.even the inheritance of the congreg ation of jacob) اس نص میں مذکور ہے کہ (وہ دس ہزار مقرب افراد کے ساتھ آیا)یعنی ہزاروں کی عدد معین کیہے، خواہ پہلی نص میں بغیر اس کے کہ ہزاروں کی تعداد معین کرے آیا ہے: ''اس کے ساتھ ہزاروں پاکیزہ افراد''،کیونکہ جس نے غار حرا سے فاران میں ظہور کیا پھر دس ہزارافراد کے ہمراہ مکّہ کی سرزمین پر قدم رکھا وہ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہیں، اہل کتاب نے عصر حاضر میں اس نص میں تحریف کر دی ہے،یہ طباعت سرخ اور سیاہ رنگ کے ساتھ(فقط) عہد جدید کے حصّہ میں مشخص ہو گی،تا کہ نبی کی بعثت کے متعلق توریت کی بشارتوں کو چھپا دیں اور ہم نے (ایک سو پچاس جعلی صحابی) نامی کتاب کی دوسری جلد کی پانچویں تمہید میں اس بات کی تشریح کی ہے ۔ ''مصدقا لما معکم''کی تفسیر میں بحث کا نتیجہ:توریت کا یہ باب واضح طور پر یہ کہتا ہے : موسیٰ ابن عمران۔نے اپنی موت سے قبل اپنی وصیّت میں،بنی اسرائیل سے کہا ہے : پروردگار عالم نے توریت کو کوہ سینا پر نازل کیا اور انجیل کو کوہِ سعیر پر اور قرآن کو کوہِ فاران (مکّہ) پر پھر تیسری شریعت کی خصوصیات شمار کرتے ہوئے فرمایا:جب وہ مکہ میں آئے گا دس ہزار لوگ اس کے مقربین میں سے اس کے ہمراہ ہوں گے،یہ وہی دس ہزار رسول خدا کے سپاہی ہیں جو فتح مکّہ میں تھے اور یہ تیسری شریعت، شریعت جہاد ہے۔

اور یہ کہ اس کی امت اس کی تعلیمات کو قبول کرے گی، اس تصریح میں،بنی اسرائیل کے موقف کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے منحرف ہو کر گو سالہ پرستی شروع کر دی اور اپنے پیغمبر موسیٰ،اور تمام انبیاء کرام سے جنگ و جدال کرتے رہے ... قرآن اور توریت میں اس کا تذکرہ ہوا ہے۔ ہم یہاں پر نہایت ہی اختصار سے کام لیں گے،کیونکہ اگر ہم چاہیں کہ وہ تمام بشارتیں جو خاتم الانبیاء کی بعثت سے متعلق ہیں(ان تمام تحریفات کے باوجود جسکے وہ مرتکب ہوئے ہیں) جوکہ باقی ماندہ آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں اور وہ آسمانی کتابیں جو حضرت خاتم الانبیاء کے زمانے میں اہل کتاب کے پاس تھیں، اگر ہم ان تمام بشارتوں کو پیش کرنے لگیں تو بحث طولانی ہو جائے گی، البتہ انھیں بشارتوں کے سبب خداوند سبحان چندآیات کے بعد فرماتا ہے:

---

[1] تفسیر طبری آیہ مذکورہ

(الذین أتینا ھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم و أن فریقاً منھم لیکتمون الحق و ھم یعلمون[1]) جن لوگوں کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے وہ لوگ اس (پیغمبر) کواپنے فرزندوں کی طرح پہچانتے ہیں یقیناًان کے بعض گروہ حق کو دانستہ طور پر چھپا تے ہیں۔

بنا بر این مسلم ہے کہ خاتم الانبیاءؐ کی قرآن کے ساتھ بعثت،پیغمبرؐ اور ان کی امت کے مخصوص صفات ان چیزوں کی تصدیق میں جو اہل کتاب کے نزدیک توریت اورانجیل میں ہیں (عالمین کے پروردگار ہی سے حمدوستائش مخصوص)

۲۔ (لاتلبسوا الحق بالباطل) حق کوباطل سے مخلوط نہ کروکہ حقیقت پوشیدہ ہو جائے یا یہ کہ حق کو باطل کے ذریعہ نہ چھپاؤ کہ اسے مشکوک بنا کر پیش کرو۔

۳۔ ''عدل'': فدیہ، رہائی کے لئے عوض دینا۔

۴۔ ''قفینا'': لگاتار ہم نے بھیجا یعنی ایک کے بعد دوسرے کو رسالت دی۔

۵۔ ''غلف'' جمعِ اغلف جوچیز غلاف اور پوشش میں ہو۔

۶۔ ''یستفتحون'' کامیابی چاہتے تھے، جنگ میں دشمن پر فتح حاصل کرنے کیلئے یعنی اہل کتاب پیغمبر خاتمؐ کا نام لے کر اور انہیں شفیع بنا کر خدا کے نزدیک کامیابی چاہتے تھے۔

۷۔ ''ننسٔھا: أوخرھا:'' اُسے تاخیر میں ڈال دیا، ننأھا، نسءِھا کا مخفف اور نسأ کے مادہ سے ہے، یعنی ہر وہ حکم جسے ہم نسخ کریں یا اس کے نسخ میں تاخیر کریں تواس سے بہتر یااس کے مانند لاتے ہیں۔ ''ننُسِھا، نُنْسِیھا'' کا مخفف مادۂ نسی ہے جس کے معنی نسیان اور فراموشی کے ہیں، نہیں ہو سکتا تاکہ اس کے معنی یہ ہوں کہ جس آیت قرآن کی قرائت لوگوں کے حافظہ سے بھلا دیتے ہیں تواس سے بہتر یا اس کے مانند لے آئیں گے، جیسا کہ بعض لوگوں نے اسی طرح کی تفسیر کی ہے[2] کیونکہ :الف۔ خدا وندمتعال نے خود ہی قرآن

---

[1]

[2] آیۂ نسخ:

کی فراموشی اور نسیان سے حفاظت کی ضمانت لی ہے اور فرمایا ہے: (سنقرئک فلا تنسیٰ) ہم تم پر عنقریب قرآن پڑھیں گے اور تم کبھی اسے فراموش نہیں کر و گے۔ب۔اس بات میں کسی قسم کی کوئی مصلحت نہیں ہے کہ اس کو لوگوں کے حافظہ سے مٹا دیا جائے،جب کہ خدا وند عالم نے خودآیات لوگوں کے پڑھنے کے لئے نازل کی ہیں پھر کیوں ان کے حافظہ سے مٹا دے گا؟

۸۔ھادوا وھودا، ھادوا: یہودی ہوگئے،ھودا جمع ہے ھائد کی یعنی یہودی لوگ۔

۹۔ ''فضلتکم علی العالمین'': یعنی خدا وند عالم نے تم کو اس زمانے میں مصر کے فرعونیوں،قوم عمالقہ اور دیگر شام والوں پر فوقیت دی ہے۔

۱۰۔شطر:شطر کے کئی معنی ہیں کہ منجملہ ''جہت''اور ''طرف''ہیں۔

۱۱۔ ''ماکان اللہ لیضیع ایمانکم'': خدا وند عالم ہر گز ان نمازوں کوجو تحویل قبلہ سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھی ہیں ضائع نہیں کرے گا۔

۱۲۔''إذا بدلنا'': جب بھی جا گزیں کریں،ایک حکم کو دوسرے حکم سے تبدیل کر دیں، عوض اوربدل کے درمیان یہ فرق ہے کہ:عوض جنس کی قیمت ہوتا ہےاوربدل اصل کا جا گزیں اور قائم مقام ہوتا ہے۔

۱۳۔''روح القدس'' : ایک ایسا فرشتہ جس کے توسط سے خدا وندعالم قرآن،احکام اور اس کی تفسیر پیغمبر پر نازل کرتا تھا ۔

۱۴۔''ذی ظفر'': ناخن دار یہاں پر مراد ہر وہ حیوان ہے جس کے سم میں شگاف نہیں ہوتا جیسے اونٹ، شتر مرغ،بطخ،غاز، واللہ عالم بالصواب۔

۱۵۔''الحوایا'':آنتیں.

۱۶۔ ’’ما اختلط بعظم ‘‘: وہ چربی جو ہڈی سے متصل ہو ۔

تفسیر آیات:

۱۔ آیۂ تبدیل:وہ آیت جو سورۂ نحل کی مکی آیات کے ضمن میں آئی ہے:خدا وند سبحان ان آیات میں فرماتا ہے : جب کبھی ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ قرار دیتے ہیںیعنی گزشتہ شریعت کا کوئی حکم اٹھا کر کوئی دوسرا حکم جو قرآن میں مذکور ہے اس کی جگہ رکھ دیتے ہیں تو ہمارے رسول سے کہتے ہیں:تم جھوٹ بولتے ہو۔اے پیغمبرؐ ! کہو : قرآنی احکام کو مخصوص فرشتہ خدا کی جانب سے حق کے ساتھ لاتا ہے تاکہ مومنین اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہو، تم جھوٹ بولنے والے یا گڑھنے والے نہیں ہو، جھوٹے وہ لوگ ہیں جوآیات الٰہی پر ایمان نہیں رکھتےیعنی مشرکین،وہ لوگ خود ہی جھوٹے ہیں۔

خدا وندعالم اس کے بعد محل اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے: جو کچھ ہم نے تم کو روزی دی ہے جیسے اونٹ کا گوشت اور حیوانات کی چربی اور اسکے مانند جس کو بنی اسرائیل پر ہم نے حرام کیا تھا،حلال و پاکیزہ طور پر کھاؤ،کیونکہ خدا وندعالم نے اسے تم پر حرام نہیں کیا بلکہ صرف مردار ،خون ،سؤر کا گوشت اور وہ تمام جانور جن پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو ان کا کھانا تم پر حرام کیاہے،سوائے مضطر اور مجبور انسان کے جو کہ اس کے کھانے پر مجبور ہو،یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو تم پر حرام کی گئی ہیں تم لوگ اپنے پاس سے نہ کہو: ’’یہ حرام ہے اور وہ حلال ہے ‘‘،جیسا کہ مشرکین کہتے تھے اور خدا وندعالم نے سؤرہ انعام کی ۱۳۸ اسے ۱۴۰ویں آیات میں اس کی خبر دی ہے کہ یہ سب مشرکوں کا کام ہے ،رہا سوال یہود کا تو خدا وندعالم نے ان لوگوں پر مخصوص چیزوں کو حرام کیا تھا جس کا ذکر سورۂ انعام میںآیا ہے۔

رہے تم اے پیغمبرؐ!تو ہم نے تم پر وحی کی : حلال و حرام میں ملت ابراہیم کےپیرو رہو اور شریعت ابراہیمؑ کے تمام امور میں سے یہ ہے کہ جمعہ کا دن ہفتہ میںآرام کرنے کا دن ہے،لیکن سنیچر تو صرف بنی اسرائیل کے لئے تعطیل کا دن تھا ان پر اس دن کام حرام

تھا جیسا کہ سورۂ اعراف کی ۱۶۳ویں آیت میں مذکور ہے۔جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی بنیاد پر تبدیل آیت کے معنی یہاں پر یہ ہیں کہ صرف توریت کے بعض احکام کو قرآن کے احکام سے تبدیل کرنا ہے اور شریعت اسلامی کی حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی شریعت کی طرف بازگشت ہے ۔جو چیز ہمارے بیان کی تاکید کرتی ہے، خدا وند سبحان کا فرمان ہے کہ ارشاد فرما تا ہے:(و اِذا بد لنا آےۃ مکان آےۃ ۔ قالوانما مفتر۔ قل نزّلہ روح القدس)کیونکہ لفظ ''نزلہ'' میں مذکر کی ضمیر آیت کے معنی یعنی ''حکم''کی طرف پلٹتی ہے اور اگر بحث اس آیت کی تبدیل کے محورپر ہوتی جو کہ سورہ کا جز ہے تو مناسب یہ تھا کہ خدا وند سبحان فرماتا: ''قل نزلھا روح القدس''یعنی مونث کی ضمیر ذکر کرتا نہ مذکر کی(خوب دقت اور غور و خوص کیجئے) ۔یہ آیت سورہ بقرہ کی مدنی آیات کے درمیان آئی ہے،خداوند متعال ان آیات میں فرماتا ہے:اے بنی اسرائیل ؛خداوند عالم کی نعمتوں کو اپنے اوپر یاد کرو اور اس کے عہد وپیمان کووفا (پورا)کرو ایسا پیمان جو توریت بھیجنے کے موقع پر ہم نے تم سے لیا تھا اور تم سے کہا تھا :جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اسے محکم انداز میں لے لواور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو۔

اس میں خاتم الانبیاءؐ کی بعثت سے متعلق بشارت تھی خدا سے اپنے عہد وپیمان کو وفا کروتا کہ خدا بھی اپنے پیمان کو جو تم سے کیا ہے وفا کرے اور اپنی نعمتوں کا دنیا واخرت میں تم پر اضافہ کرے اور جو کچھ خاتم الانبیاء پرنازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ کہ وہ یقیناً جو کچھ تمہارے پاس کتاب خدامیں موجود ہے سب کا اثبات کرتا ہے، حق کو نہ چھپاؤ اوراسے دانستہ طور پر باطل سے پوشیدہ نہ کرو ،خدا وند عالم نے موسیٰؑ کوکتاب دی اوران کے بعد بھی رسولوں کو بھیجا کہ انھیں میں سے عیسیٰ ابن مریمؑ بھی تھے وہی جن کی خدانے روشن دلائل اور روح القدس کے ذریعہ تائید کی ،کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کسی پیغمبر نے تمہارے نفسانی خواہشات کے خلاف کوئی چیز پیش کی تو تم لوگوں نے تکبر سے کام لیا کچھ لوگوں کو جھوٹا کہا اور کچھ کو قتل کر ڈالا!!اور کہا ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اوران چیزوں کو ہم نہیں سمجھتے ہیں،اب بھی قرآن خدا کی جانب سے تمہارے لئے نازل ہوا ہے۔

اور جو خبریں تمہارے پاس ہیں ان سے بھی ثابت ہے پھر بھی تم اس کا انکار کرتے ہو جبکہ تم اس سے پہلے کفار پر کامیابی کے لئے اس کے نام کو اپنے لئے شفیع قرار دیتے تھے اور اب تو پیغمبرؐ آگئے ہیں اور تم لوگ پہچانتے بھی ہو پھر بھی اس کا اور جو کچھ اس پر نازل ہوا ہے ان سب کا انکار کرتے ہو،تم نے خود کو ایک بری قیمت پر بیچ ڈالا کہ جو خدا نے نازل کیا اس کا انکار کرتے ہو،اس بات پر انکار کرتے ہو کہ کیوں خدا نے حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں پیغمبر بھیجا حضرت یعقوبؑ کی نسل میں یہ شرف پیغمبری کیوں عطا نہیں کیا؟لہٰذا وہ غضب خدا وندی کا شکار ہوگئے اور کافروں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔اور جب یہود سے کہا گیا : جو کچھ خاتم الانبیاء پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاؤ،تو انھوں نے کہا : جو کچھ ہم لوگوں پر نازل ہوا ہے.

ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور جو ہم پر نازل نہیں ہوا ہے ہم اس کے منکر ہیں،جب کہ وہ جو کچھ خاتم الانبیاء پر نازل کیا گیا حق ہے اور انبیاء کی کتابوں میں موجود اخبار کی تصدیق اور اثبات کرتا ہے یعنی وہ اخبار جو بعثت خاتم الانبیاء سے متعلق ہیں اوران کے پاس ہیں،اے پیغمبر!ان سے کہہ دو!اگر تم لوگ خود کو مومن خیال کرتے ہو تو پھر کیوں اس سے پہلے آنے والے انبیاء کو قتل کر ڈالا ؟ کس طرح کہتے ہو کے جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے اس پر ہم ایمان لائے ہیں جب کہ حضرت موسیٰؑ روشن علامتوں اور آیات کے ساتھ تمہارے پاس آئے اور تم لوگ خدا پر ایمان لانے کے بجائے گوسالہ پرست ہوگئے؟!اس وقت بھی خدا وندعالم نے جس طرح حضرت موسیٰؑ پر روشن آیات نازل کی تھیں اسی طرح خاتم الانبیاء محمدؐ پر بھی نازل کی ہیں اور بجز کافروں کے اس کا کوئی منکر نہیں ہوگا۔

اگر یہود ایمان لے آئیں اور خدا سے خوف کھائیں یقیناً خدا انھیں جزا دے گا،لیکن کیا فائدہ کہ اہل کتاب کے کفار اور مشرکین کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم مسلمانوں پر کسی قسم کی کوئی آسمانی خبر یا کتاب نازل ہو،جب کہ خدا وندعالم جسے چاہے اپنی رحمت سے مخصوص کر دے ۔خدا وندعالم اگر کوئی حکم نسخ کرے یا اسے تاخیر میں ڈالے تو اس سے بہتر یا اس کے مانند لے آتا ہے خدا ہر چیز پر قادر اور توانا ہے۔

بہت سارے اہل کتاب اس وجہ سے کہ وحی الٰہی بنی اسرائیل کے علاوہ پر نازل ہوئی ہے حاسدانہ طور پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں خاتم الانبیاء پر ایمان لانے کے بجائے کفر کی طرف پھیر دیں اور ایسا اس حال میں ہے کہ حق ان پر روشن اور آشکار ہو چکا ہے!یہ تم لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ کے علاوہ کوئی جنت میں نہیں جائے گا یعنی تم لوگ اپنے اسلام کے باوجود بہشت سے محروم رہو گے؛کہو: اپنی دلیل پیش کرو !البتہ جو بھی اسلام لے آئے اور نیک اور اچھا عمل انجام دے اسکی جزا خدا کے یہاں محفوظ ہے اور یہود و نصاری تم سے کبھی راضی نہیں ہوں گے مگر یہ کہ تم ان کے دین کا اتباع کرو۔

اُس کے بعد یہود کو مخاطب کر کے فرمایا :اے بنی اسرائیل ؛جن نعمتوں کو ہم نے تم پر نازل کیا ہے اور تم لوگوں کو تمہارے زمانے کے لوگوں پر فضیلت و برتری دی ہے اسے یاد کرو اور روز قیامت سے ڈرو۔

اس کے بعد یہود اور پیغمبرؐ کے درمیان نزاع و دشمنی و عداوت کا سبب اور اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ہم بیت المقدس سے تحویل قبلہ کے سلسلے میں آسمان کی طرف تمہاری انتظار آمیز نگاہوں سے باخبر ہیں ابھی اس قبلہ کی طرف تمھیں لوٹا دیں گے جس سے تم راضی و خوشنود ہو جاؤ گے۔

(اے رسول!)تم جہاں کہیں بھی ہو اور تمام مسلمان اپنے رخ مسجد الحرام کی طرف موڑ لیں اہل کتاب یہود جو تم سے دشمنی کرتے ہیں اور نصاریٰ یہ سب خوب اچھی طرح جانتے ہیں قبلہ کا کعبہ کی طرف موڑنا حق اور خداوند کی جانب سے ہے اور تم جب بھی کوئی آیت یا دلیل پیش کرو تمہاری بات نہیں مانیں گے اور تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔

عنقریب بیوقوف کہیں گے : انھیں کونسی چیز نے سابق قبلہ بیت المقدس سے روک دیا ہے؟کہو حکم ، حکم خدا ہے مشرق و مغرب سب اسکا ہے جسے چاہتا ہے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے، بیت المقدس کو اس کا قبلہ بنانا اور پھر مکہ کی طرف موڑنا لوگوں کے امتحان کی خاطر تھا مکہ والوں کو کعبہ سے بیت المقدس کی طرف اور یہود کو مدینہ میں بیت المقدس سے کعبہ کی طرف موڑ کر امتحان کرتا

ہے تا کہ ظاہر ہو جائے کہ آیا یہ جاننے کے بعد بھی کہ یہ موضوع حق اور خدا وند عالم کی جانب سے ہے اپنے قومی وقبائلی اور اسرائیلی تعصب سے باز آتے ہیں یا نہیں اور بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رخ کرتے ہیں یا نہیں اور اس گروہ کا امتحان اس وجہ سے ہوا تاکہ رسولؐ کے ماننے والے ان لوگوں سے جو جاہلیت کی طرف پھر جائیں گے مشخص اور ممتاز ہو جائیں ،انکی نمازیں جو اس سے قبل بیت المقدس کی طرف پڑھی ہیں خدا کے نزدیک برباد نہیں ہوں گی۔

اس طرح واضح ہوجاتا ہے کہ تبدیلی آیت سے مراد ،جس کا ذکر سورۂ نحل کی مکی آیات میں قریش کی نزاع اور اختلاف کے ذکر کے تحت آیا ہے، خدا کی جانب سے ایک حکم کا دوسرے حکم سے تبدیل ہوناہے، اس نزاع کی تفصیل سورۂ انعام کی ۱۳۸تا۱۴۶ویں آیات میں آئی ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ (یہود مدینہ کی داستان میں) نسخ آیت اور اس کی مدت کے خاتمہ سے مقصود و مراد موسیٰ کی شریعت میں نسخ حکم یا ایک خاص شریعت کی مدت کا ختم ہونا ہے (اس حکمت کی بنا ء پر جسے خدا جانتا ہے)راغب اصفہانی نے لفظ (آیت) کی تفسیر میں صحیح راستہ اختیار کیاہے وہ فرماتے ہیں :کوئی بھی جملہ جو کسی حکم پر دلالت کرتا ہے آیت ہے، چاہے وہ ایک کامل سورہ ہو یا ایک سورہ کا بعض حصّہ (سورہ میں آیت کے معنی کے اعتبار سے)یااس کے چند حصّے ہوں ۔لہٰذا مذکورہ دوآیتوں میں ایک آیت کودوسری آیت سے تبدیل کرنے اور آیت کے نسخ اور اس کے تاخیر میں ڈالنے سے مراد یہی ہے کہ جس کا تذکرہ ہم نے کیا ہے،اب آئندہ بحث میں حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں نسخ کی حیثیت اور اس کی حکمت (خدا کی اجازت اور توفیق سے) تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

حضرت موسیٰ ۔کی شریعت بنی اسرائیل سے مخصوص ہے حضرت موسیٰؑ کی شریعت جس کا تذکرہ توریت میںآیا ہے،بنی اسرائیل سے مخصوص ہے ،جیسا کہ سفر تثنیہ کے ۳۳ ویں باب کے چوتھے حصّہ میںآیا ہے ''؛موسیٰ نے ہم کو ایک ایسی سنت کا حکم دیا ہے جو کہ

جماعت یعقوب کی میراث ہے'' یعنی موسیٰ نے ہمیں ایک ایسی شریعت کا حکم دیا ہے جو کہ جماعت یعقوب یعنی بنی اسرائیل سے مخصوص ہے ،گزشتہ آیات میں بھی اس خصوصیت کا ذکر ہوا ہے ،آئندہ بحث میں انشاء اللہ امر نسخ کی بسط و تفصیل کے ساتھ تحقیق و بررسی کریں گے۔ حضرت موسیٰ ۔کی شریعت میں نسخ کی حقیقت اس بحث میں ہم سب سے پہلے قرآن سے (زمانے کے تسلسل کا لحاظ کرتے ہوئے)بنی اسرائیل کی داستان کا آغاز کریں گے، پھر ان کی شریعت میں نسخ کے مسئلہ کو بیان کریں گے ۔

اول:بنی اسرائیل کو نعمت خداوندی کی یاد دہانی۔

ا۔خداوندعالم سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:(یا بنی اسرائیل أذکروا نعمتی التی أنعمت علیکم و أنی فضلتکم علی العالمین۔واِذ نجّیناکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب یذ بحون أبناءکم و یستحیون نساءکم و فی ذلکم بلاء من ربکم عظیم) (و أذفرقنا بکم البحر فانجیناکم وأغرقنا آل فرعون ؤنتم تنظرون ۔ و أذ واعدنا موسیٰ أربعین لیلۃثأاتخذتم العجل من بعدہ و أنتم ظالمون[1]) اے بنی اسرائیل!جو نعمتیں ہم نے تم پر نازل کی ہیں انھیں یاد کرو اور یہ کہ ہم نے تم کو عالمین پر برتری اور فضیلت دی ہے...

اور جب ہم نے تم کو فرعونیوں کے خونخوار چنگل سے آزادی دلائی وہ لوگ تمہیں بری طرح شکنجہ میں ڈالے ہوئے تھے تمہارے فرزندوں کے سر اڑا دیتے اور تمہاری عورتوں کوزندہ رکھتے تھے اس میں تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے عظیم امتحان تھا اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو شگاف کیا اور تمہیں نجات دی اور فرعونیوں کوغرق کر ڈالا ،درانحالیکہ یہ سب کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور جب موسیٰؑ کے ساتھ چالیس شب کا وعدہ کیا پھر تم لوگوں نے اس کے بعد گو سالہ کا انتخاب کیا جب کہ تم لوگ ظالم و ستم گر تھے۔

۲۔سورۂ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے:(وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتوا علی قوم یعکفون علیٰ أصنام لھم قالوا یا موسیٰ اجعل لنا اِلٰھاً کما لھم آلھۃ قال انکم قوم تجھلون) اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کرایا راستے میں ایسے گروہ سے ملاقات ہوئی جو خضوع خشوع

[1] بقرہ ۵۱،۵۰،۴۹، ۴۷

کے ساتھ اپنے بتوں کے ارد گرد اکٹھا تھے، تو ان لوگوں نے کہا : اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ان کے خداؤں کے مانند کوئی خدا بنا دو ،انھوں نے فرمایا: سچ ہے تم لوگ ایک نادان اور جاہل قوم ہو۔ سورۂ طہ میں ارشاد ہوتا ہے:(و اضلّھم السامری ۔ فکذٰلک القی السامری۔فاخرج لھم عجلاً جسداً لہ خوار فقالو ھذا الٰھکم والٰہ موسیٰ ۔ و لقد قال لھم ہارون من قبل یا قوم اِنّما فتنتم بہ و اِن ربّکم الرحمن فا تبعونی وأطیعوا أمری۔قالو لن نبرح علیہ عاکفین حتّیٰ یرجع اِلینا موسیٰ)اور سامری نے انھیں گمراہ کر دیا ..

اور سامری نے اس طرح ان کے اندر القاء کیا اور ان کے لئے گوسالہ کا ایسا مجسمہ جس میں سے گو سالہ کی آواز آتی تھی بنا دیا تو ان سب نے کہا :یہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے... اور اس سے پہلے ہارون نے ان سے کہا : اے میری قوم والو!تم لوگ اس کی وجہ سے امتحان میں مبتلا ہو گئے ہو، تمہارا رب خدا وند رحمان ہے میری پیروی کرو اور میرے حکم و فرمان کی اطاعت کرو ، کہنے لگے: ہم اسی طرح اس کے پابند ہیں یہاں تک کہ موسیٰ ہماری طرف لوٹ کر آجائیں[1]۔

۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا : (واِذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم أنّکم ظلمتم انفسکم باتّخاذکم العجل فتو بوا أِلی بارئکم فاقتلوا أنفسکم ذٰلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم أنّہ ھو التوّاب الرّحیم[2])اُس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا : اے میری قوم !تم نے گوسالہ کا انتخاب کرکے اپنے اوپر ظلم کیا ہے لہٰذا توبہ کرو اور اپنے خالق کی طرف لوٹ آؤ اور اپنے نفسوں کو قتل کر ڈالو کیونکہ یہ کام تمہارے رب کے نزدیک بہتر ہے پھر خدا وند عالم نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

دوم : توریت اور اس کے بعض احکام: ا۔ خدا وند عالم سورہ بقرہ میں فرماتا ہے : (واِذ أخذنا میثاقکم و رفعنا فوقکم الطّور خذوا ما آتیناکم بقوۃ و اذکروا ما فیہ لعلّکم تتقون[3])اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد وپیمان لیا اور کوہِ طور کو تمہارے اوپر قرار دیا (اور تم سے کہا) جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اسے محکم طریقے سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو شاید پرہیز گار ہو جاؤ۔

---

[1] طہ ، ۸۵ ، ۹۱
[2] بقرہ ، ۵۴
[3] بقرہ ، ۶۳ اس مضمون سے ملتی جلتی آیتیں سورہ بقرہ کی ۹۳ ویں آیت اور سورۂ اعراف کی ۱۷۱ویں آیت میں بھی آئی ہیں)

٢۔ سورۂ اسراء میں ارشاد ہوتا ہے: (وآتینا موسیٰ الکتاب وجعلناہ ھُدیً لبنی اسرائیل[1]...) اورہم نے موسیٰؑ کو آسمانی کتاب عطا کی اوراسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا وسیلہ قرار دیا ۔

٣۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے: (کلّ الطعام کان حلاً لبنی اسرائیل اِلّا ما حرم اسرائیل علیٰ نفسہ من قبل أن تنزّل التوراۃ.[2].) کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں جزان اشیاء کے جنھیں خود اسرائیل (یعقوبؑ)

٤۔ سورۂ انعام میں فرمایا: (و ما علی الذین ھادوا حرّمنا کلّ ذی ظفر من البقر و الغنم حرّمنا علیھم شحومھما الا ما حملت ظھور ھما أو الحوایا أو ما اختلط بعظم ذلک جزیناھم ببغیھم و انا لصادقون[3]) یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن دار حیوانوں کو حرام کیا، گائے اورگوسفند سے ان کی چربی ان پر حرام کی جزاس چربی کے جو ان کی پشت پر ہو یا جو پہلو میں ہو یا جو ہڈیوں سے متصل اور مخلوط ہو یہ ان کی بغاوت و سرکشی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے انھیں اور سزا کا مستحق قرار دیا اور ہم سچ کہتے ہیں۔

٥۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے: (و علیٰ الذین ھادوا حرّمنا ما قصصنا علیک من قبل و ما ظلمنا ھم و لکن کانوا أنفسھم یظلمون[4]) اور ہم نے جن چیزوں کی اس سے پہلے تمہارے لئے تفصیل بیان کی ہے، ان چیزوں کو یہود پر حرام کیا؛ ہم نے ان پر ظلم و ستم نہیں کیا بلکہ ان لوگوں نے خود اپنے نفوس پر ظلم کیا ہے۔

٦۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے: (یسْألُکَ أہْلُ الْکتَابِ أن تُنزّلَ عَلَیْھِمْ کِتَابًا مِنَ السَّماءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَی أَکْبَرَ مِن ذَلِکَ فَقَالُوا أَرِنَا اللہَ جَھْرَۃً ... فَعَفَوْنَا عَن ذَلِکَ... (١٥٣) وَرَفَعْنَا فَوْقَھُمُ الطُّورَ بِمِیثَاقِھِم... وَقُلْنَا لَھُمْ لاَتَعْدُوا فِی السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْھُمْ مِیثَاقًا غَلِیظًا (١٥٤) فَبِمَا نَقْضِھِمْ مِیثَاقَھُمْ وَکُفْرِھِمْ بِآیَاتِ اللہِ وَقَتْلِھِمُ الأَنْبِیَاءَ... (١٥٥) وَبِکُفْرِھِمْ وَقَوْلِھِمْ عَلَی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیمًا (١٥٦) فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِینَ ہَادُوا حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ طَیِّبَاتٍ

[1] اسراء، ٢
[2] آل عمران، ٩٣ نے توریت کے نزول سے پہلے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔
[3] انعام، ١٤٦
[4] نحل، ١١٨

أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللّهِ كَثِيرًا (١٦٠) وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُواْ عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ[1]....) اہل کتاب تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کرو ؛ انھوں نے تو حضرت موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑی چیز کی خواہش کی تھی اور کہا تھا : خدا کو واضح اور آشکار طور سے ہمیں دکھاؤ ۔ لیکن ہم نے انھیں در گزر کر دیا ...اور ہم نے ان کے عہد کی خلاف ورزی کی بنا پر ان کے سروں پر کوہ طور کو بلند کردیا .اوران سے کہا : سنیچر کے دن تجاوز اور تعدی نہ کرو اوران سے محکم عہد و پیمان لیا ،ان کی پیمان شکنی ،آیات خداوندی کا انکار ،پیغمبروں کے قتل اور ان کے کفر کی وجہ سے نیزاس عظیم تہمت کی وجہ سے جو حضرت مریم پر لگائی، نیزاس ظلم کی وجہ سے جو یہود سے صادر ہوا اور بہت سارے لوگوں کو راہ راست سے روکنے کی وجہ سے بعض پاکیزہ چیزوں کو جو ان پر حلال تھیں ان کے لئے ہم نے حرام کر دیا اور ربا اور سود خوری کی وجہ سے جب کہ اس سے ممانعت کی گئی تھی اور لوگوں کے اموال کو باطل انداز سے خرد برد کرنے کی بنا پر ۔

۷۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے:(و سئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذیعدون فی السبت اذ تأتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرّعاً ویوما لایسبتون لاتاتیھم کذٰلک نبلوھم بما کانوایفسقون[2])دریا کے ساحل پر واقع ایک شہر کے بارے میں ان سے سوال کرو ؛ جب کہ سنیچر کے دن تجاوزکرتے تھے،اس وقت سنیچر کو دریا کی مچھلیاں ان پر ظاہر ہو جاتی تھیں اوراس کے علاوہ دوسرے دنوں میں اس طرح ظاہر نہیں ہوتی تھیں، اس طرح سے ہم نے ان کا اس چیز سے امتحان لیا جس کے نتیجہ میں وہ نافرمانی کرتے تھے ۔

۸ ۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے :(انّما جعل السبت علی الذین اختلفو فیہ[3]) سنیچر کا دن صرف اور صرف ان کے مجازات اور سزا کے عنوان سے تھاان لوگوں کے لئے جو اس میں اختلاف کرتے تھے ۔ سوم:خدا وند عالم کی بنی اسرائیل پر نعمتیں اور ان کی

---

[1] نساء،۱۵۳،۱۵۴، ۱۵۵،۱۵۶، ۱۶۰، ۱۶۱.

[2] اعراف ، ۱۶۳۔بقرہ ۶۵۔ نساء ، ۴۸، ۱۵۴

[3] نحل، ۱۲۴

سرکشی و نا فرمانی ا۔ خدا وند عالم سورۂ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے:(وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى إِذْ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمْ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (۱۶۰) وَإِذْ قِيلَ لَهُمْ اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ (۱۶۱) فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنْ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ[1]) اور ہم نے بنی اسرائیل کو ایک نسل کے بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا اور جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ان کو ہم نے وحی کی: اپنے عصا کو پتھر پر مارو! اچانک اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اس طرح سے کہ ہر گروہ اپنے گھاٹ کو پہچانتا تھا اور بادل کو ان پر سائبان۔ قرار دیا اور ان کے لئے من و سلویٰ بھیجا (اور ہم نے کہا) جو تمھیں پاکیزہ رزق دیا ہے اسے کھاؤ انھوں نے ہم پر ستم نہیں کیا ہے۔

بلکہ خود پر ستم کیاہے اور جس وقت ان سے کہا گیا: اس شہر (بیت المقدس) میں سکونت اختیار کرو اور جہاں سے چاہو وہاں سے کھاؤ اور کہو: خدایا ہمارے گناہوں کو بخش دے! اور اس در سے تواضع و انکساری کے ساتھ داخل ہو جاؤتا کہ تمہارے گناہوں کو ہم بخش دیں اور نیکو کاروں کو اس سے بڑھ کر جزا دیں۔ لیکن ان ستمگروں نے جو ان سے کہا گیا تھا اس کے علاوہ بات کہی یعنی اس میں تبدیلی کردی اور ہم نے اس وجہ سے کہ وہ مسلسل ظالم و ستمگر رہے ہیں ان کے لئے آسمان سے بلا نازل کردی ہے۔

ا۔ سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا: (وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَاقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنْ الْعَالَمِينَ (۲۰) يَاقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَلَاتَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ (۲۱) قَالُوا يَامُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ (۲۲) قَالَ رَجُلَانِ مِنْ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمْ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ وَعَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ (۲۳) قَالُوا يَامُوسَى إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ

---

[1] اعراف ۱۶۰، ۱۶۲

وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (۲۴) قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ (۲۵) قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ)اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا : اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، جبکہ اس نے تمہارے درمیان پیغمبروں کو بھیجا اور تمھیں حاکم بنایا اور تمہیں ایسی چیزیں عطا کیں کہ دنیا والوں میں کسی کو ویسی نہیں دی ہیں، اے میری قوم! مقدس سرزمین میں جسے خداوند عالم نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے داخل ہو جاؤ اور الٹے پاؤں واپس نہ ہونا ورنہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگے، ان لوگوں نے کہا : اے موسیٰ! وہاں ستمگر لوگ رہتے ہیں، ہم وہاں ہر گز نہیں جائیں گے ۔

جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہیں جاتے اگر وہ لوگ وہاں سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے، خدا ترس دو مردوں نے جن پر خدا نے نعمت نازل کی تھی کہا : تم لوگ ان کے پاس شہر کے دروازہ سے داخل ہو جاؤ اگر تم دروازہ میں داخل ہوگئے تو یقیناً ان پر کامیاب ہو جاؤ گے اور اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا پر بھروسہ کرو، ان لوگوں نے کہا : اے موسیٰ! وہ لوگ جب تک وہاں ہیں ہم لوگ ہرگز داخل نہیں ہوں گے ! تم اور تمہارا رب جائے اور ان سے جنگ کرے ہم یہیں پر بیٹھے ہوئے ہیں، کہا : پروردگارا! میں صرف اپنا اور اپنے بھائی کا ذمہ دار ہوں، میرے اور اس گناہ گار جماعت کے درمیان جدائی کر دے، فرمایا : یہ سرزمین ان کے لئے چالیس سال تک کے لئے ممنوع ہے وہ لوگ ہمیشہ سرگرداں اور پریشان رہیں گے اور تم اس گناہ گار قوم پر غمگین مت ہو[1]۔

کلمات کی تشریح:

۱۔ ''اسرائیل'': یعقوب، آپ ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند حضرت اسحق کے بیٹے ہیں، ان کا لقب اسرائیل ہے، بنی اسرائیل ان ہی کی نسل ہے جو ان کے بارہ بیٹوں سے ہے۔

۲۔ ''یسومونکم'': تمکو عذاب دیتے تھے، رسوا کن عذاب ۔

[1] مائدہ ۲۰، ۲۶

۳۔ ''یستحیون'': زندہ رکھتے تھے۔

۴۔ ''یعکفون'': خاضعانہ طور پر عبادت کرتے تھے،پابند تھے ۔

۵۔ ''خوار'': گائے اور بھیڑ کی آواز ۔

٦۔ ''لن نبرح'': ہم ہرگز جدا نہیں ہوں گے،آگے نہ بڑھیں گے ۔

۷۔ ''فتنتم'':تمھارا امتحان لیا گیا،آزمائش خدا وندی،بندوں کے امتحان کے لئے ہے اور ابلیس اور لوگوں کا فتنہ،گمراہی اور زحمت میں ڈالنے کے معنی میں ہے، خدا وند عالم نے لوگوں کو فتنہ ابلیس سے خبر دار کیا ہے اور فرمایا ہے:(یا بنی آدم لا یفتننّکم الشیطان) اے آدم کے بیٹو!کہیں شیطان تمھیں فتنہ اور فریب میں مبتلا نہ کرے: اور لوگوں کے فتنہ کے بارے میں فرمایا)اِن الذین فتنوا المومنین و المومنات ثمّ لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم و لھم عذاب الحریق (بیشک جن لوگوں نے با ایمان مردوں اور عورتوں کو زحمتوں میں مبتلا کیا ہے پھر انھوں نے توبہ نہیں کی ان کیلئے جہنم کا عذاب اور جھلسا دینے والی آگ کا عذاب ہے۔

۸۔ ''باری'': خالق اور ہستی عطا کرنے والا.

۹۔ ''أسباطاً'': اسباط یہاں پر قبیلہ اور خاندان کے معنی میں ہے۔

۱۰۔ ''فا نبجست'': ابلنے لگا،پھوٹ پڑا ۔

۱۱۔ ''المن والسلوی'':المن؛جامد شہد کے مانند چپکنے والی اور شیریں ایک چیز ہے اور السلوی ؛بٹیر،ایساپرندہ جس کا شمار بحر ابیض کے پرندوں میں ہوتا ہے،جو موسم سرما میں مصر اور سوڈان کی طرف ہجرت اختیار کرتا ہے۔

۱۲۔ ''حِطة'': ہمارے گناہ کو جھاڑ دے،دھو دے،ہمارے بوجھ کو ہلکا کردے ۔

۱۳۔ ''رفعنا'': ہم نے بلند کیا، رفعت عطا کی۔

۱۴۔ ''میثاقکم'': تمہارا عہد وپیمان، میثاق: ایسا عہد وپیمان جس کی تاکید کی گئی ہو، عہد وپیمان کا پابند ہونا۔

۱۵۔ ''رجز'': عذاب، رجز الشیطان...اس کا وسوسہ۔

۱۶۔ ''یتیھون'': حیران و پریشان ہوتے ہیں، راستہ بھول جاتے ہیں۔

۱۷۔ ''لاتأس'': غمزدہ نہ ہو، افسوس نہ کرو۔

۱۸۔ ''لاتعدوا'': تجاوز نہ کرو، ظلم وستم نہ کرو۔

۱۹۔ ''میثاقاً غلیظاً'': محکم و مظبوط عہد وپیمان۔

۲۰۔ ''الحوایا'': آنتیں

۲۱۔ ''شرعًا'': آشکار اور نزدیک۔

۲۲۔ جعل لھم: ان کے لئیقانون گزاری کی، قانون مقرر و معین کیا۔

آیات کی تفسیر:

خداوند عالم نے گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل سے فرمایا: اُن نعمتوں کو یاد کرو جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور تمہارے درمیان پیغمبروں اور حکاّم کو قرار دیا نیز من وسلویٰ جیسی نعمت جو کہ دنیا میں کسی کو نہیں دی ہے تمہیں دی، خدا وند سبحان نے انھیں فرعون کی غلامی، اولاد کے قتل اور عورتوں کو کنیزی میں زندہ رکھنے کی ذلت سے نجات دی، فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا اور انہیں دریا سے عبور کرا دیا، اس کے باوجود جب انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ بتوں کی عبادت اور پوجا میں مشغول ہیں، تو موسیٰؑ سے کہا:

ہمارے لئے بھی انہی کے مشابہ اور مانند خدا بنادو تاکہ ہم اس کی عبادت اور پرستش کریں !اور جب حضرت موسیٰ کوہِ طور پر توریت لینے گئے تو یہ لوگ گوسالہ پرستی کرنے لگے اور جب موسیٰ نے انھیں حکم دیا کہ اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جائیں جو خدا نے ان کے لئے مقرر کی ہے تو ان لوگوں نے کہا : اے موسیٰ !وہاں ظالم اور قدرت مند گروہ (عمالقہ)ہے جب تک وہ لوگ وہاں سے خارج نہیں ہوں گے ہم وہاں داخل نہیں ہو سکتے ''یشوع'' یا ''دیع'' اور ان کی دوسری فرد نے ان سے کہا : شہر میں داخل ہو جاؤ بہت جلدی کامیاب ہو جاؤ گے،تو انھوں نے سرکشی اور نا فرمانی کی اور بولے:اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جائے اور عمالقہ سے جنگ کرے ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں!موسیٰ نے کہا : پروردگارا ! میں صرف اپنے اور اپنے بھائی کا مالک و مختار ہوں میرے اور اس گناہ گار قوم کے درمیان جدائی کردے!خداوند سبحان نے فرمایا : یہ مقدس اور پاکیزہ سرزمین ان لوگوں پر چالیس سال تک کے لئے حرام کر دی گئی ہے اتنی مدت یہ لوگ سینا نامی صحرا میں حیران و سرگرداں پھرتے رہیں گے تم ان گناہ گاروں کی خاطر غمگین نہ ہو۔

خداوندعالم ان لوگوں کے بارے میں سورۂ اعراف میں فرماتا ہے :بنی اسرائیل کو بارہ خاندان اور قبیلوں میں تقسیم کیا اورانہوں نے جب موسیٰ سے پانی طلب کیا تو ہم نے موسیٰ پر وحی کی کہ اپنا عصا پتھر پر مارو،اُس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے ہر قبیلہ کے لئے ایک چشمہ، نیزبادل کو ان کے سروں پر سایہ فگن کر دیا تاکہ خورشید کی حرارت وگرمی سے محفوظ رہیں،شہد کے مانند شرینی اور پرندہ کا گوشت ان کے کھانے کے لئے فراہم کیا، پھر کچھ مسافت طے کرنے کے بعدان سے کہا گیا : اس شہر میں جو کہ تمہارے روبرو ہے سکونت اختیار کرو اور اس کے محصولات سے کھاؤ اور شہر کے دروازے سے داخل ہوتے وقت خدا کا شکر ادا کرو اور اس کا سجدہ ادا کرتے ہوئے کہو !''حطۃ'' یعنی خداوندا ! ہمارے گناہوں کو بخش دے ستمگروں نے اس لفظ کو بدل ڈالا اور ''حطۃ'' کے جائے ''حنطۃ'' کہنے لگے[1]

[1] آیت کی تفسیر کے ذیل میں بحارالا نوار اور مجمع البیان میں اسی طرح مذکور ہے

یعنی ہم گندم (گیہوں) کے سراغ میں ہیں! خداوند عالم نے ان کے اس اعمال کے سبب آسمان سے عذاب نازل فرمایا۔خدا وند عالم نے سورۂ نساء میں فرمایا : اے پیغمبرؐ ! تم سے اہل کتاب کی خواہش ہے کہ تم کوئی کتاب ان کے لئے آسمان سے نازل کردو،یہ لوگ تواس سے پہلے بھی اس سے عظیم چیز کا حضرت موسیٰ سے مطالبہ کر چکے ہیں کہ خدا کو ہمیں آشکار اور کھلم کھلا دکھلادو تا کہ ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں ! ہم نے ان کے گناہوں کو معاف کیااور کوہِ طور کو ان کے اوپر جگہ دی۔

اسرائیل (یعقوب) کی پسندیدہ اور مرغوب ترین غذا دودھ اوراونٹ کا گوشت تھی ،یعقوبؑ ایک طرح کی بیماری میں مبتلا ہوئے اورخدا نے انھیں شفا بخشی،توانھوں نے بھی خدا وند عالم کے شکرانے کے طور پر محبوب ترین کھانے اور پینے کی چیزوں کو جیسے دودھ اور اونٹ کا گوشت وغیرہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور اسی طرح انھوں نے جگر اور گردے کی مخصوص چربی نیز دیگر چربی کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیا کیونکہ اس چربی کو ماضی میں قربانی کے لئے لے جاتے تھے اور آگ اسے کھا جاتی تھی [۱]۔ قوم یہود کا خدا سے جو عہد وپیمان تھا منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ جن کے مبعوث ہونے کی موسیٰؑ ابن عمران نے بشارت دی ہے یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خاتم الانبیاء محمدؐ کی بعثتؐ ان پر ایمان لائیں، اس بشارت کو اس سے پہلے ہم نے توریت کے سفر تثنیہ سے نقل کیا ہے۔

احکام کے بارے میں بھی انھوں نے عہد وپیمان کیا کہ شنبہ یعنی سنیچر کے دن تجاوز نہیں کریں گے (کام کاج چھوڑ دیں گے) خدا نے اس سلسلے میں محکم اور مضبوط عہد وپیمان لیا تھا،ان لوگوں نے خدا سے کئے ہوئے عہد وپیمان کو توڑ ڈالا اورآیات خدا وندی کا انکار کر گئے اور پاک وپاکیزہ خاتون مریم پر عظیم بہتان جو کچھ ہم نے متن میں ذکر کیا ہے تفسیر طبری اور سیوطی سے ماخوذ ہے میرے خیال میں جو کچھ سیرۂ ہشام میں ہے وہ متن میں مذکور عبارت سے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔باندھا اور زبر دست الزام لگایا اسی لئے تو خدا وند عالم نے تادیب کے عنوان سے بہت سی پاکیزہ چیزوں کو جو ان پر حلال تھیں حرام کردیا اورجب وہ لوگ گوسالہ پرستی

[۱] سیرۂ ابن ہشام ،طبع حجازی قاہرہ ، ج۲ ، ص ۱۶۸ ،۱۶۹

کرنے لگے تو انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو قتل کریں یعنی جس نے بھی گوسالہ پر ایمان نہیں رکھا گوسالہ پرستوں قتل کرے اسی طرح جب یہ لوگ خدا پر ایمان لانے سے مانع ہوئے اور سود کا معاملہ کرنے لگے اور سود کھانے لگے، باوجودیکہ سود (ربا) سے انھیں منع کیا گیا تھا تواُن پر حلال اور پاکیزہ چیزیں بھی حرام کردی گئیں۔

ان کی دوسری مخالفت اس پیمان کا توڑنا تھا جو انھوں نے خدا سے کیا تھا کہ شنبہ کے دن مچھلی کا شکار نہیں کریں گے اور اس کے لئے انھیں سخت تاکید کی گئی تھی، سنیچر کے دن مچھلیاں ساحل کے کنارے سطح آب پر آجاتی تھیں لیکن دیگر ایام میں ایسا نہیں کرتی تھیں اور یہ ان کا مخصوص امتحان تھا سنیچر کے دن چھٹی کرنا صرف اور صرف بنی اسرائیل سے مخصوص تھا، وہی لوگ کہ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا، اس امتحان میں گرفتار ہوئے۔

خداوندعالم سورۂ نساء میں فرماتا ہے: اہل کتاب یہودی تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے لئے آسمان سے کوئی کتاب نازل کرو، یہ لوگ تو اس سے پہلے بھی اس سے عظیم چیز کا حضرت موسیٰؑ سے مطالبہ کر چکے ہیں کہ خدا کو ہمیں آشکار اور کھلم کھلا دکھاؤ تا کہ ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں! ہم نے ان کے گناہوں کو معاف کیا اور کوہِ طور کو ان کے سروں پر لٹکا دیا اور ان سے سخت اور محکم عہد و پیمان لیا کہ جو کچھ موسیٰؑ ابن عمران ان کے لئے لائے ہیں اس پر ایمان لاکر عمل کریں گے، ہمارے پیمان کا بعض حصّہ خدا کے پیغمبر بالخصوص حضرت عیسیٰؑ ابن مریم اور محمد ابن عبد اللہ پر ایمان لانا تھا، لیکن ان لوگوں نے مریم عذرا، پر ناروا تہمت لگائی اور توریت کے احکام کو کذب پر محمول کیا، خدا کے نبیوں کا انکار کیا اور بہت سوں کو قتل کر ڈالا اور راہ خدا سے روکا، سود لیا، لوگوں کے اموال کو ناجائز طور پر خورد و برد کیا تو ہم نے بھی ان تمام ظلم و ستم کے باعث ان پاکیزہ چیزوں کو جو اس سے پہلے ان کے لئے حلال تھیں حرام کردیا، ان پر حرام ہونے والی اشیاء میں سنیچر کے دن ساحل پر رہنے والوں کے لئے مچھلی کا شکار کرنا بھی تھا جہاں اس دن مچھلیاں آشکار طور پر ان سے نزدیک ہو جاتی تھیں اور خود نمائی کرتی تھیں۔

بحث کا نتیجہ:

خدا وند عالم نے بنی اسرائیل کو مصر کے ''فرعونیوں'' اور شام کے ''عمالقہ'' اور اس عصر کی تمام ملتوں پر فضیلت اور برتری دی تھی بہت سے انبیاء جیسے موسیٰ، ہارون، عیسیٰ اور ان کے اوصیاء کو ان کے درمیان مبعوث کیا اور اس سے بھی اہم یہ کہ توریت ان پر نازل کی، ان سے سخت اور محکم پیمان لیا تا کہ جو کچھ ان کی کتابوں میں مذکور ہے اس پر عمل کریں، ''من وسلویٰ'' جیسی نعمت کا نزول ،پتھر سے ان کے لئے پانی کا چشمہ جاری کرنا وغیرہ وغیرہ نعمتوں سے سرفراز فرمایا، لیکن ان لوگوں نے تمام نعمتوں کے باوجود آیات الٰہی کا انکار کیا اور گوسالہ کے پجاری ہوگئے، سود لیا ،لوگوں کے اموال ناجائز طور پر کھائے اور اس کے علاوہ ہر طرح کی نافرمانی اور طغیانی کی، ایسے لوگوں کے اپنے آلودہ نفوس کی تربیت کی سخت ضرورت تھی اس لئے خدا وند عالم نے ان پر خود کو قتل کرنا واجب قرار دیا نیز سنیچر کے دن دنیاوی امور کی انجام دہی ان پر حرام کردی، لیکن ان لوگوں نے سنیچر کے دن ترک عمل پر اختلاف کیا ،جیسا کہ اس ساحلی شہر کے لوگوں نے بھی اس سلسلے میں حیلے اور بہانے سے کام لیا !خدا وند سبحان نے ان چیزوں کو جو کچھ اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کیا تھا (چربی ،اونٹ کا گوشت اور اس جیسی چیزوں کا کھانا) ان کی جان کی حفاظت کی غرض سے ان پر بھی حرام کردیا، اس کے علاوہ چونکہ بنی اسرائیل ہمیشہ قبائلی اتحاد و یکجہتی اور اٹوٹ رشتہ کے محتاج تھے تا کہ ان سرکش وطاغی عمالقہ اور قبطیوں کا مقابلہ کر سکیں جو ان کو چاروں طرف سے اپنے محاصرہ میں لئے ہوئے تھے، لہٰذا خداوند عالم نے بھی قبل اس کے کہ ہیکلِ سلیمان نامی معروف مسجد کی تعمیر کریں،ان پر واجب قرار دیا کہ سب ایک ساتھ عبادت کے لئے ''خیمہ اجتماع'' کے پاس جمع ہوں اور اپنی دینی رسومات کو ہارون کے فرزندوں کی سرپرستی میں بجا لائیں جس طرح عیسیٰ ابن مریم کو اور ان کی مادر گرامی مریم کو جو کہ حضرت داؤد کی نسل (جو بنی اسرائیل کے یہودا کی نسل) سے تھیں ان کی طرف روانہ کیا اور بعض وہ چیزیں جو ان پر حرام تھیں حلال کر دیا ،جیسا کہ حضرت عیسیٰ کی زبانی سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے: (انّی قد جئتکم بآےۃ من ربّکم...) و

مصدقاً لما بین یدیّ من التوراۃ و لأحلّ لکم بعض الذی حرّم علیکم[1]...) میں تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے لئے ایک نشانی لایا ہوں اور جو کچھ مجھ سے پہلے توریت میں موجود تھا اس کی تصدیق اور اثبات کرتا ہوں اور آیا ہوں تاکہ بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں حلال کر دوں۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے واضح ہو گیا کہ انبیاء بنی اسرائیل موسیٰ ابن عمرانؑ سے لے کر عیسیٰ ابن مریمؑ تک بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، نیز توریت میں بعض شرعی احکام بھی صرف بنی اسرائیل کی مصلحت کے لئے نازل ہوئے ہیں اس بنا پر ایسے احکام موقت یعنی وقتی ہوتے ہیں اور یہ ان چیزوں کے مانند ہیں جنھیں اسرائیل (یعقوبؑ) نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا لہٰذا ان میں بعض کی مدت عیسیٰ ابن مریمؑ کی بعثت سے تمام ہو گئی اور آپؑ نے اُن محرمات میں سے کچھ کو ان کے لئے حلال کر دیا اور کچھ باقی بچے ہوئے تھے جن کی مدت حضرت خاتم الانبیاء محمدؐ کی بعثت تک تھی وہ بھی تمام ہو گئی لہٰذا ایسے میں آنحضرتؐ آئے اور ان سب کی مدت تمام ہونے کو بیان فرمایا۔

خداوند عالم اس موضوع کو سورۂ اعراف میں اس طرح بیان کرتا ہے: (الذین یتبعون الرسول النّبی الأمیّ الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوارۃ و الأنجیل یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر و یحلّ لھم الطیّبات و یحرّم علیھم الخبائث و یضع عنھم إصرھم و الأغلال التی کانت علیھم[2]) جو لوگ اس رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جس کے صفات توریت اور انجیل میں جو خود ان کے پاس موجود ہے لکھا ہوا ہے وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی اور منکر سے روکتا ہے، پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے وران کے سنگین بار کو ان پر سے اٹھا دیا ہے اور جن زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے انھیں اس سے آزاد کر دیتا ہے۔ ''اِصرھم'': ان کے سنگین بوجھ یعنی وہ سخت تکالیف و احکام جو ان کے ذمہ تھے۔ نسخ کی یہ شان حضرت موسیٰؑ کی شریعت

---

[1] آل عمران ، ۴۹۔ ۵۰

[2] اعراف ، ۱۵۷

میں ان سے پہلے شرائع کی بنسبت تھی، اسی طرح بعض وہ چیزیںجو موسیٰ کی شریعت میں تھیں حضرت خاتم الانبیاء محمدؐ کی شریعت میں نسخ ہو گئیں۔

''نسخ ''کی دوسری قسم یہ ہے کہ یہ نسخ صرف ایک پیغمبر کی شریعت میں واقع ہوتا ہے،جیسا کہ آگے آئے گا۔ایک پیغمبرؐ کی شریعت میں نسخ کے معنی ایک پیغمبر کی شریعت میں نسخ کے معنی کی شناخت کے لئے ،اس کے کچھ نمونے جو حضرت خاتم الانبیاء کی شریعت میں واقع ہوئے ہیں بیان کررہے ہیں:یہ نمونہ وجوب صدقہ کے نسخ ان لوگوں کے لئے تھا جو چاہتے تھے کہ پیغمبر سے نجویٰ اورراز ونیاز کی باتیں کریں،جیسا کہ سورۂ ''مجادلہ ''میں ذکر ہوا ہے:(یَاأَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا نَاجَیْتُمْ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوَاکُمْ صَدَقَةً ذَلِکَ خَیْرٌ لَکُمْ وَأَطْہَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِیمٌ (١٢) أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوَاکُمْ صَدَقَاتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللهُ عَلَیْکُمْ فَأَقِیمُوا الصَّلاَةَ وَآتُوا الزَّکَاةَ وَأَطِیعُوا اللهَ وَرَسُولَہُ وَاللهُ خَبِیرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[1] (١٣)اے صاحبان ایمان! جب رسول اللہ سے نجویٰ کرنا چاہو تواس سے پہلے صدقہ دو ،یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ ہے اور اگر صدقہ دینے کو تمھارے پاس کچھ نہ ہو تو خدا وندعالم بخشنے والا اور مہربان ہے،کیا تم نجویٰ کرنے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈرتے ہو؟اب جبکہ یہ کام تم نے انجام نہیں دیا اور خدا نے تمہاری توبہ قبول کرلی، تو نماز قائم کرو ،زکوۃ ادا کرو اور خدا و پیغمبر کی اطاعت کرو کیونکہ تم جو کام انجام دیتے ہو اس سے خدا آگاہ اور باخبر ہے۔اس داستان کی تفصیل تفاسیر میں اس طرح ہے:بعض صحابہ حد سے زیادہ پیغمبرؐ سے نجویٰ کرتے تھے اور اس کام سے یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ وہ پیغمبرؐ کے خاص الخاص اور نزدیک ترین افراد میں سے ہیں،رسول اکرم کا کریمانہ اخلاق بھی ایسا تھا کہ کسی ضرورتمند کی درخواست کو رد نہیں کرتے تھے،یہ کام رسول اکرمؐ کے لئے بسا اوقات دشواری کا باعث بن جاتا تھااس کے باوجود آپ اس پر صبر و تحمل کرتے تھے۔

[1] مجادلہ ١٢، ١٣،(اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں تفسیر طبری اور دیگر روائی تفاسیر دیکھئے)

اس بنا پر جو لوگ پیغمبر سے نجوی کرنا چاہتے تھے ان کے لئے صدقہ دینے کا حکم نازل ہوا پھر اس گروہ نے پیغمبرؐ سے نجویٰ کرنا چھوڑ دیا لیکن حضرت امام علیؑ بن ابی طالب نے ایک دینار کو دس درہم میں تبدیل کر کے دس مرتبہ صدقہ دے کر پیغمبر اکرمؐ سے اہم چیزوں کے بارے میں نجویٰ و سرگوشی فرمائی. اس ہدف کی تکمیل اور اس حکم کے ذریعہ اس گروہ کی تربیت کے بعد اس کی مدت تمام ہوگئی اور صدقہ دینے کا حکم منسوخ ہوگیا (اٹھا لیا گیا)۔

نسخ کی بحث کا خلاصہ اور اس کا نتیجہ

جمعہ کا دن حضرت آدمؑ سے لیکر انبیاء بنی اسرائیل کے زمانے تک یعنی موسیٰ ابن عمرانؑ سے عیسیٰ بن مریمؑ تک بنی آدم کے لئے ایک مبارک اور آرام کا دن تھا۔ اسی طرح حضرت آدمؑ اور ان کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے زمانے تک سارے پیغمبروں نے منا سک حج انجام دئے، میدان عرفات، مشعر اور منیٰ گئے اور خانہ کعبہ کا سات بار طواف کیا، اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اس کے بعد اپنے تابعین اور ماننے والوں کے ہمراہ حج میں خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

حضرتؑ نوح نے بھی حضرت آدم کے بعد ان کی شریعت کی تجدید کی اور حضرت خاتم الانبیاءؑ کی شریعت کے مانند شریعت پیش کی اور ان کے بعد تمام انبیاء نے ان کی پیروی کی کیونکہ خدا وند متعال فرماتا ہے:[1]۔ (شرع لکم من الدین ما وصّیٰ بہ نوحاً!..) تمہارے لئے وہ دین مقرر کیا ہے جس کا نوحؑ کو حکم دیا تھا۔

۲۔ (وإن من شیعتہ لأبراہیم)ابراہیم ان کے پیروکاروں اور شیعوں میں تھے[2]۔

۳۔ خاتم الانبیاءؑ اور ان کی امت سے بھی فرماتا ہے:

الف۔ (اتبع ملّة ابراہیم حنیفاً)ابراہیمؑ کے خالص اور محکم دین کا اتباع کرو۔

---

[1] شوری ، ۱۳
[2] صافات ، ۸۳

ب ۔ (فاتبعوا ملۃ أبراہیم حنیفاً)

پھر ابراہیمؑ کے خالص اور محکم و استوار دین کا اتباع کرو[1]۔

اس لحاظ سے رسولوں کی شریعتیں حضرت آدمؑ کے انتخاب سے لے کر حضرت خاتمؐ کے چناؤ اور انتخاب تک یکساں ہیں مگر جو کچھ انبیاء بنی اسرائیل کی ارسالی شریعت میں موسیٰ ابن عمران سے عیسیٰ بن مریمؑ تک وجود میںآیا اس میں خاص کر اس قوم کی مصلحت کا لحاظ کیا گیا تھا، خدا وند عالم ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ (کلّ الطعام کان حلاً لبنی أسرائیل الاّ حرم اسرائیل علیٰ نفسہ[2]) کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں، بجز اس کے جسے اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

۲۔ (و علیٰ الذین ھادوا حرمنا ما قصصنا علیک من قبل[3])اور اس سے پہلے جن کی تم سے ہم نے شرح و تفصیل بیان کی وہ سب ہم نے قوم یہود پر حرام کردیا۔

۳۔ (انما جعل السبت علیٰ الذین اختلفوا فیہ[4]) سنیچر کے دن کی تعطیل صرف ان لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔توریت کے سفر تثنیہ کے ۳۳ ویں باب کے چوتھے حصّہ میں بھی صراحت کے ساتھ ذکر ہوا ہے: ''موسیٰ نے ہمیں با لخصوص اولاد یعقوبؑ کی شریعت کا حکم دیا ہے'' اس تغیر کی بھی حکمت یہ تھی کہ بنی اسرائیل ایک ہٹ دھرم ،ضدی، جھگڑالو اور کینہ پرور قوم تھی اس قوم کے لوگ اپنے انبیاء سے عداوت و دشمنی کرتے اور نفس امارہ کی پیروی کرتے تھے اور دشمنوں کے مقابلہ میں سستی، بے چارگی اور زبوں حالی کا مظاہرہ کرتے، یہ لوگ اس کے بعد کہ خدا نے ان کے لئے دریا میں راستہ بنایا

---

[1] آل عمران ۹۵
[2] آل عمران ۹۳
[3] نحل ۱۱۸
[4] نحل ۱۲۴

اور فرعون کی غلامی جیسی ذلت و رسوائی سے نجات دی، گوسالہ پرست ہوگئے اور مقدس سر زمین جسے خدا نے ان کے لئے مہیا کیا تھا ،عمالقہ کے ساتھ مقابلہ کی دہشت سے اس میں داخل ہونے سے انکار کر گئے؛ اس طرح کی امت کے نفوس کی از سر نو تربیت اور تطہیر کے لئے شریعت میں ایک قسم کی سختی درکار تھی لہٰذا وہ مومنین جو خود گوسالہ پرست نہیں تھے انہیں گوسالہ پرست مرتدین کو قتل کر ڈالنے کا حکم دیا گیا ، نیز ان پر سنیچر کے دن کام کرنا حرام کر دیا گیا اور انھیں صحرائے سینا میں چالیس سال تک حیران و سر گرداں بھی رہنا پڑا ۔

دوسری طرف ، اس لحاظ سے کہ وہ اپنے زمانہ کے تنہا مومن تھے اور ان کے گرد ونواح کا ، تجاوز گر کافروں اور طاقتور ملتوں نے احاطہ کر رکھا تھا لہٰذا انھیں آپس میں قوی و محکم ارتباط و اتحاد کی شدید ضرورت تھی تا کہ اپنے کمزوریوں کی تلافی کرتے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کریں اور دوسروں سے خود کو جدا کرتے ہوئے اپنی مستقل شناخت بنائیں اور اپنے درمیان اتحاد و اتفاق قائم رکھیں، لہٰذا خداوند عالم نے ان اہداف تک پہنچنے کے لئے ان کے لئے ایک مخصوص قبلہ معین فرمایا ،جس میں وہ تابوت رکھا تھا کہ جس میں الواح توریت، ان سے مخصوص کتاب شریعت اور آل موسیٰ اور ہارون کا تمام ترکہ تھا[1] ۔

نیز بہت سے دیگر قوانین جو ان کے زمان ومکان کے حالات اور ان کی خاص ظرفیت کے مطابق تھے ان کے لئے نازل فرمائے ۔ حضرت عیسی بن مریم کے زمانہ میں بعض حالات کے نہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے بعض قوانین ختم ہوگئے اور عیسیٰ نے ان میں سے بعض محرمات کو خدا کے حکم سے حلال کر دیا ۔ حضرت خاتم الانبیاء کے زمانہ میں بنی اسرائیل شہروں میں پھیل گئے اور تمام لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے ، وہ لوگ جن ملتوں کے درمیان زندگی گزار رہے تھے اس بات سے کہ ان کی حقیقت جدا ہے اور دوسرے لوگ یہ درک کر لیں کہ یہ لوگ ان لوگوں کی جنس سے نہیں ہیں اور ان کا رہن و سہن پڑوسیوں اور دیگر ہم شہریوں سے الگ تھلگ ہے ، وہ لوگ آزردہ خاطر رہتے تھے خاص کر شہر والے اسرائیلیوں کو اپنوں میں شمار نہیں کرتے تھے اور انھیں ایک

---

[1] سورۂ بقرہ ۲۸۴

متحد سماج و معاشرہ کے لئے مشکل ساز اور بلوائی سمجھتے تھے، اسی لئے جو احکام انھیں دیگر امتوں سے جدا اور ممتاز کرتے تھے ان کے لئے وبال جان ہوگئے سنیچر کے دن کی تعطیل جیسے امور جو کہ تمام امتوں کے بر خلاف تھے ان کے لئے بار ہوگئے جیسا کہ سفر تثنیہ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے ۔

حضرت خاتم الانبیاء محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا وند عالم کے حکم سے ان کی مشکل بر طرف کر دی اور گزشتہ زمانوں میں جو چیزیں ان پر حرام ہوگئی تھیں ان سب کو حلال کر دیا ، خدا وند عالم نے سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا : (الذین یتبعون الرسول النبی الأمّی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ و الأنجیل یأمرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر و یحلّ لھم الطیّبات و یحرّم علیھم الخبائث و یضع عنھم اصرھم والأغلال التی کانت علیھم[1])وہ لوگ جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کے صفات اپنے پاس موجود توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ پیغمبران لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہوئے منکر اور برائیوں سے روکتا ہے پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال اور گندگیوں اور نا پاک چیزوں کو حرام کرتا ہے؛ اور ان کے سنگین بار ان سے اٹھاتے ہوئے ان کی گردن میں پڑی زنجیر کھول دیتا ہے ۔

خدا وند عالم نے اس طرح سے ان احکام کو جو گزشتہ زمانوں میں ان کے فائدہ کیلئے تھے اور بعد کے زمانے میں جب یہ لوگ عالمی سطح پر دوسرے لوگوں سے مخلوط ہوتے تو یہی احکام ان کے لئے وبال جان بن گئے ، خدا نے ایسے احکام کو ان کی گردن سے اٹھا لیا ، لیکن جو احکام حضرت موسیٰ ابن عمران کی شریعت میں تمام لوگوں کے لئے تھے اور بنی اسرائیل بھی انھیں میں سے تھے نہ وہ احکام اٹھائے گئے اور نہ ہی نسخ ہوئے جیسے کہ توریت میں قصاص کا حکم، خدا وند عالم سورۂ مائدہ میں اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے :(انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدیً و نور یحکم بھا النبیّون الذین أسلموا للذین ھادوا...) (و کتبنا علیھم فیھا أن النفس بالنفس و العین با لعین والأنف بالأنف و الاذن بالاذن و السّن بالسّن و الجروح قصاص فمن تصدّق بہ فھو کفارۃ لہ و من لم یحکم بما انزل اللہ فأولآئک ھم

[1] اعراف ۱۵۷

الظالمون[1]) ہم نے توریت نازل کی کہ جس میں ہدایت اور نور ہے، خدا کے سامنے سراپا تسلیم پیغمبرؑ اسی سے یہود کے درمیان حکم دیا کرتے تھے اوران پر اس (توریت) میں ہم نے یہ معین کیا کہ جان کے بدلے جان ،آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے عوض کان ،دانت کے عوض دانت ہو اور ہر زخم قصاص رکھتا ہے اور جو قصاص نہ کرے یعنی معاف کردے تو یہ اس کے (گناہوں) کے لئے کفارہ ہے اور جو کوئی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق حکم نہ کرے تو وہ ظالم و ستمگر ہے۔

جس حکم قصاص کا یہاں تذکرہ ہے توریت سے پہلے اور اس کے بعد آج تک اس کا سلسلہ جاری ہے،وہ تمام احکام جن کو خدا نے انسان کے لئے اس حیثیت سے کہ وہ انسان ہیں مقرر و معین فرمایا ہے وہ کسی بھی انبیاء کے زمانے اور شریعتوں میں تبدیل نہیں ہوئے ۔

آیۂ تبدیل کی شان نزول جب خدا وند سبحان نے شریعت موسیٰ کے بعض احکام کو دوسرے احکام سے حضرت خاتم الانبیاءؐ کی شریعت میں تبدیل کردیا (جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے) توقریش نے رسول پر شورش کی اور بولے : تم خدا کی طرف جھوٹی نسبت دے رہے ہو!تو خدا وند عالم نے اُن کی بات انھیں کی طرف لوٹاتے ہوئے فرمایا :(واذا بدلنا آےۃ مکان آےۃ و اللہ اعلم بما ینزّل قالوا اِنّما أنت مفتر...) (اِنما یفتری الکذب الذین لاےؤمنون بآیات اللہ...) (فکلوا مما رزقکم اللہ حلا لاً طیباً[2]) اور جب ہم کسی حکم کو کسی حکم سے تبدیل کرتے ہیں (اور خدا بہتر جانتا ہے کہ کونسا حکم نازل کرے)تو وہ کہتے ہیں : تم صرف ایک جھوٹی نسبت دینے والے ہو ...،صرف وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔ لہٰذا جو کچھ خدا نے تمہارے لئے رزق معین فرمایا ہے اس سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ۔یعنی کچھ چیزیں جیسے اونٹ کا گوشت ،حیوانات کے گوشت کی چربی تم پر حرام نہیں ہے، صرف مردار ، خون، سؤر کا گوشت اور وہ تمام جانور جن کے ذبح کے وقت خدا کا نام نہیں لیا گیا ہے، حرام ہیں، نیز وہ

---

[1] مائدہ ۴۴، ۴۵

[2] نحل ، ۱۰۱ ، ۱۰۵، ۱۱۴

قربانیاں جو مشرکین مکّہ بتوں کو ہدیہ کرتے تھے اسکے بعد خدا وند عالم نے قریش کو خدا پر افترا پردازی سے روکا اور فرمایا : من مانی اور ہٹ دھرمی سے نہ کہو : یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے ۔

چنانچہ ان کی گفتگو کی تفصیل سورۂ انعام میں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:(وقالوا هذه أنعام و حرث حجر لا یطعمها اِلاّ من نشاء بزعمهم و أنعام حرمت ظهورها و أنعام لا یذکرون اُسم الله علیها أفتراء علیه و سیجزیهم بما کانوا یفترون)(و قالوا ما فی بطون هذه الأنعام خالصة لذکورنا و محرّم علیٰ أزواجنا واِن یکن میتةً فهم فیه شرکاء سیجزیهم و صفهم أنّه حکیم علیم [1])انھوں نے کہا : یہ چوپائے اور یہ زراعت ممنوع ہے، بجزان لوگوں کے جن کو ہم چاہیں (ان کے اپنے گمان میں)کوئی دوسرا اس سے نہ کھائے اور کچھ ایسے چوپائے ہیں جن پر سواری ممنوع اور حرام ہے ۔

اور وہ چوپائے جن پر خدا کا نام نہیں لیتے تھے اور خدا کی طرف ان سب کی جھوٹی نسبت دیتے تھے عنقریب ان تمام بہتانوں کا بدلہ انہیں دیا جائے گا اور وہ کہتے تھے : جو کچھ اس حیوان کے شکم میں ہے وہ ہم مردوں سے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے !اور اگر مر جائے تو سب کے سب اس میں شریک ہیں خدا وند عالم جلد ہی ان کی اس توصیف کی سزا دے گا وہ حکیم اور دانا ہے۔سورۂ یونس میں بھی اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: (قل أرأیتم ماأنزل الله لکم من رزق فجعلتم منه حراماًوحلالاً قل آٗالله أذن لکم أم علیٰ الله تفترون [2])کہو: جو رزق خدا وند عالم نے تمہارے لئے نازل کیا ہے تم نے اس میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام کر دیا، کیا خدا نے تمھیں اس کی اجازت دی ہے ؟یا خدا پر افترا پردازی کر رہے ہو؟اس طرح رسول خداؐاور مشرکین قریش کے درمیان حلال و حرام کا مأ لہ قریش کے خود ساختہ موضوعات سے لے کر شریعت موسیٰؑ کے احکام تک کہ جنھیں جسے خدا نے مصلحت کی بناء پر حضرت خاتمؐ کی شریعت میں دوسرے احکام سے تبدیل کر دیا ،سب کے سب

[1] انعام ۱۳۸، ۱۳۹
[2] یونس ۵۹

موضوع بحث تھے۔مکہ میں قریش ہر وہ حلال و حرام جسے رسول اکرم خدا کے فرمان کے مطابق پیش کرتے تھے اور وہ ان کے دینی ماحول کے اور جو کچھ موسیٰ ابن عمران کی شریعت کے بارے میں جانتے تھے۔

اس کے مخالف ہوتا تو عداوت و دشمی کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے اسی دشمنی کا مدینہ میں بھی یہود کی طرف سے سامنا ہوا، وہ پیغمبرؐ سے ان احکام کے بارے میں جو توریت کے بعض حصے کو نسخ کرتے تھے جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے خدا وند عالم سورۂ بقرہ میں اس جدال کو بیان کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرماتا ہے:(أفکلما جاءکم رسول بما لا تھوی أنفسکم أستکبرتم ففریقاً کذبتم و فریقاً تقتلون[1]) کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کسی رسول نے تمہاری نفسانی خواہشات کے برعکس کوئی کسی چیز پیش کی، تو تم نے تکبر سے کام لیا،لہٰذا کچھ کو جھوٹا کہا اور کچھ کو قتل کر ڈالا؟(و اذا قیل لھم آمنوا بما أنزل اللّٰہ قالوا نؤمن بما أنزل علینا ویکفرون بما وراۂ[2]...)

اور جب ان سے کہا گیا :جو کچھ خدا نے نازل کیا ہی اسپر ایمان لاؤ!تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو خود ہم پر نازل ہوا ہے اوراس کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں۔اور پیغمبر سے فرماتا ہے:(ما ننسخ من آےۃ أو ننسھا نأت بخیر منھا أومثلھا۔)

ہم اُس وقت تک کوئی حکم نسخ نہیں کرتے یااسے تاخیر میں نہیں ڈالتے ہیں جب تک کہ اس سے بہتر یااس جیسا نہ لے آئیں[3]۔

(ولن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصاریٰ حتیٰ تتبع ملّتھم[4]۔)یہود و نصاریٰ ہر گز تم سے راضی نہیں ہوں گے جب تک کے ان کے دین کا اتباع نہ کرلو۔توریت کے نسخ شدہ احکام بالخصوص تبدیلی قبلہ سے متعلق بنی اسرائیل کے رسول خداء سے نزاع و جدال کرنے کی خبر دیتے ہوئے خدا وند عالم سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے'' : ہم آسمان کی جانب تمہاری انتظار آمیز نگاہ کو دیکھ رہے ہیں ؛ اب اس قبلہ کی سمت جس سے تم راضی اور خشود ہو جاؤ گے تمہیں موڑ دیں گے ،بہاں کہیں بھی ہو اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف کر لو،اہل کتاب(یہود و نصاریٰ) خوب جانتے ہیں کہ یہ حق ہے اوران کے رب کی طرف سے ہے اور تم جیسی بھی آیت اور نشانی اہل کتاب

[1] بقرہ ، ٨٧
[2] بقرہ ،٩١
[3] بقرہ ، ١٠٦
[4] بقرہ ، ١٢٠

کے سامنے پیش کرو وہ لوگ تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے[1]۔ پس اس مقام پر نسخ آیت سے مراد اس حکم خاص کا نسخ تھا، جس طرح ایک آیت کو دوسری آیت سے بدلنے سے مراد کہ جس کے بارے میں قریش رسول اکرمؐ سے نزاع کر رہے تھے، مکّہ میں قریش اور غیر قریش کے درمیان بعض حلال و حرام احکام کو تبدیل کرنا ہے۔

بنابراین واضح ہوا کہ خدا کے کلام: ''وإذا بدّلنا آےۃ مکان آےۃ'' میں لفظ آیت سے مراد حکم ہے، یعنی: ''إذا بدلنا حکماً مکان حکم''، جب بھی کسی حکم کو حکم کی جگہ قرار دیں۔ اور خداوندعالم کے اس کلام ''ما ننسخ من آےۃ أو ننسھا'' سے بھی مراد یہ ہے: جب کبھی کوئی حکم ہم نسخ کرتے یا اسے تاخیر میں ڈالتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسا اس کی جگہ لاتے ہیں۔ حکم کو تاخیر میں ڈالنے کی مثال: موسیٰ کی شریعت میں کعبہ کی طرف رخ کرنے کو تاخیر میں ڈالنا اور اس کا بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کے حکم سے تبدیل کرنا ہے کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل کے لئے مفید اور سود مند تھا۔

نسخ حکم اور اسے اسی سے بہتر حکم سے تبدیل کرنے کی مثال خاتم الانبیاء کی شریعت میں بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کے حکم کا منسوخ کرنا ہے کہ تمام لوگ تاریخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا رخ کعبہ کی طرف کریں۔ پس ایک آیت کے دوسری آیت سے تبدیل کرنے کا مطلب ایک حکم کو دوسرے حکم سے تبدیل کرنا ہے، اس طرح واضح ہوگیا کہ خداوندعالم جو احکام لوگوں کے لئے مقرر کرتا ہے کبھی انسان کی مصلحت اس حیثیت سے کہ وہ انسان ہے اسمیں لحاظ کی جاتی ہے ایسے احکام نا قابل تغییر و تبدیل ہوتے ہیں جیسا کہ خداوندعالم نے سورۂ روم میں اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: (فأقم وجھک للدین حنیفاً فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولٰکن أکثر الناس لایعلمون[2]) اپنے رخ کو پروردگار کے خالص اور پاکیزہ دین کی طرف کر لو، ایسی فطرت کہ جس پر خداوندعالم نے انسان کی تخلیق فرمائی ہے آفرینش خداوندی میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہے یہی محکم و استوار دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یعنی اُن قوانین میں جنھیں خداوندعالم نے لوگوں کی فطرت کے مطابق بنائے میں کسی قسم کی تبدیلی

---

[1] بقرہ ۱۴۴، ۱۴۵
[2] روم، ۳۰

ممکن نہیں ہے، سورۂ بقرہ میں اسی کے مانند خدا کا کلام ہے: (والوالدات یرضعن أولا دھن حولین کاملین لمن أراد أن یتم الرضاعۃ[1]) اور جو مائیں زمانہ رضاعت کو کامل کرنا چاہتی ہیں، وہ اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں۔ یہ مائیں کوئی بھی ہوں اور کہیں بھی زندگی گزارتی ہوں ان میں کوئی فرق نہیں، خواہ حضرت آدم کی بیوی حوا ہوں جو اپنے نومولود کو درخت کے سائے میں یا غار میں دودھ پلائیں، یا ان کے بعد کی نسل ہو، جو غاروں، خیموں اور محلوں میں دودھ پلاتی ہے دو سال مکمل دودھ پلانا ہے۔

اسی طرح بنی آدم کے لئے کسی تبدیلی کے بغیر روزہ، قصاص اور ربا (سود) کی حرمت کا حکم ہے، جیساکہ خدا وند سبحان سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے

۱۔ (یا أیّھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون[2]) اے صاحبان ایمان! روزہ تم پر اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض تھا شاید پرہیز گار ہو جاؤ۔

۲۔ (یا أیّھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص[3]) اے صاحبان ایمان! تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔

۳۔ (و أحلّ اللہ البیع و حرّم الرّبا[4]) خدا وند عالم نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام کیا ہے۔

یہ اور دیگر وہ احکام جسے خدا وندعالم نے انسان کی انسانی فطرت کے مطابق اسکے لئے مقرر فرمایا ہے کسی بھی آسمانی شریعت میں تغییر نہیں کرتے، یہ احکام قرآن میں لفظ ''وصّٰی، یوصیکم، وصےٰاور کتب'' جیسے الفاظ سے تعبیر ہوئے ہیں۔

لیکن جن احکام کو خداوندعالم نے خاص حالات کے تحت بعض لوگوں کے لئے مقرر کیا ہے، ان کی مدت بھی ان حالات کے ختم ہو جانے سے ختم ہوجاتی ہے جیسے وہ احکام جنھیں بنی اسرائیل سے متعلق ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا جواُن کے خاص حالات

---

[1] بقرہ، ۲۳۳۔
[2] بقرہ، ۱۸۳
[3] بقرہ، ۱۷۸
[4] بقرہ، ۲۷۵.

سے مطابقت رکھتے تھے، یا وہ احکام جو خدا وند عالم نے پیغمبرؐ کے ہمراہ مکّہ سے ہجرت کرنے والوں کے لئے مقرر فرمائے اور عقد مواخات کے ذریعہ ایک دوسرے کا وارث ہونا انصار مدنیہ کے ساتھ ہجرت کے آغاز میں قانونی حیثیت سے متعارف اور شناختہ شدہ تھا پھر فتح مکّہ کے بعد اس کی مدت تمام ہوگئی ۔

اور یہ حکم منسوخ ہوگیا، خدا وند عالم سورۂ انفال کی ۷۲ ویں ۷۵ ویں آیت تک اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: (اِن الذین آمنو أوھاجروا)وہ لوگ جو ایمان لائے اور مکّہ سے ہجرت کی۔ (وآلذین آووا ونصروا) اور وہ لوگ جنھوں نے پناہ دی اور نصرت فرمائی یعنی مدینہ میں پیغمبر ؐکے انصار ۔ (أولآءک بعضھم أولیاء بعض)ان لوگوں میں بعض، بعض کے وارث اور ولی ہیں یعنی میراث لینے اور نصرت کرنے کی ولایت رکھتے ہیں.(والذین آمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیء حتیٰ یھاجروا والذین کفروا بعضھم أولیاء بعض)جن لوگوں نے ایمان قبول کیا لیکن ہجرت نہیں کی تم لوگ کسی قسم کی ولایت ان کی بہ نسبت نہیں رکھتے، یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں...اور جو لوگ کافر ہوگئے ہیں اُن میں سے بعض، بعض کے ولی اور سرپرست ہیں۔

پھر خدا نے اس حکم کے نسخ ہونے کو اس طرح بیان فرمایا ہے: (وأولوا الأرحام بعضھم أولی ببعض فی کتا ب اللہ) اقرباء کتاب الٰہی میں آپس میں ایک دوسرے کی بہ نسبت اولیٰ اور سزاوار تر ہیں۔یعنی ان احکام میں جنھیں خدا وند عالم نے تمام انسانوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اقرباء کو حق تقدم اور اولویت حاصل ہے[1]۔

خلاصہ، قوم یہود نے جب قرآن کی الٰہی آیات کو سنا اور دیکھا کہ صفات قرآن جو کچھ حضرت خاتم الانبیاءؐ کی بعثت کے متعلق ان کے پاس موجود ہے اس کی تصدیق اور اس کا اثبات کر رہے ہیں تو وہ اس کے منکر ہوگئے اور بولے: ہم صرف اس توریت پر جو ہم پر نازل ہوئی ہے ایمان رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ انجیل اور قرآن پر ایمان ویقین نہیں رکھتے،خدا وند عالم نے بھی قرآن کی روشن آیات اور اسکے معجزات اور احکام کے ارسال کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: فاسقوں(کافروں)کے سوا کوئی اس کا منکر نہیں

[1] اس آیت کی تفسیر کے لئے مجمع البیان ، تفسیر طبری اور دوسری روائی تفاسیرکی جانب رجوع کیجئے.

ہوگا اور پھر فرمایا: ہم شریعت کے ہر حکم کو نسخ کرتے ہیں(جیسے بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے حکم کا منسوخ ہونا) یاہم اسے مؤخرکرتے ہیں تواُس سے بہتر یااسی جیسا حکم لوگوں کے لئے پیش کرتے ہیں ، خدا وند عالم خود زمین و آسمان کا مالک ہے ،وہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے یہود و نصاریٰ رسول اللہؐ سے ہر گز راضی نہیں ہوں گے مگر یہ کہ جوان پر احکام نازل ہوئے ہیں ان سے دست بردار ہو جائیں اوران کی شریعت کے احکام کے پابند ہوجائیں۔

خدا وند عالم اسی مفہوم کی دوسرے انداز میں تکرار کرتے ہوئے سورۂ اسراء میں فرماتا ہے [1](وآتینا موسیٰ الکتاب و جعلناہ ھدیً لبنی اِسرائیل) ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اوراسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا،پھر فرماتا ہے: (ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم[2])یہ قرآن محکم اور استوارترین راہ کی ہدایت کرتا ہے،یعنی قرآن کا راستہ اس سے وسیع اوراستوارتر ہے جو موسی کی کتاب میںآیا ہے۔

ہم نے ربوبیت کے مباحث میں بات یہاں تک پہنچائی کہ رب العالمین نے انسان کے لئے اسکی فطرت اور سرشت کے مطابق ایک نظام معین کیا ہے پھر راہ عمل میں ان مقررات اور قوانین کی طرف راہنمائی فرمائی ہے، انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس بات کی تحقیق و بررسی کریں گے کہ رب العالمین کس طرح سے انسان کو دنیا و آخرت میں پاداش و جزا دیتا ہے۔

رب العالمین اور انسان کے اعمال کی جزا:

الف و ب:دنیا و آخرت میں.

ج:موت کے وقت

د:قبر میں.

[1] اسراء،٢
[2] اسراء،٩

ھ: محشر میں

و :بہشت و جہنم میں

ز: صبر و تحمل کی جزا.

ح: نسلوں کی میراث؛ عمل کی جزا

ا۔انسان اور دنیا میں اس کے عمل کی جزا ہم تمام انسان اپنے عمل کا نتیجہ دنیاوی زندگی میں دیکھ لیتے ہیں جو گندم (گیہوں) بوتا ہے وہ گندم ہی کاٹتا ہے اور جو جَو بوتا ہے وہ جَو کاٹتاہے اسی طرح سے انسان اپنی محنت کا نتیجہ کھاتا ہے۔یہ سب کچھ دنیاوی زندگی میں ہمارے مادی کارناموں کے آثار کاایک نمونہ ہے۔ دنیاوی زندگی میں ہمارے اعمال مادی آثار کے علاوہ بہت سارے معنوی آثار بھی رکھتے ہیں مثال کے طور پر انسانوں کی زندگی میں صلۂ رحم کے آثار ہیں,جن کی خبر رسول خدا نے دیتے ہوئے فرمایا '' : صلة الرّحم تزید فی العمر وتنفی الفقر''اقرباء و اعزاء کے ساتھ صلۂرحم کرنا عمر میں اضافہ اور فقر کو دور کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا '' :صلة الرحم تزید فی العمر,وصدقة السر تطفیء غضب الربّ, و اِن قطیعة الرّحم و الیمین الکاذبة لتذران الدیار بلاقعَ من أهلها ویثقلان الرحم و اِن تثقّل الرحم انقطاع النسل''اقرباء و اعزاء کے ساتھ صلہ رحم کرنا عمر میں اضافہ کا سبب ہے اور مخفی طور پر صدقہ دینا غضب الٰہی کو خاموش کرتا ہے,یقیناً اقرباء واعزاء سے قطع تعلق رکھنا اور جھوٹی قسم کھانا آباد سرزمینوں کو برباد اور بار آور رحم کو بانجھ بنا دیتا ہے.

اور عقیم اور بانجھ رحم, انقطاع نسل کے مساوی ہے[1]۔یہ جو فرمایا :'' تطفی غضب الرّب'' پوشیدہ صدقہ ینا غیظ وغضب الٰہی کو خاموش کر دیتا ہے,اس سے مراد یہ ہے کہ اگر انسان اپنی (نامناسب) رفتار سے خدا کے خشم وغضب نیز دنیاوی کیفر کا مستحق ہو

[1] سفینة البحار مادۂ رحم.

اور یہ مقرر ہو کہ اس کے گناہوں کی وجہ سے اس کی جان و مال یا اس سے مربوط چیزوں کو نقصان پہنچے تو یہ پوشیدہ صدقہ اس طرح کی بلا کو اس سے دور کردیتا ہے۔ بلاقع، بلقع کی جمع ہے، بے آب وگیاہ ،خشک اور چٹیل میدان اور وادی برہوت[1] ۔ چنانچہ امیر المومنینؑ نے فرمایا'': وصلۃ الرّحم فاِنّھا مثراۃ فی المال ومنساۃ فی الأجل، وصدقۃ السرّ فأنّھا تکفر الخطئۃ[2]'' رشتہ داروں کی دیکھ ریکھ اور رسید گی کرنا مال میں زیادتی اور موت میں تاخیر کا باعث ہے اور پوشیدہ صدقہ گناہ کو ڈھانک دیتا ہے اور اس کا کفارہ ہوتا ہے ۔

نیز فرماتے ہیں'': و صلۃ الرحم منماۃ للعدد''اقرباء واعزاء کے ساتھ نیک سلوک کرنا افراد میں اضافہ کا سبب ہے[3]۔ ان تمام چیزوں سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ خدا وند عالم اپنی حکمت سے ایسا چاہتا ہے کہ روزی میں زیادتی، نسل میں اضافہ ''صلہ رحم''کی وجہ سے ہو نیز تنگدستی اور عقیم ہونا ''قطع رحم'' میں ہو۔یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی دوتاجرآدمی ایک طرح کا مال بازار میں پیش کرتے ہیں تو ایک کو نقصان ہوتا ہے اور دوسرے کو فائدہ ، پہلے کے نقصان کا سرچشمہ اقرباء سے قطع رحم کرنا ہے اور دوسرے کا فائدہ حاصل کرنا عزیز واقارب سے صلہ رحم کی بنا پر ہے خدا کی طرف سے ہر ایک کی جزا برابر ہے۔

ایسے عمل کی جزا انسان کے ،خدا پر ایمان اور عدم ایمان سے تعلق نہیں رکھتی ہے کیونکہ خدا وندعالم نے انسان کے کارناموں کے لئے دنیا میں دنیاوی آثار اور آخرت میں اخروی نتائج قرار دئے ہیں کہ جب بھی کوئی اپنے ارادہ واختیاراور ہوش وحواس کے ساتھ کوئی کام انجام دے گا تواس کا دنیاوی نتیجہ دنیا میں اور اخروی نتیجہ آخرت میں اُسے ملے گا۔اسی طرح خدا وندعالم نے اپنے ساتھ انسان کی رفتاراور خلق کے ساتھ اس کے کردار کے مطابق جزا اور پاداش قرار دی ہے ، خواہ یہ مخلوق انسان ہو یا حیوان یا اللہ کی نعمتوں میں سے کوئی نعمت ہو جس سے خدا نےانسان کو نوازا ہے، ہر ایک کے لئے مناسب جزا رکھی ہے یہ تمام کی تمام اللہ کی مرضی اور اس کی حکمت سے وجود میں آئی ہیں، ''رب العالمین'' نے ہمیں خود ہی آگاہ کیا ہے کہ انسان کے لئے اسکے کردار کے

---
[1] المعجم الوسیط مادۃ بلقع
[2] نہج البلاغہ خطبہ ۱۰۸
[3] نہج البلاغہ حکمت ۲۵۲

نتیجہ کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے (یعنی جیسا کردار ہوگا ویسی ہی اس کی جزا وپاداش ہوگی) (وأن لیس للِانسان اِلاّ ما سعیٰ[1])انسان کے لئے اس کی کوشش اور تلاش کے نتیجہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔اسی طرح خبر دی ہے کہ جو دنیا کے لئے کام کرئے گا خدا وند عالم اس کا نتیجہ اسے دنیا میں دکھاتا ہے اور جو کوئی آخرت کے لئے کوشاں ہوگا اسکے کام کی جزا اسے آخرت میں دکھائے گا:

(ومن یرد ثواب الدنیا نؤتیہ منھا و من یرد ثواب الآخرۃ نؤتہ منھا وسنجزی الشاکرین[2])جو کوئی دنیاوی جزا وپاداش چاہتا ہے اسے وہ دیں گے اور جو کوئی آخرت کی جزا چاہتا ہے ہم اسے وہ دیں گے اور عنقریب شکر گزاروں کو جزا دیں گے۔

(مَن کان یرید الحیا ۃ الدنیا وزینتھا نوفّ الیھم أعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون)(اولاء ک الذین لیس لھم فی الاخرۃ اِلّا النار...) جو لوگ (صرف) دنیاوی زندگی اور اس کی زینت و آرایش کے طلبگار ہیں ان کے اعمال کا کامل نتیجہ ہم اسی دنیا میں دیں گے اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی اور یہ گروہ ان لوگوں کا ہے جن کے حصہ میں آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں ہے[3]۔ (مَن کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیھا...)(ومن أراد الآخرۃ و سعیٰ لھا سعیھا وھو مومن فأولآء ک کان سعیھم مشکورا۔کلاًّ نمد ھآؤلاء و ھٰؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا[4])

جو کوئی اس زود گزر دنیا کا طلبگا رہو اس کو اسی دنیا میں جزا دی جائے گی...اور جو کوئی دار آخرت کا خواہاں ہو اوراس کے مطابق کوشش کرے اور مومن بھی ہو اس کی کوشش وتلا ش کی جزا دی جائے گی، دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کو تمھارے پروردگار کی عطا سے بہرہ مند کریں گے اور تمہارے رب کی عطا کبھی ممنوع نہیں قرار دی گئی ہے۔

---

[1] نجم، ۳۹
[2] آل عمران، ۱۴۵
[3] ہود، ۱۵، ۱۶.
[4] اسراء ، ۱۸۔ ۲۰.

کلمات کی تشریح:

''نوفّ الیھم'': ان کا پورا پورا حق دیں گے۔

''لایبخسون، لاینقصون'': ان کے حق میں کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔

''محظوراً'': ممنوعاً، حظر یعنی منع، رکاوٹ۔

دنیا وآخرت کی جزا:

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس بنیاد پر بعض اعمال ایسے ہیں کہ جن کی جزا انسان دنیا ہی میں دیکھ لیتا ہے، لیکن ان میں سے بعض اعمال کی جزا قیامت میں انسان کو ملے گی، مثال کے طور پر کوئی شہید خدا کی راہ میں جنگ کرے اور شہادت کے درجہ پر فائز ہو جائے،وہ دنیوی جزا کے دریافت کرنے کا امکان نہیں رکھتا تا کہ اس سے فائدہ اٹھائے،لہٰذا خدا وندعالم اس کی جزا آخرت میں دے گا جیساکہ فرماتا ہے: (ولا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل أحیاء عند ربّھم یرزقون) (فرحین بما آتھم اللہ من فضلہ و یستبشرون با لذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون) (یستبشرون بنعمۃ من اللہ و فضل وأن اللہ لا یضیع أجر المؤمنین[1]) اور جو لوگ راہ خدا میں شہید ہوگئے ہیں انھیں ہرگز مردہ خیال نہ کرو !بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کی طرف سے رزق پاتے ہیں ۔

یہ لوگ اس نعمت کی وجہ سے جو خدا وندعالم نے انھیں اپنے فضل و کرم سے دی ہے، راضی اور خوشنود ہیں اور جو لوگ ان سے ابھی تک ملحق نہیں ہوئے ہیں ان کی وجہ سے شاد و خرم ہیں کہ نہ انھیں کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی حزن و ملال وہ لوگ نعمت الٰہی اوراس کی بخشش اور اس بات سے کہ خدا وند عالم نیکو کاروں کی جزا کو ضائع و برباد نہیں کرتا ، مسرور و خوش حال ہیں ۔اسی طرح اقتدار کے بھوکے انسان اوراس شخص کا حال ہے جو کسی مومن کے ساتھ ظلم وتعدی کر کے اسے قتل کر دیتا ہے، ایسا شخص بھی

---

[1] آل عمران ، ۱۶۹ ، ۱۷۱

اپنی جزا آخرت میں دیکھے گا جیسا کہ خدا وند عالم نے ارشاد فرماتا ہے :(ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیھا وغضب اللّٰہ علیہ ولعنہ وأعدّ لہ عذاباً عظیماً[1])جو کوئی کسی مومن انسان کو عمداً (جان بوجھ کر) قتل کر ڈالے اسکی جزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا خدا اس پر غضب ناک ہے اور اس نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور اس کے لئے عظیم عذاب مہیا کر رکھا ہے ۔اسی طرح اس شخص کا حال ہے جو ناقص جسم کے ساتھ دنیا میں آتا ہے جیسے اندھا گونگا یا ناقص الخلقۃ (جس کی تخلیق میں کوئی کمی ہو) اگر ایسا شخص خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے اور اولیاء خدا کا دوست ہو اور اپنے عضو کے ناقص ہونے کی بناء پر خدا کے لئے صبر و تحمل کرے ایسے شخص کو خدا آخرت کی دائمی وجاوید زندگی میں ایسا اجر دے گا کہ جو دنیاوی کمی اور زحمتیں اس نے راہ خدا میں برداشت کی ہیں ان کا اس جزا کے مقابلہ میں قیاس نہیں کیا جا سکتا[2] ۔جو کچھ ہم نے ذکر کیا ،اس بنا پر عدل الٰہی آخرت میں عمل کی جزا دریافت کیے بغیر ثابت نہیں ہوتا، خداوند عالم نے دنیاوی زندگی کے بعد اعمال کی جزا پانے کیلئے متعدد مراحل قرار دئے ہیں ہم آئندہ بحث میں اس پر گفتگو کریں گے۔

انسان اور آخرت میں اس کی جزا:

خود انسان اپنے کھیت میں کبھی گیہوں، مکئی اور سبزیاں اگاتا ہے اور چند ماہ بعد اس کا نتیجہ اور محصول حاصل کرتا ہے اور کبھی انگور، انجیر، زیتون، سیب اور سنترہ لگاتا ہے اور تین یا چار سال بعد اس کا نتیجہ پاتا ہے اور کبھی خرما اور اخروٹ بوتا ہے اور ۸ سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے بعد اس سے فائدہ اٹھاتا ہے،اس طرح سے عادی اور روز مرہ کے کاموں کا نتیجہ انسان دریافت کرتا ہے اور اپنے اہل وعیال اور دیگر افراد کو اس سے فیضیاب کرتا ہے اس کے با وجود خدا فرماتا ہے :(اِن اللّٰہ ھو الرزّاق ذوالقوۃ المتین[3])خدا وند عالم روزی دینے والا ہے وہ قوی اور توانا ہے۔ (اللّٰہ الذی خلقکم ثمّ رزقکم[4])وہ خدا جس نے تمھیں خلق کیا پھر

---

[1] نساء ، ۹۳.

[2] دیکھئے : ثواب الاعمال،صدوقؒ باب ''اس شخص کا ثواب جو خدا وند عالم سے اندھے ہونے کی حالت میں ملاقات کرے اوراس نے خدا کے لئے اسے تحمل کیا ہو ، حدیث ۲۱ ، نیز معالم المدرستین، ج ۱، بحث شفاعت،اس ایک نا بینا شخص کی روایت کی طرف رجوع فرمائیں جورسول خداؐ کے پاس آیا اور آنحضرت سے درخواست کی کہ حضرت اس کے لئے دعا کریں تا کہ شفا ہو''.

[3] ذاریات، ۵۸

[4] روم ، ۴۰

روزی دی۔ (لا تقتلوا اولا دکم من املاقِ نحن نرزقکم و اِیّاھم[1]) اپنی اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو کیونکہ ہم تمھیں اور انھیں بھی رزق دیتے ہیں۔ (وکایّن من دابۃ لا تحمل رز قھا اللہ یرزقھاو ایاکم[2]) کتنے زمین پر چلنے والے ایسے ہیں جو اپنا رزق خود حاصل نہیں کر سکتے لیکن خدا انھیں اور تمھیں بھی رزق دیتا ہے ۔ (و اللہ فضّل بعضکم علیٰ بعضٍ فی الرّزق[3])خدا وندعالم نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت اور برتری دی ہے۔

جی ہاں! انسان زمین کا سینہ چاک کرتا ہے، اس میں دانہ ڈالتا ہے، درخت لگاتا ہے، پانی دیتا ہے، تمام آفتوں اور بیماریوں کو دور کرتا ہے اس کی دیکھ ریکھ کرتا ہے تاکہ دانہ بن جائے اور بارآور ہو جائے جسے خود وہ بھی کھائے اور جسے دل چاہے کھلائے لیکن خدا وند سبحان فرماتا ہے: (نحن نرزقکم و ایّاھم)ہم تمھیں اوران کو روزی دیتے ہیں !اور خدائے عظیم نے درست فرمایا ہے کیونکہ جس نے آب وخاک میں نباتات کے اگانے کے خواص قرار دئے اور ہمیں بونے اور پودا لگانے کا طریقہ سکھایا ،وہی ہمیں روزی دینے والا ہے۔

خدا کے روزی دینے اور انسان کے دنیا میں روزی حاصل کرنے کی مثال، میزبان کا مہمان کو '' self serveic '' والے ہوٹل میں کھانا کھلانے کی مانند ہے کہ جس میں نوکر چاکر نہیں ہوتے اور معمولاً مہمان سے کہا جاتا ہے ،اپنی پذیرائی آپ کیجیے (جو دل چاہے خود لے کر کھائے) اس طرح کے ہوٹلوں میں میزبان مہمان کوکھانا کھلاتا ہے مہمان جس طرح کی چیزیں پسند کرنا چاہے اسے مکل آزادی ہوتی ہے لیکن جوکچھ وہ کھاتا ہے میزبان کی مہیا کی ہوئی ہے لیکن اگرکوئی مہمان ایسی جگہ پر داخل ہواور خود اقدام نہ کرے، چمچے، کانٹے، پلیٹ جو میزبان نے فراہم کئے ہیں نہ اٹھائے اور فراہم کی ہوئی غذاؤں کی طرف اپنے قدموں سے نہ بڑھے اور اپنی مرضی سے کچھ نہ لے ،تو وہ کچھ کھا نہیں سکے گا،اس کے باوجود جس نے مہمانوں کیلئے غذا فراہم کی ہے وہی میزبان ہے،ایسی صورت میں بری طرح کھا

---

[1] انعام ، ۱۵۱.
[2] عنکبوت ،۶۰ .
[3] سورہ نحل ، ۷۱.

نے کا احتمالی نقصان بھی مہمان ہی کے ذمہ ہے جس نے خودہی نقصان دہ غذا کھائی ہے اور خداوند عظیم نے سورۂ ابراہیم میں کس قدر سچ اور صحیح فرمایا ہے :(اللہ الذی خلق السّموات والأرض و اأزل من السماء ماءً فأخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم و سخر لکم الفلک لتجری فی البحر بأمرہ وسخر لکم الأنھار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل و النھار[1])خدا وندعالم وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا اور آسمان سے پانی نازل کیا اوراس سے تمہارے لئے زمین سے میوے اگائے، کشتیوں کو تمہارا تابع قرار دیا، تا کہ دریا کی وسعت میں اس کے حکم سے رواں دواں ہوں، نیز نہروں کو تمہارے اختیار میں دیا اور سورج ا ورچاند کو منظم اور دائمی گردش کے ساتھ تمہارا تابع بنایا اوراس نے روز و شب کو تمہارا تابع قرار دیا ۔

اور سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:(و اللہ أنزل من السماء ماءً فأحیا بہ الارض بعد موتھا ان فی ذلک لاٰیۃ لقومٍ یسمعون)(و أن لکم فی الأنعام لعبرۃ نسقیکم مِمّا فی بطونہ من بین فرثٍ و دمٍ لبناً خالصاً سائغاً للشاربین)(و من ثمرات النخیلِ و الأعنابِ تتخذون منہ سکراً و رزقاً حسناً ان فی ذلک لاٰیۃً لقومٍ یعقلون)(و أوحیٰ ربک الی النّحل ان اتّخذی من الجبال بیوتاً و من الشجر و مّما یعرشون)(ثم کلی من کلّ الثّمرات فاسلکی سبل ربّک ذللاً یخرج من بطونھا شراب مختلف ألوانہ فیہ شفاء للنّاس ان فی ذلک لآیۃً لقومٍ یتفکرون[2]) خدا وندعالم نے آسمان سے پانی برسایا ،پس زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد حیات بخشی یقیناًاس میں سننے والی قوم کے لئے روشن علامت ہے اور چوپایوں کے وجود میں تمہارے لئے عبرت ہے،ان کے شکم کے اندر سے گوبراور خون کے درمیان سے خالص دودھ ہم تمھیں پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے انتہائی خوشگوار ہے. اورتم درخت کے میووں، کھجور اور، انگور سے مسکرات اور اچھی اور پاکیزہ روزی حاصل کرتے ہو یقیناًاس میں روشن نشانی ہے صاحبان فکر کے لئے، تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں، درختوں اور لوگوں کے بنائے ہوئے کوٹھوں پر اپنا گھر بنائے اور تمام پھلوں سے کھائے اوراپنے رب کے معین راستے کو آسانی سے طے

---

[1] ابراہیم ، ۳۲ ، ۳۳
[2] نحل ، ۶۵ ، ۶۹

کرے،اس کے شکم کے اندر سے مختلف قسم کا مشروب نکلتاہے کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے یقیناًاس میں صاحبان عقل و فکر کے لئے روشن نشانیاں ہیں ۔

کلمات کی تشریح:

۱۔ ''دائبین، مستمرّین'': یعنی ہمیشہ گردش کر رہے ہیں، معین مسیر میں حرکت اُن کی دائمی شان و عادت ہے ۔

۲۔ ''فرث'': حیوانات کے معدہ اور پیٹ میں چبائی ہوئی غذا (گوبر) ۔

۳۔ ''مما یعرشون'': جو کچھ اوپر لے جاتے ہیں، خرمے کے درختوں کے اوپر جو چھت بنائی جاتی ہے جیسے چھپر وغیرہ ۔

آغاز کی جانب بازگشت:روزی رساں رب نے اپنے مہان انسان کے لئے اس دنیا میں نعمتیں فراہم کیں،روزی کس طرح حاصل کی جائے اور کس طرح بغیر کسی ضرر اور نقصان کے اس سے بہرہ ور ہوں۔

اس زود گزر دنیا اور آخرت میں، انبیاء، اوصیاء اور علماء کے ذریعہ اس کی تعلیم دی اور فرمایا: (یاأیّھاالذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم واشکرواللہ[1])اے صاحبان ایمان!پاکیزہ چیزوں سے جوہم نے تمہارے لئے روزی دی ہے کھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو، نیز فرمایا: (یسألونک ماذاأحلّ لھم قل أحلّ لکم الطیّبات[2]) تم سے سوال کرتے ہیں : کون سی چیزان کیلئے حلال کی گئی ہے ؟کہہ دیجئے تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔

نیز خاتم الانبیاء کے وصف میں فرمایا: (ویحلّ لھم الطیبات ویحرّم علیھم الخبائث[3])اوروہ (پیغمبر)ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔اس لحاظ سے پروردگار سبحان نے ہمیں خلق کیا جوکچھ ہمارے اطراف میں تھا،اسے ہمارا

---

[1] بقرہ۱۷۲
[2] مائدہ ۴
[3] اعراف ۱۵۷.

تابع بنا دیا اور اس دنیا میں پاکیزہ چیزوں سے جو کہ ہماری زراعت و کاشت کا نتیجہ ہے ہمیں رزق دیا ،وہ اسی طرح ہمارے اعمال کے نتیجہ کو آخرت میں ہمارے لئے روزی قرار دے گا جیسا کہ فرمایا ہے :(والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثمّ قتلوا أو ماتوا لیرزقنھم اللہ رزقاً حسناً[1]) وہ لوگ جنھوں نے راہ خدا میں ہجرت کی، پھر قتل کردئے گئے یا مر گئے،خدا انھیں اچھی روزی دیگا ۔

نیز فرماتا ہے:(اِلاّ مَن تاب وَآمن وَ عمِلَ صا لحاً فاُولآء کَ یدخُلون الجنۃ وَلاَ یُظلمون شیٔاً ۔ جنّاتِ عدنٍ التی وعد الرحمن عبادہُ بالغیبِ اِنہ کاٰن وَعدہُ ماتیاً ۔ لایسمعون فیھا لغواً اِلاّ سلاماً ولھم رزقُھم فیھا بکرۃً وعشیاً[2])۔مگر وہ لوگ جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور شائستہ کام انجام دیں،پس یہ گروہ بہشت میں داخل ہوگا اوراُس پر ادنیٰ ظلم بھی نہیں ہوگا، دائمی بہشت جس کا خدا وند رحمان نے غیب کی صورت میں وعدہ کیا ہے یقیناً خدا کا وعدہ پورا ہونے والا ہے ،وہاں کبھی لغو وبیہودہ باتیں نہیں سنیں گے اور سلام کے علاوہ کچھ نہیں پائیں گے،ان کی روزی صبح وشام مقرر ہے۔

پس رب حکیم انسان کے اعمال کی جزا دنیا میں جلدی اور آخرت میں مدت معلوم کے بعد اسے دیتا ہے، اسی طرح بہت سارے سوروں میں اس نے اس کے بارے میں خبر دی ہے اور سورۂ زلزال میں فرمایا ہے:(فمَن یعمل مثقال ذرۃٍ خیراً یرہ ۔ ومَن یعمل مثقال ذرۃٍ شراً یرہ[3]) پس جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اسے بھی دیکھے گا اور جو بھی ذرہ برابر بھی بُرائی کرے گا وہ اسے بھی دیکھے گا ۔سورۂ یٰسین میں ارشاد ہوتا ہے:(فالیوم لا تُظلمُ نفس شیٔاً ولا تجزون اِلاّ ما کنتم تعلمون[4])پس اس دن کسی پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا اور جو تم نے عمل کیا ہی اسکے علاوہ کوئی جزا نہیں دی جائےگی۔ ہاں، جو اس دنیا میں تلخ اورکڑوا ایلوا لگائے گا ایلواکے علاوہ کوئی اور چیزاسے حاصل نہیں ہوگی اور جو اچھے ثمرداردرخت لگائے گا وہ اچھے اچھے میوے چنے گا ۔ جیسا کہ خداوند سبحان سورۂ نجم میں فرماتا ہے:(وَاَن لیس للِانسان اِلّا ما سعیٰ۔ وَاَن سعیہ سوف یریٰ[5])انسان کے لئے صرف اتنا ہی

[1] حج، ۵۸
[2] مریم ، ۶۰ ، ۶۳
[3] زلزال ،۷، ۸
[4] یسین، ۵۴
[5] نجم ، ۳۹ ، ۴۰

ہے جتنی اس نے کوشش کی ہے اور اس کی کوشش عنقریب اس کے سامنے پیش کردی جائے گی ۔انسان اپنے اعمال کے نتائج صرف اس دنیا ہی میں نہیں دیکھتا ،بلکہ درج ذیل پانچ مختلف حالات اور مقامات پر بھی دیکھتا ہے :

۱۔ موت کے وقت

۲ ۔ قبر میں

۳۔ محشر میں

۴۔ بہشت و جہنم میں

۵ ۔ ورثاء میں کہ عمل کی جزاان کے لئے میراث چھوڑ جاتا ہے۔

اس بحث میں ہم نے دنیا میں انسان کے اعمال کی پاداش کا ایک نمونہ پیش کیا،آئندہ بحث میں(انشاءا ۔۔۔)خدا وند متعال موت کے وقت کیسے جزا دیتا ہے اس کو بیان کریں گے۔

موت کے وقت انسان کی جزا :

آخرت کے مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ موت ہے،خدا وند سبحان نے اس کی توصیف میں فرمایا ہے : (وجاءت سکرۃ الموت با لحق ذلک ما کنت منہ تحید[1]) (اے انسان) سکرات الموت حق کے ساتھ آپہنچے یہ وہی چیز ہے جس سے تم فرار کر رہے تھے ! یعنی موت کی ہولناک گھڑی اور شدت جو آدمی کے عقل پر غالب آجاتی ہے آپہنچی یہ وہی موت ہے کہ جس سے تو (انسان) ہمیشہ فرار کرتا تھا !(قُل یَتَوَفّٰکُم ملکُ الموتِ الذی وُکِّل بکم ثُمّ اِلیٰ ربکم تُرجعون[2])اے رسول کہہ دو! موت کا فرشتہ جو تم پر مامور ہے

---

[1] ق ۱۹
[2] سجدہ ۱۱

تمہاری جان لے لے گا پھراس کے بعد تم اپنے رب کی طرف لوٹا دئے جاؤ گے۔یہ جو خدا وندعالم نے اس سورہ میں فرمایا ہے کہ ''موت کا فرشتہ تمہاری جان لے لے گا ''اور سورہ زمر میں فرمایا ہے : ''اللّٰہ یتوفی الا نفس[1]'' (خدا وندعالم جانوں کو قبض کرتا ہے)اور سورۂ نحل میں فرمایا ہے :''تتو فاہم الملائکۃ[2]'' (فرشتے ان کی جان لیتے ہیں)اور سورۂ انعام میں ارشاد فرمایا ہے : ''تو فتہ رُسلُنا[3]'' ہمارے فرستادہ نمائندے اس کی جان لیتے ہیں !اِن باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے ،کیونکہ: فرشتے خدا کے نمائندے ہیں اور روح قبض کرتے وقت ملک الموت کی نصرت فرماتے ہیں اور سب کے سب خدا کے حکم سے روح قبض کرتے ہیں ،پس در حقیقت خدا ہی روحوں کو قبض کرتا ہے اس لئے کہ وہ فرشتوں کواس کا حکم دیتا ہے۔

آخرت کا یہ مرحلہ شروع ہوتے ہی دنیا میں عمل کا امکان سلب ہو جاتا ہے اور اپنے عمل کا نتیجہ دیکھنے کا مرحلہ شروع ہو جاتاہے ،منجملہ ان آثار کے جسے مرنے والا ہنگام مرگ دیکھتا ہے ایک وہ چیز ہے جسے صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا '': صوم رجب یُھوّن سکرات الموت[4]''ماہ رجب کا روزہ سکرات موت کو آسان کرتا ہے۔آدمی کا حال اس مرحلہ میں عمل کے اعتبار سے جواس نے انجام دیا ہے دو طرح کا ہے، جیسا کہ خداوند متعال خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:(فأ مّا اِن کان من المقربین) (فروح و ریحان و جنّت نعیم) (و أمّا اِن کان من أصحاب الیمین) (فسلامُ لک من أصحاب الیمین)(و أما اِن کان من المکذبین الضّآلّین)(فنُزُلُ من حمیم ٍوتصلیۃُ جحیمٍ[5])لیکن اگر مقربین میں سے ہے تو رَوح ،ریحان اور بہشت نعیم میں ہے لیکن اگر اصحاب یمین میں سے ہے تواس سے کہیں گے تم پر سلام ہو اصحاب یمین کی طرف سے لیکن اگر جھٹلا نے والے گمراہ لوگوں میں سے ہے تو دوزخ کے کھولتے پانی سے اس کا استقبال ہو گا اور آتش جہنم میں اسے جگہ ملے گی۔ خدا وند عالم نے جس بات کا گروہ اوّل (اصحاب یمین اور مقربین) کو سامنا ہو گااس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

---

[1] سورہ زمر۴۲
[2] سورۂ نحل۲۸۔۳۲
[3] انعام۶۱
[4] ثواب الاعمال باب : ثواب روزہ رجب ،حدیث ۴.
[5] واقعہ۸۸۔ ۹۴

(یا أیتھا النفس المطمئنۃ۔ اُرجعی الیٰ ربک راضیۃً مرضیۃ۔ فادخلی فی عبادی۔ و ادخلی جنّتی)اے نفس مطمئنہ!اپنے رب کی جانب لوٹ آ اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی و خوشنود ہے پس میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری بہشت میں داخل ہوجا[1]۔اوردوسرا گروہ، جس نے دنیاوی زندگی میں اپنے آپ پر ظلم کیا ہے ان کے بارے میں بھی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:(حَتَّیٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ* لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ[2])یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کی موت کا وقت آجاتا ہے تو کہتا ہے : میرے رب مجھے واپس کر دے شاید جو میں نے ترک کیا ہے اس کے بدلے عمل صالح انجام دے لوں، ایسا نہیں ہے !یہ ایک بات ہے جو وہ اپنی زبان پر جاری کرتا ہے ! اوران کے پیچھے قیامت تک کے لئے برزخ ہے۔

کلمات کی تشریح:

۱۔ ''یتوفّی'': مکمل اور تمام دریافت کرتا ہے،یعنی خدا وند عالم یا ملک الموت اس کی جان مکمل طور پرلے لیتے ہیں،سوتے وقت بھی ایسا ہوتا ہے جب آدمی کی قوت ادراک اور بعض حواس کام نہیں کرتے جیسے کہ اس کی روح قبض کرلی گئی ہو۔

۲۔ ''حمیم'': کھولتا ہوا پانی۔

۳۔ ''تصلیۃ جحیم'': جہنم میں کھولتے ہوئے پانی سے جلانا۔

۴۔ ''برزخ'': دوچیز کے درمیان حد اور مانع۔

انسان اس مرحلہ میں دنیاوی زندگی کی تمامیت اور اپنے تمام اعضاء کی موت کا احساس کرتا ہے لیکن اس کے بعد کی شناخت کے لئے بجزاخبار انبیاء کوئی وسیلہ نہیں رکھتا ،لہٰذا اگر انبیاء کی تصدیق کی ہے اوران پر اور وہ جو کچھ خدائی صفات اور شریعت الٰہی بیان کئے

[1] فجر، ۲۷ ، ۳۰
[2] مومنون ،۹۹، ۱۰۰.

میں ان سب پر ایمان رکھتا ہے تو وہ عالم آخرت اور اس کے مختلف مراحل پر بھی ایمان لے آئے گا، عالم آخرت کے بارے میں جو کہا گیا ہے اس کا، عالم دنیا میں جو دیکھا اور پہچانا ہے اس سے مقائسہ ممکن نہیں ہے، کیونکہ ہمارے وسائل محدود اور اس دنیاوی زندگی سے مخصوص ہیں لیکن آخرت کے بارے میں انبیاء کی خبروں کی بررسی و تحقیق کا، جیسا کہ پہلے بھی کہہ چکے ہیں کوئی عملی راستہ نہیں ہے۔

منجملہ وہ روایات جو آخرت اور زندگی کے آخری لحظات کے بارے میں ہمیں ملی ہیں ان میں سے ایک روایت وہ ہے جو امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا '' : من مات ولم یحجّ حجۃ الاِسلام دُونما مانع یمنعہُ فلیمُت ان شاء یھودیاً أو نصرانیاً[1] ''جس کسی کو موت آجائے اور وہ بغیر کسی قابل قبول عذر کے اپنا واجب حج ترک کردے تو اسے اختیار ہے چاہے تو یہودی مرے چاہے تو نصرانی۔

قبر میں انسان کی جزا:

جن چیزوں سے میّت کو قبر میں سامنا ہوگا ان سے روائی کتابیں بھری پڑی ہیں: دو مامور فرشتوں کے عقائد سے متعلق سوال[2] سے لے کر حسن سلوک اور بد سلوکی نیز اپنی زندگی کی ہر حرکت و سکون کے آثار دیکھنے تک اور یہ کہ قبر میّت کے لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے[3]۔ اور جو کوئی چغل خوری کرے یا پیشاب کرتے وقت نجاست کی پرواہ نہ کرے قبر میں عذاب سے دوچار ہوگا[4] اور جس کا اخلاق اچھا ہوگا قبر میں داخل ہونے کے وقت سے لیکر قیامت میں

---

[1] ثواب الاعمال ، باب '' حج ترک کرنے والے کی سزا '' حدیثہ ۲.
[2] سفینۃ البحار میں مادۂ '' نکر'' ملاحظہ ہو
[3] سفینۃ البحار میں مادۂ '' قبر'' ملاحظہ ہو۔

[4] ثواب الاعمال ،صدوقؒ، ص ۲۹۵ ، ح ۱ ؛صحیح مسلم ، کتاب الطہارۃ ، باب'' الدلیل علی نجاسۃ البول'' ص ۲۴۰۔ ۲۴۱ ؛ سنن دارمی ، کتاب الطہارۃ ، سنن ابی داؤد ، کتاب الطہارۃ ، باب'' الاستبراء من البول'' ج ۱ ، ص ۳۴ ، ۳۵ ؛ سنن ابن ماجہ ، کتاب الطہارۃ ، باب''ا التشدید فی البول'' ج۱ ، ص ۱۲۴ ، ۱۲۵ ؛ مسند احمد ، ج۱ ، ص ۲۲۵ ، ج۵ ،ص۴۶۶اور ۴۱۷ اور ۴۱۹ ؛صحیح بخاری ، کتاب الوضو، باب ''من الکبائران لا یستر من بولہ'' ج۱، ص۶۴، کتاب الادب ، باب الغیبۃ ج۸ ، ص ۲۰ اورباب ''النمیمۃ من الکبائر''ج۸ ، ص۲۱ ۔

حساب وکتاب کے آخری مرحلہ تک اچھی جزا پاتا رہے گا[1]۔اور جو کوئی اپنا رکوع صحیح انجام دے قبر میں اس پر کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہوگا[2]۔

انسان اور محشر میں اس کی جزا:

الف: صور پھونکنے کے وقت محشر کے دن کا آغاز حساب وکتاب کے لئے صور پھونکتے ہی ہو جائے گا ،''صور''عربی لغت میں شاخ کے مانند ایک چیز ہے، اسمیں پھونک مارتے ہیں تو اس سے آواز نکلتی ہے خداوند سبحان فرماتا ہے:(ونفخ فی الصور فصعق مَن فی السماوات و مَن فی الأرض الاّ مَن شاء اللہ ثُمّ نُفخ فیہ أخریٰ فا ذا ھم قیامٌ ینظرون[3])اور صور پھونکا جائے گا پس زمین وآسمان کے درمیان جتنے لوگ ہیں سب مر جائیں گے جزان لوگوں کے جنھیں خدا چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اچانک سب یک بارگی اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ انتظار میں ہوں۔ ''صعق'': یہاں پر ایک ایسی آواز ہے جس کا اثر موت ہے حدیث میں ''نفخ'' کے لئے ایک تفسیر بیان ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: صوردو مرتبہ پھونکا جائے گا:

پہلی مرتبہ:پہلی مرتبہ جب اسرافیل صور پھونکیں گے اور تمام زمین وآسمان کے موجودات مر جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنھیں خدا چاہے حاملان عرش، جبرائیل، میکائیل اور عزرائیل اس کے بعد خدا وند عالم ملک الموت سے کہے گا: کون باقی بچا ہے؟ کہیں گے: خدایا !ملک الموت ،جبرائیل، میکائیل اور حاملان عرش کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں بچا، خداوند عالم فرمائے گا : جبرائیل اور میکائیل سے کہو: مر جائیں اوران کی روح قبض کرلی جائے،اس کے بعد ملک الموت سے کہے گا :کون بچا ہے ؟ملک الموت جواب دیں گے: خدا یا !ملک الموت اور حاملان عرش کے علاوہ کوئی باقی نہیں ہے! کہے گا : حاملان عرش سے کہو مر جائیں اوران کی روح قبض کر لی جائے اسکے بعد فرمائے گا :اے ملک الموت اب کون بچا ہے؟عرض کریں گے: ملک الموت کے علاوہ کوئی نہیں بچا

---

[1] ثواب الاعمال ، ص۱۸۰،باب'' برادر مومن کو خوش کرنے کا ثواب ''
[2] سفینۃ البحار ، مادۂ ''رکع ''
[3] زمر ، ۶۸

ہے، ارشاد قدرت ہوگا : تم بھی مر جاؤ، ملک الموت بھی مر جائے گا،اب خدا وند ذوا لجلال آواز دے گا '' : لمن الملک الیوم ۲۴۹۲۴۹آج کس کی حکومت ہے ''؟ جب کوئی جواب نہیں دے گا،تواُس وقت خدا وند ذوا لجلال خود ہی اپنا جواب دیتے ہوئے فرمائے گا '' :للہ الواحدِ القھار۲۴۹۲۴۹خدا وندیکتاو قہار کی حکومت ہے[۱]۔اُس کے بعد جب چاہے گا دوبارہ صور پھونکے گا جیسا کہ خود ہی فرماتا ہے: پھر دوبارہ صور پھونکے گا اچانک سب کے سب اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ انتظار میں ہوں[۲]۔

دوسری مرتبہ :خداوند عالم اس کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ (ونفخ فی الصور فجمعنا ھم جمعاً)صور پھونکا جائے گا توہم سب کو اکٹھا کریں گے[۳]۔

۲۔ (و یوم ینفخُ فی الصور ففزعَ مَن فی السموات و مَن فی الأرض الاّ من شاء اللّٰہ و کلّ أتوہُ داخرین[۴])جس دن صور پھونکا جائے گا آسمان و زمین کے رہنے والے سب کے سب وحشت کے دریا میں غرق ہوں گے، جز ان کے جنھیں خدا چاہے گا اور سب کے سب خضوع کے ساتھ سر جھکائے اس کے حضور میں حاضر ہوں گے۔

۳۔ (ونفخ فی الصورفاِذا ھم من الأجداث الیٰ ربھم ینسلون)(قالوا یاویلنا مَن بعثنا من مرقد نا ھذاماوعد الرحمن وصدق المرسلون) (ان کانت الاّ صیحۃَ واحدۃَ فاذا ھم جمیع لدینا محضرون)(فالیوم لا تُظلم نفس شیئاً ولا تجزون اِلّاما کُنتم تعلمون[۵])صور پھونکا جائے گا ،نا گاہ وہ لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کرتیزی کے ساتھ اپنے رب کی طرف دوڑیں گے اور کہیں گے ہم پر وائے ہو!کس نے ہمیں ہماری آرام گاہ سے اٹھادیا ؟یہ وہی ہے جس کا خدا وند رحمن نے وعدہ کیا تھا اورا س کے فرستادہ افراد نے سچ کہا تھا ،یہ روداد ایک چیخ

---

[۱] مومن، ۱۶
[۲] الدر المنثور سیوطی ،۵ ، ۳۳۶، ۳۳۷؛ و بحار بہ نقل از کافی وغیرہ ۶ ، ۳۲۶، ۳۲۷
[۳] کہف ، ۹۹
[۴] نمل ، ۸۷
[۵] یس ، ۵۱، ۵۴

کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ ناگہاں سب کے سب ہمارے پاس حاضر ہوں گے،آج کے دن کسی پر ذرہ برابر بھی ستم نہیں ہوگا اور تم نے جو عمل کیا ہے اس کے علاوہ تمہیں کوئی پاداش اور جزا نہیں دی جائے گی۔

اور نیز اس سلسلہ میں کہ تمام انسانوں کو اکٹھا کریگا، فرمایا :ا

۔ (وحشرناھم فلم نغا در منھم أحداً[1])اور ہم ان سب کو اٹھائیں گے اور ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔

۲۔ (یوم ینفخ فی الصور و نحشر المجرمین یومئذٍ زرقاً[2]) جس دن صور پھونکا جائے گا اور مجرموں کو نیلے جسم کے ساتھ (بدرنگ صورت میں) اس دن جمع کریں گے۔

۳۔ (یوم نحشر المتقین الیٰ الرحمن وفداً[3])جس دن پرہیز گاروں کو ایک ساتھ خدا وند رحمن کے حضور میں محشور کریں گے۔

کلمات کی تشریح:

ا ۔ ''داخرین'': ذلت اور رسوائی کے ساتھ۔

۲۔ ''أجداث'': قبریں۔

۳۔ ''ینسلون'': جدا ہوں گے، قبروں سے تیزی کے ساتھ باہر آئیں گے

۴۔ ''زرقاً'': زُرق یا اَزُرق کی جمع ہے،نیلے پن کے معنی میں.

۵۔ ''وفداً: وفد ھیئت'' اور اس گروہ کا نام ہے جو پاداش اور جزا حاصل کرنے یا کسی قسم کی ضرورت کے پیش نظر حاکم کے پاس جاتے ہیں۔

---

[1] کہف ، ۴۷
[2] طہٰ ، ۱۰۲
[3] مریم ، ۸۵

ب:روز قیامت کے مناظر کے بارے میخدا وند عالم روز قیامت کا اس طرح تعارف کراتا ہے:

۱۔ (أنّهم مبعوثون، لیومِ عظیمٍ، یومَ یقومُ النّاسُ لربّ العالمین[1]) وہ لوگ مبعوث ہوں گے، عظیم دین میں، جس دن لوگ خدا وند عالم کے حضور میں کھڑے ہوں گے۔

۲۔ (یوم یقومُ الرّ وُحُ و الملائکۃُ صفاً لا یتکلمون الا من اذن لہُ الرحمن وقال صواباً[2])۔جس دن روح اور فرشتے ایک صف میں کھڑے ہوں گے اور کوئی بھی سوائے اس کے جسے خدا وند رحمن اجازت دے اور درست کہے نہیں بولے گا۔

۳۔ (وخلق اللّٰہ السمٰوات والأرض با لحق ولتجزیٰ کُلّ نفسٍ بما کسبت وھم لا یظلمون[3])اور خدا وند عالم نے آسمان اور زمین کو بر حق خلق کیا ہے تا کہ ہر شخص کو اس کے کاموں کی جزا دی جائے اوران پر ظلم وستم نہیں ہو گا ۔

۴۔ (وکل انسانِ الزمناہ طائرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیامۃِ کتاباً یلقاہ منشوراً ۔اقراکتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیباً[4])اور ہم نے انسان کے نامۂ اعمال کوا س کی گردن میں آویزاں کر دیا ہے اور قیامت کے دن اس کے لئے ایک کتاب باہر نکا لیں گے کہ وہ اسے اپنے سامنے کھلا ہوا دیکھے گا!اس سے کہا جائے گا اپنی کتاب (نامہ اعال) پڑھو!اتنا ہی کافی ہے کہ آج کے دن خود اپنا محاسبہ کرنے والے رہو۔

۵۔ (کل امۃ تدعیٰ الی کتا بھا الیوم تجزون ما کنتم تعلمون) (ھذا کتابنا ینطقُ علیکم با لحق انا کُنا نستنخ ما کنتم تعلمون) (وبدٰالھم سےئاتُ ماعملوا و حاق بھم ما کانوا بہ یستھزون) (وقیل الیوم نساکم کما نسیتم لقاءیومکم ھذا ومأوا کم النارُوماکم من ناصرین) (ذلکم بانکم اتخذ تم آیاتِ اللّٰہ ھزواًوغرتکم الحیاۃ الدنیا فا لیوم لایخرجون منھا ولاھم ےُستعتبون[5])ہر امت کواس کی کتاب کی طرف دعوت دی جائے

[1] مطففین ۶،۴
[2] نباء ۳۸
[3] جاثیہ ۲۲
[4] اسراء ۱۳، ۱۴
[5] جاثیہ ۲۸ ، ۲۹ ،۳۳، ۳۵

گی ،آج جو تم نے اعمال انجام دئیے ہیں ہم اس کی جزا دیں گے ، یہ ہماری کتاب ہے جو تم سے حق کے ساتھ گفتگو کرتی ہے، تم جو کچھ انجام دیتے ہو ہم لکھ لیتے اور جو انھوں نے برائیاں انجام دی ہیں آشکار ہو جائیں گی اور جس چیز کا مذاق اڑایا ہے وہی انھیں اپنے احاطہ میں لے لیگا اوران سے کہا جائے گا آج ہم تم کو فراموش کر دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا ،تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی تمہارا مدد گار نہیں ہے، یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے آیات الٰہی کا مذاق اڑایا اور دنیاوی زندگی نے تمھیں فریب دیا !آج وہ لوگ نہ دوزخ سے باہر آئیں گے اور نہ ان کا عذر قبول ہوگا ۔

٦۔ (فا ما من اوتی کتابہ بیمینہ فیقول ھاوم اقرء وا کتابیہ) (وأما من أوتی کتابہ بشمالہ فیقول یا لیتنی لم أوت کتابیہ ۔ولم أدرما حسابیہ [1])پس جس کواس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا آؤ ہمارا نامہ اعمال پڑھو ۔ ۔ ۔اور جسے اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا : اے کاش!میرا نامہ اعمال کبھی میرے ہاتھ میں نہ دیا جاتا اور میں اپنے حساب کو نہ جانتا ۔

۷۔(فأما من أوتی کتابہ بیمینہ)(فسوف یحا سب حساباً یسیراً)(وأما من اوتی کتا بہ و راء ظھرہ)(فسوف ید عوا ثبو راً [2])

پس جس کو اس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا عنقریب اس کا حساب آسانی سے ہو جائے گا ، لیکن جسکا نامہ اعمال اس کے پیچھے سے دیا جائے گا عنقریب وہ ہلاکت کی فریاد اور واویلا کرے گا ۔

۸ ۔(و لا یحسبن الذین یبخلو ن بما آتاھم اللّٰہ من فضلہ ھوخیراً لھم بل ھو شر لھم سیطوّ قون ما بخلوا بہ یوم القیا مۃ) جو لوگ بخل اور کنجوسی سے کام لیتے ہیں اور جو خدا وند عالم نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے خرچ نہیں کرتے، وہ خیال نہ کریں کہ یہ کام ان کے نفع میں ہے ،بلکہ ان کے لئے بُرا ہے ،عنقریب قیامت کے دن جس چیز کے بارے میں بخل کیا ہے وہ ان کی گردن کا طوق بن جائے گا ۔

[1] حاقہ،۱۹، ۲۶
[2] انشقاق،۷ ، ۱۱

۹۔ (و یوم یقوم الا شھاد) (یوم لاینفع الظا لمین معذ ر تھم [1]) جس دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے، اس دن ظالموں کو ان کی معذرت فائدہ نہیں دے گی۔

۱۰۔ (و یوم نبعث فی کلّ اُمّۃ شھیداً علیھم من أنفسھم وجئنا بک شھیداً علیٰ ھٰولآءِ [2]) جس دن ہم ہر امت میں انھیں میں سے ان پر ایک گواہ لائیں گے اور تم کو (اے پیغمبر!) ان پر گواہ قرار دیں گے۔

۱۱۔ (حتیٰ اذا ما جاؤھا شھد علیھم سمعھم و ابصار ھم وجلو دھم بما کانوا یعملون) (و قالوا لجلود ھم لم شھد تم علینا قالوا أنطقنا اللّٰہ الذی أنطق کلّ شیيء [3]) جب اس تک پہنچیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی جلدیں ان کے کرتوت کی گواہی دیں گی، وہ لوگ اپنی جلدوں سے کہیں گے: کیوں ہمارے برخلاف گواہی دی؟ جواب دیں گی: جس خدا نے ہر موجود کو قوت گویائی عطا کی اسی نے ہمیں بھی گویائی دی ہے۔

کلمات کی تشریح:

۱۔ ''طائرہ'': اس کے اچھے اور بُرے عمل سے کنایہ ہے۔

۲۔ ''ثبور'': ہلاکت، یدعو ثبوراً، یعنی ہلاکت کی فریاد کرتا ہے۔

۳۔ ''سیطوقون'': ان کی گردن میں طوق ڈال دیں گے، یعنی واجب حقوق کے ادا نہ کرنے پر سانپ کی صورت میں بخل ان کی ردن میں مجسم ہو جائے گا۔

---

[1] غافر، ۵۱
[2] نحل، ۸۹
[3] فصلت، ۲۰،۲۱

۴۔ ''الشھید والا شھاد'': شہید یعنی وہ قاطع گواہ جو بدل نہ سکے اور ''اشھاد'' '' شاہد'' کی جمع ہے اس سے مراد انبیاء اوران کے ہمراہی ہیں جو اپنی امت پر گواہی دیں گے اور جو بھی انسان سے صادر ہونے والے اعمال پر گواہ ہو۔

قیامت کے دن اعمال کے آثار کے بارے میں رسول خداؐ سے روایت ہے:

۱۔ ''أطوَلکُم قنوتاً فی دار الدنیا أطوَلکُم راحةً یوم القیا مة فی الموقف[1]''جو لوگ دار دنیا میں قنوت (نماز) کے اعتبار سے جتنا طولانی ہوں گے وہ آخرت میں حساب کے وقت اتنا ہی زیادہ مطمئن ہوں گے۔

۲۔ رسول خداؐ کے وصی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ''اِذا سجد أحدکم فلیباشر بکفیه الأرض لعلّ یصرف عنه الغل یوم القیامة[2]'' جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اسے چاہئیے کہ اپنی ہتھیلیوں کو زمین سے چپاں کرے تاکہ روز قیامت کی تنگی کا اس کو سامنا نہ ہو۔

۳۔ رسول خداؐ سے روایت ہے کے آپ نے فرمایا: (مَن بغی علیٰ فقیر أو تطاول علیه و استحقره حشره اللہ یوم القیامة مثل الذرة علیٰ صورة رجل یدخُلُ النار[3]) جو کوئی کسی فقیر پر ظلم کرے یا اس پر فخر ومباہات کرے اوراُسے حقیر و معمولی سمجھے خدا وند عالم اسے قیامت کے دن انسانی شکل میں چیونٹی کے مانند جہنم میں داخل کرے گا۔

۴۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ''ان المتکبرین یجعلون فی صورة الذر یتوطأ بھم الناس حتیٰ یفرغ اللہ منا لحساب[4]''، متکبرین قیامت کے دن چیونٹی کی شکل میں ہوں گے اور لوگ ان کے اوپر سے راستہ طے کریں گے یہاں تک کہ خدا وند عالم حساب وکتاب سے فارغ ہو جائے۔

---

[1] ثواب الاعمال،ص۵۵

[2] ثواب الاعمال،ص۵۵-۵۷.

[3] ثواب الاعمال،ص ۳۳۵، باب ''اعمال کی سزائیں''

[4] ثواب الاعمال،ص۲۶۵

انسان اور جنت و جہنم میں اس کی جزا:

خدا وندعالم انسان کو عالم آخرت میں اس کے اعمال کے مطابق جو اس نے اس دنیاوی زندگی میں انجام دئیے ہیں اور اس عالم میں اس کے سامنے مجسم ہوں گے بہشتی نعمتوں کے ذریعہ جزا اور عذاب جہنم کے ذریعہ سزا دے گا ،جیسا کہ اس کے بارے میں خود ہی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

۱۔ (اِن اللّٰہ یدخل الذین آمنوا وعملوا الصالحات جنّاتِ تجری من تحتھا الأنھار[1]) خداوندعالم ایمان لانے والوں اور عمل صالح انجام دینے والوں کو بہشت کے باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی داخل کرے گا ۔

۲۔ (ومَن عمل صالحاً من ذکر أو أنثیٰ وھو مؤمن فأولئک یدخلون الجنۃ یرزقون فیھا بغیر حساب[2])جو کوئی بھی عمل صالح انجام دے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو، وہی لوگ بہشت میں جائیں گے اور اس میں بے حساب رزق پائیں گے۔

۳۔ (من یعمل سوءاً یجزبہ و لا یجد لہ من دونِ اللّٰہ ولیّا و لا نصیراً[3]۔ و من یعمل من الصا لحات من ذکرٍ أو أنثیٰ و ھو مؤمن فأولئک یدخلون الجنۃ و لا یُظلمون نقیراً)جو شخص بُرے کام کریگا اسے اس کی سزا ملے گی اور خدا کے علاوہ کسی کو ولی اور یاور نہیں پائے گا اور اگر کوئی اعمال صالحہ انجام دے گا ، خواہ عورت ہو یامرد ، جب کہ وہ مومن بھی ہو وہ جنت میں جائے گا اور اس پر ادنیٰ ظلم بھی نہیں ہوگا ۔

۴۔ (و یوم القیا مۃ تری الذین کذبوا علیٰ اللّٰہ وجوھھم مسودّۃ الیس فی جھنم مثویً للمتکبرین)(...ووفّیت کلّ نفسٍ ما عملت)(...وسیق الذین اِتقوار بّھم اِلی الجنۃِ زمراً[4]...)جن لوگوں نے خدا کی طرف جھوٹی نسبت دی ہے انھیں دیکھو گے کہ ان کے چہرے قیامت

---

[1] حج،۲۳
[2] مومن،۴۰
[3] نساء،۱۲۴،۱۲۳
[4] زمر،۶۰ ،۷۰ ،۷۳

کے دن سیاہ ہوں گے،آیا متکبرین کے لئے جہنم میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟اور جس نے جو بھی عمل انجام دیا ہے بغیر کسی کم وکاست کے اسے دیا جائے گا اور جن لوگوں نے تقوائے الٰہی اختیار کیا ہے وہ جوق در جوق بہشت میں لے جائے جائیں گے۔

۵۔(الذین آمنوا بآیاتنا وکانوا مسلمین۔ أدخلوا الجنۃ انتم وأزواجکم تحبرون[1])جو لوگ ہماری آیات پر ایمان لائے اور مسلمان بھی ہیں اُن سے کہا جائے گا تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوش وخرم داخل ہو جاؤ۔

٦۔ (وتلک الجنۃ التی أورثتموھا بما کنتم تعملون)(أن المجرمین فی عذاب جھنم خالدون)(وما ظلمنا ھم ولکن کانوا ھم الظالمین[2]) اور یہ وہ بہشت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی جزا کے طور پر وارث ہو گے،(لیکن) گناہ کاروں کے لئے جہنم کا عذاب ابدی ٹھکانہ ہے... ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود ظالم تھے۔

۷۔ (والذین یکنزون الذھب والفضّۃ ولا یُنفقونھا فی سبیل اللہ فبشّرھم بعذابٍ ألیم۔یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکویٰ بھا جباھھم وجنوبُھُم وظھورُھم ھذا ما کنزتم لأنفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون[3]) جو لوگ سونا چاندی ذخیرہ کرتے ہیں لیکن اسے راہ خدا میں انفاق نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دیدو! جس دن انھیں جہنم کی آگ میں گرم کرکے ان کے چہروں، پہلووں اور پشتوں کو داغا جائے گا (اوران سے کہیں گے)یہ وہی چیز ہے جس کا تم نے اپنے لئے خود ہی ذخیرہ کیا ہے!لہٰذا جو تم نے جمع کیا ہے اسکا مزہ چکھو۔

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا '': اربعۃ ےؤذون أھل النار علی ما بھم من الأذی ینادون بالویل والثبور: رجل علیہ تابوت من جمرٍ فانہ مات وفی عنقہ أموال الناس لم یجد لھا فی نفسہ اداء ولا مخلصاً ورجل یجرأ معاءہ ،فأ نہ کان لایبالی أین أصاب البول جسدہ ورجل یسیل فوہ قیحاً ودماً، فأنہ کان یحاکی فیتظر کل کلمۃخبیثۃٍ فیفسدُ بھا ویحاکی بھا ورجل ےأکل

---

[1] زخرف ، ۶۹، ۷۰
[2] زخرف،۷۲، ۷۴، ۷۶.
[3] توبہ،۳۴، ۳۵

لحمه،فأنہ کان ےأکل لحوم الناس بالغیبۃ و یمشی بالنمیمۃ[1]، چار گروہ ایسے ہیں کہ جب عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو آہ وواویلا اور دہائی کا شور مچائیں گے جس سے اہل جہنم کو اذیت ہوگی۔

۱۔ایک وہ شخص جس پر پتھر کا تابوت ہو گا کیونکہ وہ ایسی حالت میں دنیا سے گیا ہے کہ لوگوں کے اموال و مال حقوق اس کی گردن پر تھے جن کے نیز ادا کرنے اور ان سے چھٹکارا پانے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تھا ۔

۲۔وہ شخص جو اپنی آنتیں خود گھسیٹتا پھرے گا وہ ایسا آدمی ہے جو بدن کے کسی حصہ پر پیشاب کے لگ جانے کی پرواہ نہیں کرتا ۔

۳۔ وہ شخص جس کے منھ سے پیپ اور خون جاری ہوگا ،اس لئے کہ وہ ان کے اوران کے منھ سے بُری باتیں لیکر دوسروں کے سامنے بیان کرتا تھا اور فتنہ وفساد برپا کرتا تھا۔

۴۔وہ شخص جواپنا گوشت کھائے گا ،وہ ایسا شخص ہے جو لوگوں کا گوشت غیبت اور چغلی کر کے کھاتا تھا۔خدا وند متعال جنت اور جہنم کے متعدد دروازوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے :(وان للمتقین لحسن مآبِ۔جناتِ عدنِ مفتحۃً لھم الأبواب[2]) پرہیز گاروں کا انجام بخیر ہے، جاوداں بہشتی باغات جس کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ابلیس سے خطاب کرتے ہوئے (اس پر خدا کی لعنت ہو) فرمایا:(ان عبادی لیس لک علیھم سلطان الآمن أتبعک من الغاوین۔ و اِن جھنم لموعدھم أجمعین،لھاسبعۃ ابوابِ لکل بابِ منھم جزء مقسوم[3]) تو کبھی ہمارے بندوں پر مسلط نہیں ہوپائے گا، سوائے ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کریں اور جہنم ان سب کا ٹھکانہ اور وعدہ گاہ ہے،جس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک معین گروہ تقسیم ہوا ہے۔

[1] عقاب الاعمال ص ۲۹۵ ،۲۹۶
[2] ص، ۵۰،۴۹.
[3] حجر ، ۴۲، ۴۴.

کلمات کی تشریح :

۱۔ ''نقیر'': خرمے کی گٹھلی کی پشت پر معمولی نشیب اور نقطہ کو کہتے ہیں کہ ہلکی اور بے ارزش چیزوں کی اس سے مثال دیتے ہیں۔

۲۔ ''مثوی'' : استقرار و اقامت کی جگہ، ٹھکانہ وغیرہ۔

۳۔ ''زمراً '': گروہ گروہ، زُمَر، زُمرہ کی جمع ہے فوج اور گروہ کے معنی ہے۔

۴۔ ''مآب'' : بازگشت، عاقبت، انجام ۔

۵۔ ''جنات عدن'' : سکون و اطمینان کی جنتیں.روایات میںآیات کی تفسیرمذکورہ آیات کی تفسیر سے متعلق رسول خداؐ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات، بعض در، دوسرے در سے بہتر ہیں[1]۔

حضرت امام علیؑ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :کیا تمھیں معلوم ہے کہ جہنم کے دروزے کیسے ہیں ؟ راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا : انھیں دروازوں کے مانند ہیں، فرمایا نہیں ،بلکہ اس طرح ہیں : اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا اور اُسے کھول دیا یعنی جہنم کے دروازے خود جہنم کے مانند ایک دوسرے پر سوار ہیں اور تفسیر قرطبی میںآیا ہے،اس کے بعض دروازے بعض دروازوں پر ہیں اور رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ! ہر طبقے والے اپنے اسی طبقے میں ہیں[2]۔

نیز رسول خداؐ سے روایت ہے کہ آپ نے ''جزء مقسوم''کی تفسیر میں فرمایا : جہنم کے در وزوں میں سے ہر دروازے کے لئے اہل جہنم کا ایک معین گروہ تقسیم ہوا ہے کہ ہر گروہ جواپنے کرتوت کے مطابق عذاب میں مبتلا ہو گا[3]۔آخر میں ہم بعض احادیث کا ذکر

---

[1] تفسیر سیوطی ،الدرالمنثور ج۴ ،ص ۹۹، ۱۰۰،
[2] اس آیت کی تفسیر کے لئے تفسیر مجمع البیان ، تفسیر قرطبی و سیوطی کی جانب مراجعہ کیجئے.
[3] تفسیر سیوطی ،الدرالمنثور ج۴ ،ص ۹۹.

کر کے بحث کو تمام کریں گے جو گزشتہ آیات کی تشریح کر رہی ہیں اور اعمال کے نتائج اجمال واختصار اور بسط و تفصیل سے بیان کر رہی ہیں اس ۔

۱۔اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ''جو کسی مومن کو راضی و خوشنود کرے خدا وند عزوجل اس خوشنودگی سے ایسی مخلوق پیدا کرے گا جو اس کے مرنے کے وقت اس سے ملاقات کرے گی اوراس سے کہے گی: اے خدا کے ولی! تجھے مبارک ہو کہ تو خداوند عالم کی کرامت اور اس کی رضاو خوشنودگی کے ساتھ ہے، پھر وہ اس کے ساتھ ہمیشہ رہے گی یہاں تک کے قبر میں جاتے وقت اسے یہی خوشخبری دے گی اور جب محشور ہوگا تب بھی اس کے دیدار کو جائے گی ،اس کے پاس رہے گی یہاں تک کہ سخت اور ہولناک میں ہمیشہ اسے نوید دے گی اوراس کا دل شاد کرتی رہے گی، پھر وہ شخص اس سے کہے گا : تجھ پر خدا کی رحمت ہو تو کون ہے ؟ کہے گی: ''میں وہی خوشی ہوں جو تو نے فلاں شخص کو عطا کی تھی[1]''

۲۔بحار میں جناب صدوقؒ کی ''معانی الاخبار'' سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو کسی مومن کا غم غلط کرے اوراس کے رنج کو دور کرے خداوند عالم آخرت میں اس کے رنج و غم کو دور کرے گا اور وہ ٹھنڈے دل کے ساتھ خوش حال قبر سے باہر آئے گا اور جو کسی مومن کو گرسنگی اور بھوک سے نجات دے خدا وند عالم اسے بہشت میں میوے کھلائے گا اور جو کوئی اسے پانی پلائے خدا وند عالم اسے جنت کے مہر شدہ جام پانی سے سیراب کرے گا[2]۔

۳۔ حضرت امام ابو الحسنؑ سے اصول کافی میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :روئے زمین پر خدا کے کچھ ایسے بندے ہیں جو ہمیشہ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے رہتے ہیں ،وہ لوگ روز قیامت آسودہ خاطر اور خوشحال افراد میں سے ہوں گے، ہاں اگر کوئی کسی مومن کو خوش کرے تو خدا وندعالم قیامت کے دن اس کا دل شاد کرے گا[3]۔

---

[1] اصول الکافی ج۲ص۱۹۱،ح۱۲
[2] بحار ج۶ ،ص ۳۵۵
[3] اصول کافی ج۶ ، ص ۱۹۷ ،ح۶

۴۔اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ضرورت پوری نہیں کر تا مگر یہ کہ خدا وند عالم اسے آواز دیتا ہے تیری جزا مجھ پر ہے اور بہشت کے علاوہ کسی چیز پر تیرے لئے راضی نہیں ہوں[1]۔

۵ ۔جناب صدوقؒ نے ثواب الاعمال میں معروف بن خرّبوذ کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا، میں نے امام باقرؑ کو فرماتے ہوے سناہے'' :جو مومن بھی دنیا میں پریشانی اور مشکلات میں گرفتار ہو اور بوقت مشکل ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' کہے ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے!خدا وند عالم اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دے گا ۔

سوائے ان گناہان کبیرہ کے جو جہنم کا باعث ہوں اور فرمایا: جب بھی کوئی اپنی آئندہ عمر میں کسی مصیبت کویاد کرے اور کلمہ استر جاع ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' کہے اور خدا کی حمد کرے خدا وند عالم اس کے وہ تمام گناہ جو کلمہ استر جاع اوّل اور کلمۂ استرجاع دوم کے فاصلہ میں انجام دیئے ہیں بخش دے گا سوائے گناہان کبیرہ کے[2]'' ۔

۶۔ بحارالانوار میں امام جعفر صادق سے اور انھوں نے رسول خداؐ سے ذکر کیا ہے کہ خدا وند عالم فرماتا ہے '':کسی بندہ کو بہشت میں اس وقت تک داخل نہیں کروں گا جب تک کہ اسے جسمانی تکالیف میں مبتلا نہ کردوں، اگر یہ بلا اور مصیبت اس کے گناہوں کے کفارہ کی حد میں ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کسی جابر و ظالم کواس پر مسلط کر دوں گا اگراس سے اس کے گناہ دھل گئے تو اسی پر اکتفاء کروں گا ورنہ اس کی روزی کو تنگی میں میں قراردوں گا تاکہ اس کے گناہ دھل جائیں اگراگراس سے دھل گئے تو ٹھیک ورنہ موت کے وقت اس پر اتنی سختی کروں گا کہ میرے پاس بے گناہ اورپاک و صاف آئے پھراسے اسوقت بہشت میں داخل کروں گا[3]

[1] اصول کافی ج۱ ، ص۱۹۴ ،ح۷

[2] بحارجلد۸۲ ، ص۱۲۷، ۱۲۸ بہ نقل از ثواب ا لاعمال ص۲۳۴

[3] بحار ج۶ ، ص ۱۷۲ ۔ بہ نقل ازکتاب التمحیص

۷۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ’’کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو مصیبت میں مبتلا ہو اور خدا اُس کے گناہوں کو ختم نہ کر دے جیسے کہ درخت سے پتے جھڑتے ہیں[۱]‘‘

۸۔ ایک دوسری روایت میں ہے: کسی مسلمان پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر یہ کہ خدا وند عالم اسکے گناہوں کا کفارہ قرار دیتاہے خواہ وہ ایک خراش ہی کیوں نہ ہو[۲]۔

۹۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا ’’کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کو کانٹے کی خراش یا اس سے سخت تر کوئی چیز پہنچے مگر یہ کہ خدا وند عالم اس کے گناہوں کو اسی طرح جھاڑ دے گا جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں[۳]‘‘۔

۱۰۔ صحیح بخاری اور مسند احمد میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا ’’کسی مسلمان کو کوئی رنج و غم، دشواری، درد و مرض، مصیبت و اندوہ، یا اذیت و آزار، آسیب و گزند حتی کا خراش تک نہیں پہنچتی مگر یہ کہ خداوند عالم اسے اسکے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے[۴]‘‘

صبر و تحمل کی جزا:

جس طرح خدا وندعالم نے انسان کے ہر عمل کے لئے دنیوی جزا اور اخروی پاداش رکھی ہے اسی طرح مصائب و آلام پر انسان کے صبر و تحمل کیلئے دنیاوی جزا اور اخروی پاداش مقرر کی ہے، امام علی ؑ نے رسول خدا سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ’’الصبر ثلاثۃ صبر عند المصیبۃ و صبر علی الطاعۃ و صبر عند المعصیۃ[۵]‘‘ صبر و شکیبائی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

---

[۱] صحیح بخاری کتاب المرضی، باب :’’ شدۃ المرض‘‘
[۲] صحیح بخاری ج۳ ، ص ۳، کتاب المرضی، باب : ’’ماجاء فی کفا رۃ المرض
[۳] صحیح بخاری ج۳، ص۳، کتاب المرضی، باب:’’شدۃ المرض‘‘صحیح مسلم،کتاب البر و الصلۃ والادب، باب’’ ثواب المو من فیما یصیبہ
[۴] صحیح بخاری ج۳، ص۲، کتاب المرضی باب:’’ما جاء فی کفارۃ المرض‘‘ .مسند احمد ج۳، ص ۱۸۰.
[۵] بحار ، ج ۸۲ ،ص ۱۳۹، مسکن الفؤاد کے حوالے سے

۲۔ اطاعت میں استقامت و پائیداری۔

۳۔ معصیت کے مقابل صبر کا مظاہرہ کرنا۔خدا وند عالم سور�ۂاعراف میں فرماتا ہے ''بنی اسرائیل کو اس وجہ سے جزا دی ہے کہ انھوں نے دنیاوی زندگی میں صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کیا''۔)

واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الأرض و مغاربھا التی بارکنا فیھا و تمت کلمت ربک الحسنیٰ علیٰ بنی اسرائیل بما صبروا ودمّرنا ما کان یصنع فرعون و قومہ و ما کانوا یعرشون[1])مشرق ومغرب کی سر زمینوں کو جس میں ہم نے برکت دی ہے متضعف قوم (بنی اسرائیل) کومیراث میں دیدیا اور تمھارے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل سے ان کے صبر و استقامت کے مظاہرے کے نتیجہ میں پورا ہوا اور فرعون اور فرعون کی قوم والے جو کچھ بنا رہے تھے ان کو اور ان کی اونچی اونچی عمارتوں کو مسمار کر دیا ۔ نیز صبر کی سہ گانہ اقسام کی پاداش کے بارے میں فرماتا ہے۔ ا۔(ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع و نقصٍ من الأموال و الأنفس و الثمرات و بشّر الصابرین الذین اذا أصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اولآءِک علیھم صلوات من ربّھم و رحمۃ و اولاءِک ھم المھتدون[2])یقیناً ہم تمھیں خوف، بھوک، جان ومال اور پھلوں کی کمی کے ذریعہ آزمائیں گے اور بشارت دیدو ان صبر کرنے والوں کو کہ جب کوئی مصیبت ان پر پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اوراسی کی طرف ہماری بازگشت ہے، ان ہی لوگوں پرپروردگار کا درودو رحمت ہےاور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲۔(لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب ولکن البر من آمن باللہ و الیوم الآخر و الملائکۃ والکتاب والنّبیین و أتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والمساکین و ابن السبیل و السائلین و فی الرّقاب وأقام الصّلاۃ وآتی الزکاۃ و الموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی البأساء و الضرّاء و حین البأس اولئک الذین صدقوا و أولآءِک ھم المتقون[3])نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کومغرب

---

[1]

[2] بقرہ ۱۵۵، ۱۵۷

[3] بقرہ ۱۷۷.

اور مشرق کی طرف کرلو،بلکہ نیکی اور نیک کردار وہ ہے جو خدا ،روز قیامت ، فرشتوں ،کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے ہو اور باوجود اس کے کہ اسے خود مال کی سخت ضرورت ہے، اپنے رشتہ داروں ،یتیموں، مسکینوں،ابن سبیل، سائلوں اور غلاموں پر انفاق کرے،نماز قائم کرتا ہو اور زکوۃ دیتا ہو، نیز وہ لوگ جو عہد وپیمان کرتے ہیں اور اپنے عہد کو وفا کرتے ہیں اور محرومیوں، بیماریوں اور جنگ کے موقع پر ثبات قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ لوگ ایسے ہیں جو سچ کہتے ہیں اور یہی لوگ متقی اور پرہیز گار ہیں! سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیات کا خلاصہ یہ ہوا کہ پرہیز گار، نیک وصالح اور ہدایت یافتہ یہ وہ لوگ ہیں جو اچھے اور شائستہ عمل انجام دیتے ہیں اور صبر کے تینوں اقسام سے آراستہ اور مالامال ہیں۔

طاعت و مصیبت پر صبر کرنے کے منجملہ نمونے اور مصادیق میں سے اذیت وآزار اور تمسخر واستہزا پر مؤمنین کا خدا پر ایمان لانے کی وجہ سے صبر و شکیبائی اختیار کرنا جیسا کہ خدا وند عالم اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: ۱۔ (اِنّہ کان فریق من عبادی یقولون ربنا آمنا فاغفرلنا وأرحمنا وأنت خیر الرّاحمین فأ تخذ تموھم سخریا حتیٰ أنسوکم ذکری وکنتم منھم تضحکون انی جزیتھم الیوم بما صبروا أنّھم ھم الفائزون[1]) بتحقیق ہمارے بندوں کا ایک گروہ کہتا ہے: خداوند! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر کیونکہ تو سب سے اچھا رحم کرنے والا ہے، تم نے ان کا مسخرہ کیا اور مذاق اڑایا یہاں تک کہ انھوں نے تمھیں میرے ذکر سے غافل کر دیا اور تم لوگ اسی طرح مذاق اڑاتے رہے، ہم نے آج ان کے صبر و استقامت کی وجہ سے انھیں جزا دی ہے،یقیناً وہ لوگ کامیاب ہیں

۲۔ (الذین اتینا ھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون و اذا یتلیٰ علیھم قالوا آمنّا بہ اِنّہ الحق من ربّنا اِنا کنا من قبلہ مسلمین أولآئک یؤتون اَجرھم مرتین بما صبروا و یدرأون بالحسنۃ السّیّءۃ و مما رزقنا ھم ینفقون۔ واِذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ و قالوا لنا أعمالنا ولکم أعمالکم سلام علیکم لانبتغی الجاھلین[2]) وہ لوگ جنھیں ہم نے قرآن سے پہلے آسمانی کتاب دی اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر تلاوت ہوتی ہے تو کہتے ہیں ہم یہ اس پر ایمان لائے، یہ سب کا سب حق ہے اور ہمارے رب کی طرف سے ہے اور ہم اس سے پہلے بھی مسلمان

---

[1] مومنون ، ۱۰۹، ۱۱۱
[2] قصص ، ۵۲، ۵۵

تھے ،ایسے لوگ اپنے صبر و استقامت کی بنا پر دومرتبہ جزا دریافت کرتے ہیں اور نیکیوں سے بُرائیوں کو دور کرتے ہیں، جوکچھ ہم نے انھیں روزی دی ہے اس میں سے انفاق کرتے ہیں اور جب کبھی بیہودہ اور لغو بات سنتے ہیں تواس سے روگردانی کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تم پر سلام کہ ہم جاہلوں کو دوست نہیں رکھتے۔

۳۔خدا وند عالم نے سورۂ رعد میں نماز قائم کرنے والوں اور صابروں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا: (و الذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم وٲقاموا الصلاۃ و أنفقوا مما رزقنا ھم سراً و علا نےۃً و یدرء ون با لحسنۃ السےءۃ أولآئک لھم عقبیٰ الدار) (جنات عدنٍ ید خلونھا و من صلح من آباء ھم وأزواجھم وذریا تھم و الملائکۃ ید خلون علیھم من کل بابِ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار[1])اور جو خدا کی مرضی حاصل کرنے کے لئے صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جوکچھ انھیں ہم نے روزی دی ہے اس میں سے آشکارا اور پوشیدہ طور پر انفاق کرتے ہیں اور نیکیوں کے ذریعہ بُرائیوں کودور کرتے ہیں، اس دنیا یعنی عقبیٰ کا نیک انجام صرف ان سے مخصوص ہے دائمی اور جاوید بہشتوں میں اپنے نیک اور صالح آباء و اجداد،بیویوں اور فرزند وں کے ساتھ رہیں گےاور فرشتے ہر درسے ان پر داخل ہو کر کہیں گے:تم پر سلام ہو کہ تم نے صبر کا مظاہرہ کیا!اور کتنا اچھا ہے اس دنیا کاانجام۔

کلمات کی تشریح:

۱۔ ''یعرشون'': اوپرلے جاتے ہیں،یہاں پر اس سے مراد وہ محکم اور مضبوط عمارتیں ہیں جنھیں فرعونیوں نے اپنی املاک میں بنائی تھیں۔

۲۔ ''البأس و الباسآء'': سختی اور ناخوشی اور جنگ یہاں پر باساءسے مراد سختی اورناخوشی ہے اور (بأس) سے مراد جنگ کا موقع ہے۔

[1] رعد ۲۲،۲۴۔

۳۔ ''یدرؤن،ید فعون'': دور کرتے ہیں اور اپنے سے ہٹاتے ہیں۔

روایات میں صابروں کی جزا:

بحار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق ـسے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت رسول خداءنے فرمایا : جب نامۂ اعمال کھولا جائے گا اور اعمال تولنے کے لئے میزان قائم ہوگی تو مصیبتوں کا سامنا کرنے والے صابروں کے لئے نہ اعمال تولنے کا ترازو ہوگا اور نہ ہی ان کے اعمال نامے کھولے جائیں گے ! اور اس آیت کی تلاوت فرمائی:(انّما یوفیٰ الصابروۡاجر ھم بغیر حساب)صابروں کو ان کے صبر کی بے حساب جزا ملے گی[1]۔

نیز بحار میں اپنی سند سے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا'' :جب خدا وند عالم تمام اولین وآخرین کو جمع کرے گا ،تو ایک منادی ندا کرے گا : کہاں ہیں صبر کرنے والے تاکہ بے حساب بہشت میں داخل ہوں ؟کچھ سرفراز اور ممتاز لوگ اٹھیں گے، فرشتے ان کے پاس جاکر کہیں گے :اے اولاد آدم کہاں جارہے ہو ؟ کہیں گے : بہشت کی طرف : کہیں گے: حساب سے پہلے ہی؟کہیں گے ہاں، پھر وہ لوگ سوال کریں گے تم لوگ کون ہو؟کہیں گے صابرین! پھر وہ کہیں گے : تمہارا صبر کس طرح کا تھا ؟ جواب دیں گے :اطاعت الٰہی میں ثابت قدم اوراس کی معصیت سے ہم نے خود کو اس وقت تک بچایا جب تک کہ خدا نے ہمیں موت نہ دیدی اور روح نہ قبض کر لی، فرشتے کہیں گے:تم ویسے ہی ہو جیسا کہ تم نے کہا،جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ اچھا کام کر نے والوں کی جزا بھی بہت اچھی ہوتی ہے[2]۔اور شیخ صدوقؒ ثواب الاعمال میں اپنی سند کے ساتھ امام محمد باقر ـسے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا'' :جو شخص دنیا سے اندھا جائے، جبکہ اس نے خدا کے لئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہو اور محمد و آل محمدءکا چاہنے والا ہو تو وہ خدا سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کوئی حساب نہ ہوگا[3]''۔

---

[1] بحارج ۸۲ ، ص ۱۴۵اور زمر ، ۱۰.
[2] بحار : ج،۲۸، ص ۱۳۸.
[3] ثواب الاعمال،ص ۶۱ اور ۲۳۴.

یہ سب اس جزا کے نمونے ہیں جسے انسان غم واندوہ پر صبر کرنے یا عمل کی بنیاد پر دریافت کرے گا آیندہ بحث میں خدا کی مدداو رتوفیق سے اس بات کی تحقیق و بر رسی کریں گے کہ اعمال کے نتیجے کس طرح سے میراث بن جاتے ہیں۔

عمل کی جزا نسلوں کی میراث ہے:

خدا وند عالم نے خبر دی ہے کہ عمل کی جزا اور پاداش بعد کی نسلوں کے لئے بھی باقی رہ جاتی ہے جیسا کے سورۂ نساء میں فرماتا ہے:

(ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذرےۃً ضعافاً خافوا علیھم فلیتّقوا اللہ و لیقولوا قولاً سدیدا)(اِن الذین ےأکلون أموال الیتامی ظلماً اِنّما ےأکلون فی بطونھم ناراً و سیصلون سعیراً[1])جو لوگ اپنے بعد چھوٹے اور ناتواں بچے چھوڑ جاتے ہیں اوران کے آئندہ کے بارے میں خوفزدہ رہتے ہیں، انھیں چاہیۓ کہ ڈریں، خدا کا تقویٰ اختیار کریں، سنجیدہ اور درست باتیں کہیں، نیزوہ لوگ جو یتیموں کے اموال بعنوان ظلم وستم کھاتے ہیں، وہ اپنے شکم کے اندر صرف آتش کھاتے ہیں اور عنقریب آگ کے شعلوں میں جلیں گے ۔

سورۂ کہف میں ارشاد ہوتا ہے:(فانطلقا حتیّٰ اذا اتیا اھل قرےۃٍ استطعا اھلھا فابوا ان یضیفوھما فوجدا فیھا جداراً یرید ان ینقض فاقامہ قال لو شئت لتخذت علیہ اجراً وااما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحاً فارادربک ان یبلغا اشُدَّھُما ویستخرجا کنزھما رحمۃً من ربک[2]) حضرت خضر و حضرت موسیٰ اپنا راستہ طے کرتے رہے یہاں تک کہ لوگوں کی ایک بستی میں تک پہنچے اوران سے غذا کی درخواست کی، لیکن ان لوگوں نے انھیں مہمان بنانے سے انکار کیا۔

وہاں ایک گرتی ہوئی دیوار ملی ،خضر نے اسے سیدھا کر دیا موسیٰ ٴنے کہا : اس کام کے بدلے اجرت لے سکتے تھے۔ لیکن وہ دیواراس شہر میں دو یتیموں کی تھی اوراس کے نیچے ایک خزانہ تھا جو انھیں دو سے متعلق تھا ،ان کا باپ نیک انسان تھا اور تمہارے پروردگار نے چاہا کہ جب وہ دونوں بالغ ہو جائیں تو اپنا خزانہ نکال لیں، یہ تمہارے رب کی طرف سے ایک نعمت تھی۔

---

[1] نساء ، ۹ ، ۱۰.
[2] کہف ، ۷۷ ، ۸۲

کلمات کی تشریح:

۱۔ ''سدید'': درست، قول سدید یعنی درست اور استوار بات جو عدل و شرع کے مطابق ہو۔

۲۔ ''سعیر'': بھڑکی ہوئی سرکش آگ کہ اس سے مراد جہنم ہے۔

۳۔ ''ینقض'': گرتی ہے یعنی وہ دیوار گرنے اور انہدام کی منزل میں تھی۔

۴۔ ''اشد ھما'': ان دونوں کی قوت اور توانائی، ''یبلغا اشد ھما'' یعنی سن بلوغ اور توانائی کو پہنچ جائیں۔ مرنے کے بعد عمل کے نتائج اور آثار بعض اعمال کے آثار انسان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتے ہیں اور اس کا نفع اور نقصان اس صاحب عمل کو پہنچتا رہتاہے؛ جناب شیخ صدوقؒ نے خصال نامی کتاب میں امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''انسان مرنے کے بعد کسی ثواب اور پاداش کا مالک نہیں ہوتا بجز تین کاموں کی جزا کے''۔

۱۔ صدقہ جاریہ، یعنی وہ صدقہ جس کا سلسلہ اس نے اپنی زندگی میں قائم کیا ہو، جیسے وقف کی وہ جائداد جو میراث میں تقسیم نہیں ہوتی، یہ سلسلہ مرنے کے بعد قیامت تک جاری رہتاہے۔

۲۔ ہدایت و راہنمائی کی وہ سنت قائم کی ہو جس پر وہ خود عامل رہا ہو اوراس کی موت کے بعد دوسرے اس پر عمل کریں۔

۳۔ اس نے ایک ایسی نیک اور صالح اولاد چھوڑی ہو جواس کے لئے بخشش ومغفرت کی دعاکرے[1]۔ اس حدیث کی شرح دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ امامؑ نے فرمایا: چھ چیزیں ایسی ہیں جن سے مومن اپنی موت کے بعد فائدہ اٹھا تا ہے :

۱۔ صالح اولاد جواس کے لئے بخشش ومغفرت چاہتی ہے۔

[1] خصال صدوق ، ج ۱، ص ۱۵۳.

۲۔ کتاب اور قرآن کا پڑھنا ۔

۳۔ پانی کا کنواں کھودنا ۔

۴۔ درخت لگانا ۔

۵۔ پانی جاری کر کے صدقہ کے لئے وقف کر دینا ۔

٦۔ وہ پسندیدہ سنت جو مرنے کے بعد کام آئے[1]۔ یہاں تک ہم نے دنیا وآخرت میں عمل کے آثار اوران کا بعنوان میراث باقی رہنا بیان کیا ہے، نیک اعمال کے جملہ نتائج وآثار میں ایک ''حق شفاعت'' ہے کہ پروردگار عالم اپنے بعض بندوں کو عطا کرے گا اور ہم انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس پر سیر حاصل گفتگو کریں گے۔

شفاعت کی لیاقت؛ بعض اعمال کی جزا:

الف: شفاعت کی تعریف شفاعت عربی زبان میں ''دو ایک جیسی''، چیزوں کو ضمیمہ کرنے اور گناہگاروں کے لئے عفو و بخشش کی سفارش کرنے کو کہتے ہیں، شفیع اور شافع وہ شخص ہے جو گناہگاروں کی مدد کرنے کے لئے ان کے ہمراہ ہواور ان کے حق میں شفاعت کرے۔

ب: شفاعت قرآن کی روشنی میں خدا وندعالم سورۂ طہ میں ارشاد فرماتا ہے: (یوم ینفخ فی الصور) (۔ ۔ ۔یومئذٍ لا تنفع الشفاعۃ اِلّا من أذن لہ الرحمن و رضیَ لہ قولاً[2]) جس دن صور پھونکا جائے گا ...اس دن کسی کی شفاعت کار آمد نہیں ہوگی جز ان لوگوں کے جنھیں خداوند رحمن نے اجازت دی ہواور ان کی گفتار سے راضی ہو۔

---

[1] خصال صدوق ، ج۱ ، ص ۳۲۳
[2] طہ ۱۰۲ ، ۱۰۹

سورۂ مریم میں ارشاد ہوتا ہے:(لا یملکون الشفا عۃ الّا من اُتّخذ عند الرحمن عھداً[1])لوگ ہرگز حق شفاعت نہیں رکھتے جزان کے جوخداوند رحمن سے عہد وپیمان کر چکے ہیں۔

سورۂ اسراء میں ارشاد فرماتا ہے:(عسیٰ ان یبعثک ربک مقا ماً محموداً[2])امید ہے کہ خداوند عالم تمھیں مقام محمود (مقام شفاعت) پر فائز کرے گا .سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:(لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ وھم من خشیتہ مشفقون[3])وہ لوگ (شائستہ بندے) بجز اس کے جس سے خدا راضی ہو کسی اور کی شفاعت نہیں کریں گے اور وہ لوگ خوف الٰہی سے خوف زدہ ہیں ۔

سورہ اعراف میں ارشادہوتا ہے:(الذین اتّخذ وادینھم لھواً ولعباً وغرّ تھم الحیاۃ الدنیا فالیوم ننسا ھم کما نسوا لقاءیو مھم ھذا)(یوم یأتی تأویلہ یقولُ الذین نسوہ من قبل قد جاء ت رُسُل ربّنا با لحق فھل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا[4])جن لوگوں نے اپنے دین سے کھلواڑ کیا اوراسے لہو و لعب بنا ڈالا اور زندگانی دنیا نے انھیں مغرور بنا دیا آج (قیامت) کے دن ہم انھیں فراموش کر دیں گے جس طرح کہ انھوں نے آج کے دن کے دیدار کو فراموش کر دیا جس دن حقیقت امر سامنے آجائیگی،جن لوگوں نے اس سے پہلے گزشتہ میں اسے فراموش کر دیا تھا کہیں گے: سچ ہے ہمارے ربّ کے رسولوں نے حق پیش کیا ،آیا کوئی شفاعت کرنے والا ہے جو ہماری شفاعت کرے؟

آیات کی تفسیر:

جس دن صور پھونکا جائے گا توکسی کی شفاعت کار آمد نہیں ہوگی جز خدا کے ان صالح بندوں کے جنھیں خدا نے اجازت دی ہو اوران کی گفتار سے راضی ہو۔نیز کوئی بھی شفاعت کا مالک نہیں ہے سوائے ان لوگوں کے جو خدا وند عالم سے عہد وپیمان رکھتے

[1] مریم ,٨٧

[2] اسراء,٧٩
[3] انبیاء , ٢٨
[4] اعراف , ٥١۔ ٥٣

ہیں یعنی انبیاء، اوصیاء اور خدا کے صالح بندے جو ان کے ساتھ ہیں۔ شفاعت مقام محمود ہے جس کا خدا نے حضرت خاتم الانبیاءؐ سے وعدہ کیا ہے اور انبیاء بھی صرف ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کی شفاعت کے لئے خدا راضی ہو،یہی وہ دن ہے جس دن مغرور افراد اور وہ لوگ جنھیں زندگانی دنیا نے دھوکا دیا ہے جب کہ ان کا کوئی شفیع نہیں ہوگا کہیں گے:آیا کوئی ہمارا بھی شفیع ہے جو ہماری شفاعت کرے؟

ج: شفاعت روایات کی روشنی میں:

عیون اخبار الرضاؑ نامی کتاب سے نقل کے مطابق بحار میں ہے کہ امام رضاؑ نے اپنے والد امام موسی کاظمؑ سے اور انھوں نے اپنے والد سے حضرت امیر المومنینؑ تک روایت کی ہے کہ آپ (امیر المومنینؑ) نے فرمایا: رسول خداؐ نے فرمایا ''من لم یومن بحوضی۔ الحوض: الکوثر۔ فلا أو ردہُ اللّٰہ حوضی و مَن لم ےؤمن بشفاعتی فلا أنا لہ اللّٰہ شفاعتی''،جو شخص میرے حوض (حوض کوثر) پر اعتقاد وایمان نہیں رکھتا خدا وند عالم اسے میرے حوض پر وارد نہ کرے اور جو میری شفاعت پر ایمان نہیں رکھتا، خدا وند عالم اسے میری شفاعت نصیب نہ کرے راوی روایت کے اختتام پر امام رضاؑ سے سوال کرتا ہے اے فرزند رسول! خدا وند عالم کے اس قول کے کیا معنی ہیں کہ فرماتا ہے: ''ولایشفعون الآلمن ارتضی''

شفاعت نہیں کریں گے مگر ان کی جن سے خدا راضی ہو۔ فرمایا :آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صرف ان کی شفاعت کریں گے جن کے دین سے خدا راضی و خوشنود ہوگا[1]۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا'':الصیام والقرآن یشفعان للعبد یوم القیامۃ،یقول الصیام: أی رب منعتہ الطعام و الشھوات بالنھار فشفعنی فیہ و یقول ال قرآن: منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ، قال:فیشفعان[2]''،قیامت کے دن روزہ اور قرآن خدا کے بندوں کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: خدا وندا! میں نے اسے پورے دن کھانا کھانے اور

---

[1] بحار، ج۸،ص۳۴ اور انبیاءؑ ۲۸
[2] مسند احمد ،ج۲، ص ۱۷۴.

خواہشات سے روکا ہے، لہٰذا مجھے اس کا شفیع قرار دے اور قرآن کہے گا: میںنے اسے رات کی نیند سے روکا ہے،لہٰذا مجھے اس کا شفیع قرار دے ،فرمایا: اس طرح اس کی شفاعت کریں گے۔

حضرت امام علی علیہ السلام کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا : رسول خداؐ نے فرمایا ہے ''ثلاثة یشفعون الی اللہ عزّو جلّ فیشفعون: الأنبیاء ثُم العلماء ثُم الشھداء[1]''خدا کے نزدیک تین گروہ ایسے ہیں جو شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول ہوگی: انبیاء،علماءاور شہداء ۔

سنن ابن ماجہ میں رسول خداؐ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: (یشفع یوم القیامة ثلاثة: الأنبیاء ثُم العلماء ثُم الشھداء[2])قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے:انبیاء،علماء اور شہداء۔ بحار الانوار میں امام جعفر صادق ؑسے رسول خداؐ کی شفاعت کے بارے میں قیامت کے دن ایک حدیث ہے جس کے آخر میں یہ ذکر ہوا ہے'' :اِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یومئذٍ یخر ساجداً فیمکُث ما شاءَ اللہ فیقولُ اللہ عزّو جل: أرفع رأسک وأشفع تُشفع، وسل تُعط ،و ذٰلک قولہ تعالیٰ: عسیٰ ان یبعثک ربّک مقاماً محموداً[3]''رسول خداؐ اس دن سجدہ میں گر پڑیں گے اور جب تک خدا چاہے گا سجدے میں رہیں گے،اس کے بعد خداوندعزوجل فرمائے گا اپنا سر اٹھاؤ اور شفاعت کرو تاکہ تمہاری شفاعت قبول ہو، مانگو تاکہ تمہاری خواہش پوری کی جائے یہ وہی خدا وند عالم کا قول ہے کہ فرمایا ! تمہارا رب تمھیں مقام محمود تک پہنچا جائے گا۔اس خبر کی تفصیل تفسیر ابن کثیر وطبری و دیگر لوگوں کی کتابوں میں کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ ذکر ہوئی ہے[4]۔ترمذی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا''شفاعتی لأہل الکبائرمن أمتی'' ۔میری شفاعت میری امت کے گنا ہان کبیرہ انجام دینے والوں کے لئے ہے[5]۔

---

[1] بحار،ج٨ ، ص ٣٤

[2] سنن ابن ماجہ،باب ذکر شفاعت ،ح٤٣١٣

[3] بحار،ج٨،ص٣٦واسراء،٧٩.

[4] مذکورہ آیت کی تفسیر کے لئے تفسیر طبری ، قرطبی و ابن کثیراور صحیح بخار ی کتاب تفسیر ج ٣ ، ص ١٠٢ اور سنن ابن ماجہ حدیث ٤٣١٢ اور سنن ترمذی ،ج٩ ، ص ٢٦٧ کی جانب مراجعہ کیجئے:

[5] سنن ترمذی کتاب '' صفة یوم القیامة

بحث کا نتیجہ

شفاعت سے متعلق ذکر شدہ تمام آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن شفاعت ہر شخص کے لئے وہ بھی جس طرح چاہے نہیں ہے بلکہ شفاعت خدا وند عالم کی مشیت کے اعتبار سے ہے جو ان اعمال کی جزا ہے جنہیں خدا وندعالم نے اسباب شفاعت قرار دیا ہے ۔

جیسے یہ کہ کسی مسلمان بندہ نے کسی واجب کے بارے میں کوتاہی کی ہو اور دوسری طرف اپنی دنیا وی زندگی میں تہہ دل سے رسول اور اہل بیتؑ کا دوست رہا ہو نیز انھیں اس لئے دوست رکھتا تھا کہ وہ خدا کے اولیاء ہیں یا یہ کہ کسی عالم کا اس لحاظ سے اکرام و احترام کرتا کہ وہ اسلام کا عالم ہے یا کسی مومنِ صالح کے ساتھ نیکی کی ہو جو کہ بعد میں درجہ شہادت پر فائز ہوا ہو، خدا وند عالم بھی اسے اس قلبی محبت اور عملی اقدام کی بنا پر جزا دے گا تا کہ اس واجب کے سلسلے میں جو کوتاہی کی ہے اسکی تلافی ہو جائے۔ ٹھیک اس کے مقابل یہ بات بھی ہے کہ بُرے اعمال اور گناہوں کے آثار نیک اعمال کی جزا کو تباہ وبرباد کر دیتے ہیں اور ہم انشاء اللہ آئندہ بحث میں اس کا جائزہ لیں گے۔

پاداش اور جزا کی بربادی، بعض اعمال کی سزا ہے:

الف: عمل کے حبط اور برباد ہونے کی تعریف :

کسی عمل اور کام کا حبط ہونا اس کام کے نتیجہ کا باطل اور تباہ ہونا ہے،انسان کے اعمال کا نتیجہ آخرت میں درج ذیل وجوہات کی بنا پر تباہ ہوتا ہے:

ا۔ خدا وند عالم اور روز قیامت پر ایمان نہ لائے یا مشرک ہو اور خدا و رسول سے جنگ کرے۔

۲۔ دنیاوی فائدہ کے لئے عمل انجام دیا ہو جس کی جزا بھی حسب خواہش دنیا میں دریافت کرتا ہے۔

۳۔ متقی نہ ہو اور آداب اسلامی کو معمولی اور سمجھے اور ریا کرے وغیرہ...۔

ب: حبط عمل قرآن کریم کی روشنی میں:

خدا وند سبحان نے قرآن کریم میں انسانوں کے نیک اعمال کی تباہی اور حبط کی کیفیت ان کے اسباب کے ساتھ بیان کی ہے خواہ وہ کسی بھی صنف اور گروہ سے تعلق رکھتے ہوں سورۂ اعراف میں آیات خدا اور روز قیامت کے منکرین کے بارے میں فرماتا ہے: (و الذین کذبوا بآیاتنا و لقاء الآخرۃ حبطت أعمالھم ھل یُجزون الّا ما کانوا یعملون[1]) جو لوگ آیات خدا اور قیامت کو جھٹلاتے اور تکذیب کرتے ہیں ان کے اعمال تباہ ہو جائیں گے،آیا جو کچھ عمل کرتے تھے اس کے علاوہ جزا پائیں گے؟ !مشرکین کے بارے میں سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے: (ما کان للمشرکین أن یعمروا مساجد اللہ شاھدین علیٰ أنفسھم بالکفر اولآئک حبطت أعمالھم و فی النار ھم خالدون)(اِنّما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ و الیوم الآخر و أقام الصلاۃ و أتی الزکاۃ و لم یخش اِلّا اللہ فعسی اولآئک أن یکونوا من المھتدین[2]یہ کام مشرکین کا نہیں ہے کہ وہ مساجد خدا کو آباد کریں جب کہ وہ خود ہی اپنے کفر کی گواہی دیتے ہیں !اس گروہ کے اعمال تباہ و برباد ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ آتش جہنم میں رہیں گے، مساجد خدا وندی کو صرف وہ آباد کرتا ہے۔

جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور نماز قائم کرتا اور زکاۃ دیتا ہواور خدا کے سوائے کسی سے نہ ڈرتا ہو امید ہے کہ یہ گروہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوگا۔ مرتد اور دین سے برگشتہ افراد سے متعلق سورۂ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:(و مَن یرتدد منکم عن دینہ فیمت و ھو کافرفأولآئک حبطت اعمالھم فی الدنیا و الآخرۃ و أولآئک أصحاب النار ھم فیھا خالدون[3])تم میں سے جو بھی اپنے دین سے

---

[1] اعراف، ۱۴۷۔
[2] توبہ، ۱۷، ۱۸ ۔
[3] بقرہ، ۲۱۷

برگشتہ ہو جائے اور کفر کی حالت میں اس کی موت واقع ہو تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا وآخرت بر باد ہیں اور وہ اہل جہنم ہیں اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

کافروں اور رسول خداؐ سے جنگ و جدال کرنے والوں سے متعلق سورۂ محمدؐ میں ارشاد ہوتا ہے:(ان الذین کفروا وصدّوا عن سبیل اللہ و شاقوا الرسول من بعد ما تبین لھم الھدیٰ لن یضرُّوا اللہ شیئاً و سیحبط أعمالھم)(یا أیھا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرّسول ولاتُبطلوا أعمالکم[1])وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں اور لوگوں کو راہ خدا سے دور کرتے ہیں اور جب کہ ان پر راہ ہدایت روشن ہو چکی ہے (پھر بھی) رسول خدا سے جھگڑا کرتے ہیں ایسے لوگ کبھی خدا کو نقصان نہیں پہنچا سکتے (بلکہ خدا) بہت جلد ان کے اعمال کو تباہ و نابود کردے گا،اے صاحبان ایمان!خدا اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اور اپنے اعمال کو تباہ نہ کرو!اعمال کا حبط اور برباد ہونا (جیسا کہ گزر چکا ہے اور آگے بھی آئے گا) صرف کافروں ہی کو شامل نہیں ہے ۔

بلکہ اس کے دائرہ میں مسلمان بھی آتے ہیں، خداوند عالم سورۂ حجرات میں ارشاد فرماتا ہے:(یا ایّھا الذّین آمنوالا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض أن تحبط أعمالکم وأنتم لاتشعرون[2])اے صاحبان ایمان ! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور جس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو نبی سے بلند آواز میں بات نہ کرو کہ تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تم سمجھ بھی نہ سکو۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:(یا أیُّھا الذین آمنوا لاتُبطلوا صدقاتکم بالمن و الأذی کالذّی یُنفقُ مالہ رِئاء النّاسِ و...[3]) اے صاحبان ایمان! اپنے صدقات اور بخششوں کو منت وآزار کے ذریعہ تباہ و برباد نہ کرو،اُس شخص کی طرح جو اپنا مال ریا اور خود نمائی کی خاطر انفاق کرتا ہے

[1] محمد، ۳۲ ، ۳۳
[2] حجرات،۲
[3] بقرہ،۲۶۳، ۲۶۴.

ج: حبط عمل روایات کی روشنی میں :

اسلامی روایات میں حبط اعمال کے بہت سارے اسباب کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ ہم ذیل میں ان کے چند نمونے ذکر کررہے ہیں: شیخ صدوقؒ نے ثواب الاعمال نامی کتاب میں رسول خداؐ سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: جو شخص ''سبحان اللہ'' کہتا ہے خدا وند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگاتا ہے اور جو شخص ''الحمد للہ'' کہتا ہے خدا وند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگاتا ہے اور جو شخص ''لا الہ الّا اللہ'' کہتا ہے خدا وند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگاتا ہے اور جو شخص ''اللہ اکبر'' کہتا ہے خدا وند عالم اس کے لئے بہشت میں ایک درخت پیدا کرتا ہے۔

قریش کے ایک شخص نے کہا: اے رسول خداؐ! اس لحاظ سے تو ہمارے لئے بہشت میں بہت سارے درخت ہیں! فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے، لیکن ہوشیار رہوکہیں ایسا نہ ہو کہ ان سب کو تم آگ بھیج کر خاکستر کر دو، کیونکہ خدا وند عزّوجل فرماتا ہے: (یا ایّھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرّسول و لا تبطلوا أعمالکم[1]) اے صاحبان ایمان! خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرو نیز اپنے اعمال کو (نافرمانی کر کے) باطل نہ کرو۔ صحیح مسلم وغیرہ میں رسول خداؐ سے ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ''اِن فرطکم علیٰ الحوض، مَن وردَ شرب، و مَن شرب لم یظمأ بعد ،وَ لیرِ دنّ علیَّ أقوام أعرِفُھُم ویعرفونی ثمّ یُحَالُ بینی و بینھم[2]'' میرے پاس طرف حوض کوثر کی جانب سبقت کرو کیونکہ جو وہاں پہنچے گا سیراب ہوگا اور جو سیراب ہوگا اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا،وہاں میرے پاس کچھ گروہ آئیں گے جنھیں میں پہنچانتا ہوں گا اور وہ بھی مجھے پہچانتے ہوں گے پھر اس کے بعد میرے اوران کے ما بین جدائی ہو جائے گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا '': لیرِدَنّ علیّ الحوض رجال ممن صاحبنی حتیٰ اِذا رأیتھم اختلجُوا دونی،فلأقولنّ أی ربّ أصحابی، فیقالنّ لی: اِنکَ لاتدری ما أحدثوا بعدکَ[3]''۔ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے لیکن

---

[1] ثواب الاعمال ص ۳۲اور سورۂ محمدؐ آیہ۳۳
[2] صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، حدیث ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۳۲، ۴۰.
[3] صحیح مسلم،کتاب الفضائل حدیث ۲۶ ، ۲۷، ۲۸ ،۳۲، ۴۰

جب تک کہ میں انھیں دیکھوں مجھ سے جدا کر دئے جائیں گے، میں (جلدی سے) کہوں گا : میرے خدا! میرے اصحاب ہیں! میرے اصحاب ہیں! مجھ سے کہا جائے گا : تمھیں نہیں معلوم کے انھوں نے تمہارے بعد کیا کیا ہے!رسول خداؐ سے ایک دوسری حدیث میں ذکر ہوا ہے:(ان المرائی ےُدعیٰ بہ یوم القیامة بأربعة أسماء : یا کافر ! یا فاجر! یا غادر! یا خاسر! حبط عملک وبطل أجرک و لا خلاق لک الیوم، فالتمس أجرک ممن کُنتَ تعمل لہٗ)[1] قیامت کے دن ریا کار انسان کو چار ناموں سے پکارا جائے گا: اے کافر، اے فاجر، اے مکار، اے زیانکار! تیرا عمل تباہ و برباد اور تیری جزا باطل ہوگئی، آج تجھے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا، اس وقت اپنی جزا کے لئے کسی ایسے سے درخواست کر جس کے لئے کام کرتا تھا!

گزشتہ بحث کا خلاصہ:

یہاں تک '' رب العالمین '' کی جانب سے انسانوں کو دی جانے والی جزا کے نمونے بیان کئے ہیں آئندہ بحث میں انشاء اللہ الٰہی جزا اور سزا میں جن وانس کی شرکت کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

جزا اور سزا کے لحاظ سے جنات بھی انسان کے مانند ہیں:

ہم نے حضرت آدم کی تخلیق کی بحث میں بیان کیا ہے کہ خداوند عالم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کا سجدہ کریں ؛ سارے فرشتوں نے آدم کا سجدہ کیا لیکن ابلیس نے انکار کر دیا کہ وہ جنوں میں سے تھا، خدا وند عالم نے بھی اسے کیفر و سزا دی اور اپنی بارگاہ سے نکال دیا یہاں پر جو ہم پیش کریں گے ۔

وہ خدا کا بیان ہے جو ابلیس اوراس جنی ہمزادوں کے انجام کے بارے میںآیا ہے:

[1] بحار : ج۷۲، ص ۲۹۵، بحوالۂ امالی شیخ صدوق .

١۔ خدا وند عالم سورۂ انعام میں فرماتا ہے:(ویوم یحشرھم جمیعاً یا معشرا لجن قد استکثرتم من الانس)(یا معشرا لجن والاِنس ألم ےأ تکم رُسُل منکم یقُصّون علیکم بآیاتی و ینذ رُونکم لقاء یومکم ھذا قالوا شھدنا علیٰ أنفُسنا وغرّ تھم الحیوۃُ الدنیا وشھدوا علی أنفسھم أنّھم کانوا کافرین[1])جس دن خدا سب کو اکٹھا کرے گا (کہے گا) اے گروہ جنات : تم نے بہت سارے انسانوں کو گمراہ کیا ہے اے گروہ جن و انس!کیا تم میں سے کوئی رسول تمہاری طرف نہیںآیا جو ہماری آیتوں کو تمہارے سامنے پڑھتا اور تمھیں ایسے دن کے دیدار سے ڈراتا؟وہ لوگ کہیں گے : ہم اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں ! (ہاں) دینوی زندگی نے انھیں فریب دیا اور اپنے ضرر میں گواہی دیں گے کہ کافر ہیں۔

٢۔سورۂ جن میں جناتوں کی زبانی ان کی قوم کے بارے میں فرماتا ہے :(وأنا منّا المسلمون و منا القا سطون فمن أسلم فا وآلٓء ک تحرّوا رشداً ۔ واما القا سطون فکانوا لجھنم حطباً)(ان لوگوں نے کہا) ہم میں سے بعض گروہ مسلمان ہیں تو بعض ظالم و ستمگر اور جو بھی اسلام لایا اس نے راہ راست اور ہدایت کا انتخاب کیا ہے، لیکن ظالمین آتش دوزخ کا ایندھن ہیں[2]!

٣۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے:(قَالَ ادْخُلُوا فِی أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِنْ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِی النَّارِ کُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّۃٌ لَعَنَتْ أُخْتَہَا حَتَّی إِذَا ادَّارَکُوا فِیہَا جَمِیعًا قَالَتْ أُخْرَاہُمْ لِأُولَاہُمْ رَبَّنَا ہَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِہِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنْ النَّارِ قَالَ لِکُلٍّ ضِعْفٌ وَلَکِنْ لَاتَعْلَمُونَ * وَقَالَتْ أُولَاہُمْ لِأُخْرَاہُمْ فَمَا کَانَ لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنتُمْ تَکْسِبُونَ[3]) (خدا وند عالم ستمگروں سے فرماتا ہے): تم سے پہلے جو جن و انس کی مجرم جماعتیں گزر چکی ہیں تم بھی انھیں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ !جب کوئی گروہ داخل ہوگا تو اپنے جیسوں کو لعنت و ملامت کرے گا اور جب سب کے سب وہاں پہنچ جائیں گے تو بعد والے، پہلے والوں کے بارے میں کہیں گے: خدا یا ! یہ لوگ وہی تھے جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے لھذا ان کے جہنمی عذاب وکیفر کو دوگنا کر دے!خدا فرمائے گا : سب کا عذاب دوگنا ہے لیکن

[1] انعام ۱۲۸ ، ۱۳۰.
[2] سورۂ جن ۱۴۔۱۵
[3] اعراف ۳۸، ۳۹ .

تم نہیں جا نتے،اور پہلے والے ،بعد والوں سے کہیں گے: تم لوگ ہم سے بہتر نہیں تھے ،لہٰذا عذاب کا مزہ چکھو جو کہ تمہارے کاموں کا نتیجہ ہے!

۴۔ سورۂ ہود میں ارشاد فرماتا ہے:(و تمّت کلمۃ ربّک لأملأن جہنّم من الجنّۃ و الناس أجمعین[1])اور تمہارے رب کا فرمان یقینی ہے کہ جہنم کو تمام جن و انس سے بھر دوں گا یہ قرآن کریم کی بعض آیات جنوں کے اعمال اور ان کے دنیا و آخرت میں مجازات کے بارے میں تھیں،قرآن کریم نے قیامت کے دن جنوں کے حالات کو اس طرح تفصیل سے بیان نہیں کیا ہے جیسا کہ انسان کے بارے میں تمام تفصیل بیان کی ہے۔

جزا اور سزا کی بحث کا خلاصہ:

ہم کہہ چکے ہیں کہ انسان خود گیہوں جو اور دیگر دانے دار چیزیں بوتا ہے اور چند ماہ گزرنے کے بعد اس کے محصول کو کاٹتا ہے نیز انواع و اقسام کے پھل کے درخت لگا تا ہے پھر چند سال گزرنے کے بعد اس کے پھلوں سے بہرہ مند ہوتا ہے ،یعنی انسان اپنی گاڑھی کمائی کا نتیجہ کھاتا ہے، اس کے باوجود خدا فرماتا ہے:(کلوا ممّا رزقکم اللّہ[2])خدا وند عالم نے جو تمھیں روزی دی ہے اسے کھاؤ!نیز فرماتا ہے: (یا ایھاالذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم[3])اے صاحبان ایمان! ہم نے تمھیں جو پاک و پاکیزہ رزق دیا ہے اس سے کھاؤ۔اور فرما تا ہے:(لا تقتلوا أولا دکم خشےۃِ املاقِ نحن نرزقھم و اِیاکم[4])اپنی اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو ہم انھیں اور تمھیں رزق دیتے ہیں۔اور ہم نے یہ بھی کہا :یہ اس لئے ہے کہ انسان اس مجموعۂ عالم میں اس شخص کے مانند ہے جو''self servic''والے میں جاتا ہے اپنے کام آپ انجام دیتا ہے اوراسے چاہئے کہ اپنے ہاتھوں اپنی مہمان نوازی اور پذیرائی کرے،ایسی جگہوں پر جس نے مہمان کو کھانا کھلایا ہے اور انواع واقسام کے کھانے کی چیزیں ان کے لئے فراہم کیں وہ میز

[1] ہود، ۱۱۹.
[2] مائدہ ،۸۸ ؛ نحل ، ۱۱۴.
[3] بقرہ ، ۱۷۲.
[4] اسراء ، ۳۱

بان ہے، لیکن مہمان خود بھی کھانا پسند کرنے اوراسے پلیٹوں میں نکالنے میں آزاد اور مختار ہے اگر اقدام نہ کرے اور چمچہ اور پلیٹ ہاتھ میں نہ لے اور کھانے کے دیگ کے قریب نہ جائے اور اپنی مرضی و خواہش کے مطابق اس میں سے کچھ نہ لے تو بھوکا رہ جائے گا اور اسے اعتراض کا بھی اسی طرح اگر حد سے زیادہ کھالے یا نقصان دہ غذا کھالے تواس کا نتیجہ بھی خوداسی پر ہے کیونکہ یہ خوداسی کا کیا دھرا ہے۔

انسان اپنے معنوی اعمال کے نتائج سے استفادہ کرنے میں بھی کچھ اس طرح ہے کہ اپنے کردار کے بعض نتائج مکمل طور پر اسی دنیا میں دریافت کر لیتا ہے، جیسے کافر کے صلۂ رحم کا نتیجہ کہ اس کے لئے دنیا ہی میں پاداش ہے، بعض اعمال کی جزا صرف آخرت میں ملتی ہے جیسے شہادت کے آثار جو صرف مومنین سے مخصوص ہیں، بعض اعمال ایسے ہیں جن کا فائدہ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی جیسے مومن کا صلہ رحم کرنا دنیا وآخرت دونوں میں پاداش رکھتا ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کے مطابق، انسان اپنی معنوی رفتار کا نتیجہ اپنی مادی رفتار کے نتیجہ کی طرح مکمل دریافت کرتا ہے یا دنیامیںیا آخرت میں یا دنیا وآخرت دونوں میں یہی حال بُرے اعمال کے نتائج کا بھی ہے۔قیامت کے دن حق شفاعت اور یہ کہ خدا بعض انسان کو ایسی کرامت عطا کرے گا ،یہ بھی اُن اعمال کا نتیجہ ہے جو انسان دنیا میں انجام دیتا ہے یہی صورت ہے انسان کے حبط اعمال کی قیامت کے دن جو اس کے بعض دنیاوی کردار کا نتیجہ ہے کیونکہ: (لیس لِلاِنسان اِلّا ما سعیٰ)جو انسان نے کیا ہے اس کے علاوہ اس کے لئے کوئی جزا نہیں ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نے خبر دی ہے کہ جنات بھی انسان کی طرح اپنے اعمال کی مکمل پاداش آخرت میں دریافت کریں گے۔جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ تقدیر ''رب العالمین ''کی اساس پراور اس کے بعض ربوبی صفات کے اقتضاء کے مطابق ہیں۔

انشاءاللہ آئندہ بحث میں ''رب العالمین '' کے دیگر صفات کو تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

رب العالمین کے بعض اسماء اور صفات۱-اسم کے معنی ۲ -۳ -رحمن اوررحیم۴-ذوالعرش اور رب العرش

۱۔اسم کے معنی:

اسم ؛قرآن کی اصطلاح میں اشیاء کے صفات، خواص اور ان کی حقیقت بیان کرنے والے کے معنیٰ میں ہے،اس بنا پر جہاں خدا وند عالم فرماتا ہے۔(وعلّم آدم الأسماء کلّھا)[1](۱)اور خدا وند عالم نے سارے اسماء کا علم آدم کو دیا! اس کے معنی یہ ہوں گے، خدا وند عالم نے اشیاء کی خاصیتوں اور تمام علوم کا علم آدم کو سکھا یا، جز علم غیب کے کہ کوئی اس میں خدا کا شریک نہیں ہے مگر یہ کہ کسی کو وہ خود چاہے اور بعض پوشیدہ اخبار اس کے حوالے کر دے۔

۲ - ۳ -رحمن ورحیم کے معنی:

قرآن کریم میں خدا وند عالم کے اسماء اور مخصوص صفات ذکر ہوئے ہیں ان میں سے بعض دنیوی آثار بعض اخروی اور بعض دینوی اور اخروی دونوں آثار کے حامل ہیں، منجملہ ان اسماء اور صفات کے ''رحمن ورحیم'' جیسے کلمات ہیں جن کے معنی تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔لغت کی کتابوں میں ''رحم ، رحمت اور مرحمت'' مہربانی، نرمی اور رقت قلب کے معنی میں ذکر ہوئے ہیں '' مفردات الفاظ القرآن'' نامی کتاب کے مصنف راغب کا ''رحم'' کے مادہ میں جو کلام ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: رحمت؛رقت قلب اور مہربانی ہے اس طرح سے کہ جس پر رحمت نازل ہوتی ہے اسکے لئے احسان و بخشش کا باعث ہوتی ہے، یہ کلمہ کبھی صرف رقت اور کبھی احسان و بخشش کے معنی میں بغیر رقت کے استعمال ہوتاہے:جب رحمت خدا وندی کی بات ہوتی ہے تو اس سے مراد بغیر رقت صرف احسان و بخشش ہوتا ہے، اس لئے روایات میںآیا ہے: جو رحمت خدا کی طرف سے ہوتی ہے وہ مغفرت و بخشش کے معنی میں ہے اور جو رحمت آدمیوں کی طرف سے ہوتی ہے وہ رقت اور مہربانی کے معنی میں ہوتی ہے۔ لفظ ''رحمان'' خدا وند متعال سے مخصوص ہے اور اس کے معنی خدا کے علاوہ کسی اور کو زیب نہیں دیتے کیونکہ تنہا وہی ہے جس کی

---

[1] بقرہ ٫ ٣٠

رحمت تمام چیزوں کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ لفظ ''رحیم'' خدا اور غیر خدا دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، خدا وند عالم نے اپنے بارے میں فرمایا ''ان اللہ غفور رحیم'' خدا وند عالم بخشنے والا مہربان ہے اور پیغمبرؐ کے بارے میں فرمایا: (لقد جاءکم رسول من أنفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم[1]) یقیناً تم ہی میں سے ایک رسول تمہاری جانب آیا کہ تمہاری مصیبتیں اس کے لئے گراں ہیں تمہاری ہدایت کے لئے حرص رکھتا ہے اور مومنین کے ساتھ رؤوف و مہربان ہے۔

نیز کہا گیا ہے: خدا وند عالم دنیا کا رحمن اور آخرت کا رحیم ہے، کیونکہ خدا کا احسان دنیا میں عام ہے جو کہ مومنین اور کافرین دونوں کو شامل ہے لیکن آخرت میں صرف مومنین سے مخصوص ہے، خدا وند عالم نے سورۂ اعراف میں فرمایا: (و رحمتی وسعت کل شیء فسأ کتبھا للذین یتقون[2]) میری رحمت ساری چیزوں کو شامل ہے عنقریب میں اسے ان لوگوں سے مخصوص کر دوں گے جو تقوی اختیار کرتے ہیں۔

یعنی میری رحمت دنیا میں مومنین اور کافروں دونوں کو شامل ہے لیکن آخرت میں صرف مومنین سے مخصوص ہے۔

تاج العروس'' کتاب کے مصنف بھی اس سلسلے میں اپنا ایک نظریہ رکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے: ''رحمن'' خداوند عالم کا مخصوص نام ہے جو اس کے علاوہ کسی اور کے لئے سزاوار نہیں ہے، کیونکہ اس کی رحمت تمام موجودات کو خلق کرنے، رزق دینے اور نفع پہنچانے کے لحاظ سے شامل ہے۔

رحیم'' ایک عام نام ہے ہر اس شخص کے لئے استعمال ہو سکتا ہے جو صفت رحمت سے متصف ہو، اسکے بعد کہتے ہیں: امام جعفر صادقؑ کے کلام کے یہی معنی ہیں جو آپ نے فرمایا: ''رحمان'' عام صفت کے لئے ایک خاص نام ہے اور رحیم ایک خاص صفت کے لئے ایک عام نام ہے۔

[1] توبہ، ۱۲۸
[2] اعراف ۱۵۶

جو کچھ ان لوگوں نے کہا ہے اس کا مؤید یہ ہے کہ، ''رحیم'' قرآن کریم میں ۷۴ مقام پر ''غفور''، ''برّ''، ''رؤف[1]'' اور ''ودود'' کے ہمراہ ذکر ہوا ہے۔ کلمہ ''رحمن'' سورۂ الرحمن میں اس ذات کا اسم اور صفت ہے جس نے انسان کو خلق کرنے اور بیان سکھانے کے بعد قرآنی ہدایت کی نعمت سے نوازا ہے اور زمین کو اس کی ساری چیزوں کے ساتھ جیسے میوہ جات، کھجوریں، دانے اور ریاحین (خوشبو دار چیزیں) وغیرہ اس کے فائدہ کے لئے خلق فرمائی ہیں پھر جن وانس کو مخاطب کر کے فرمایا: (فبأیّ آلاء ربکما تکذبان) پھر تم اے گروہ جن و انس خدا کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟ پھر بعض دنیاوی نعمتیں شمار کرنے کے بعد کچھ اخروی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: (لمن خاف مقام ربّہ جنتان) اُس شخص کے لئے جو اپنے پرور دگار کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، بہشت میں دو باغ ہوں گے یہاں تک کہ آخر سورہ میں فرماتا ہے: (تبارک اسم ربک ذوا لجلال والاِکرام) بابرکت اور لازوال ہے تمہارے صاحب جلال اور عظیم پروردگار کا نام!

۴۔ ذوالعرش اور ''ربُّ العرش'':

قرآن کریم کی وہ آیات جو ''عرش خدا'' کے بارے میں بیان کرتی ہیں، درج ذیل ہیں:

۱۔ سورۂ ہود میں فرماتاہے: (وھوالذی خلق السموات و الأرض فی ستۃ أیامٍ وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم أیکم أحسن عملاً[2]) اور خدا وہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں خلق کیا ہے اوراس کا ''عرش'' پانی پر ہے، تا کہ تمھیں آزمائے تم میں سے کون زیادہ نیکو کار ہے۔

۲۔ سورۂ یونس میں فرمایا: (اِن ربکم اللّٰہ الذی خلق السموات و الأرض فی ستۃ أیّامٍ ثُم استوی علی العرش یدبّر الأمر) تمہارا رب اللہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں خلق فرمایا پھر عرش پر مستقر ہوا اور تدبیر کار میں مشغول ہوگیا۔

---

[1] معجم المفہرس'' مادۂ '' رحم''
[2] ہود ، ۷

٣۔ سورۂ فرقان میں ارشاد فرماتا ہے:(الذی خلق السموات والأرض و ما بینھما فی ستۃ أیامِ ثُم أستوی علیٰ العرش الرّحمن فسٔل بہ خبیراً[٢])اس نے زمین و آسمان اور ان کے ما بین جو کچھ ہے ان سب کو چھ دن میں خلق فرمایا پھر عرش پر مستقر ہوا وہ رحمن ہے ،اس سے سوال کرو کیونکہ وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔

۴۔سورۂ غافر میں ارشاد فرمایا:(...الذین یحملون العرش ومَن حولہ ےسبّحون بحمد ربّھم وےؤمنون بہ و یستغفرون للذین آمنوا ربّنا وسعت کُلّ شیءٍ رّحمۃ و علماً فأغفر للذین تابوا و اتبعوا سبیلک و قھم عذاب الجحیم[٣])وہ جو عرش خدا کو اٹھاتے ہیں نیز وہ جو اس کے اطراف میں ہیں،اپنے پروردگار کی تسبیح و ستائش کرتے ہوئے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنین کے لئے (اس طرح)طلب مغفرت کرتے ہیں:خدایا!تیری رحمت اور علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے،پس جن لوگوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے انھیں بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ!

۵۔ سورۂ زمر میں ارشاد ہوتا ہے:(و تریٰ الملائکۃ حافّین من حول العرش ےسبحون بحمد ربھم و قضی بینھم با لحق و قیل الحمد للّٰہ رب العالمین[۴])اور فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش خدا کے ارد گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں اور اپنے رب کی ستائش میں تسبیح پڑھتے ہیں ؛ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا :ستائش اللّٰہ رب العالمین سے مخصوص ہے۔

٦۔ سورۂ حاقہ میں ارشاد ہوتا ہے:(و یحمل عرش ربک فوقھم یومئذٍ ثمانےۃ[۵])اس دن تمہارے رب کے عرش کوآٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔

---

[١] یونس ، ٣.
[٢] فرقان ، ٥٩.
[٣] غافر ،٧
[٤] زمر ،٧٥
[٥] سورۂ حاقہ ، ١٧ .

کلمات کی تشریح:

۱۔العرش:

عرش ؛لغت میں چھت دار جگہ کو کہتے ہیں جس کی جمع عروش ہے ، تخت حکومت کو حاکم کی رفعت وبلندی نیز اس کی عزت وشوکت کے اعتبار سے عرش کہتے ہیں، عرش ملک اور مملکت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے،کتاب ''لسان العرب'' میںآیا ہے کہ ''ثلّ اللہ عرشھم'' یعنی خدا وند عالم نے ان کے ملک اور سلطنت کو برباد کر دیا[1]۔ایک عرب زبان شاعر اس سلسلے میں کہتا ہے:اِذا ما بنو مروان ثلت عروشھم :: وأودت کما أودت ایادو حمیر جب مروانیوں کا ملک تباہ وبرباد ہوگیااور '' حمیر'' اور '' ایاد''کی طرح مسمار ہوگیا[2]۔

۲۔ استویٰ:الف: ''التحقیق فی کلمات القرآن''نامی کتاب میں مادہ ''سوی'' کے ضمن میں آیا ہے کہ ''استواء'' کے معنی بمقتضائے محل بدلتے رہتے ہیں،یعنی ہر جگہ وہاں کے اقتضاء اور حالات کے اعتبار سے اس کے معنی میں تغییر اور تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

ب: ''مفردات راغب'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ ''استواء'' جب کبھی علیٰ کے ذریعہ متعدی ہو تو ''استیلاء'' یعنی غلبہ اور مستقر ہونے کے معنی میں ہے،جیسے ''الرحمن علی العرش استویٰ'' رحمن عرش پر تسلط اور غلبہ رکھتا ہے۔

ج: ''المعجم الوسیط'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ!استویٰ علیٰ سریر الملک أو علیٰ العرش'' تخت حکومت پر متمکن ہوا یا بادشاہی کرسی پر بیٹھا،اس سے مراد یہ ہے کہ مملکت کا اختیار اپنے قبضہ میں لیا۔ اخطل نامی شاعر نے بشر بن مروان اموی کی مدح

---

[1] مفردات راغب اور المعجم الوسیط میں مادہ '' عرش'' اور لسان العرب میں مادہ ثلل کی جانب مراجعہ

[2] بحار، ج ۵۸، ص ۷

میں کہا ہے:قد استویٰ بشر علی العراق :: من غیر سیفٍ أودمٍ مھراقِ بشر نے عراق کی حکومت شمشیر اور کسی قسم کی خونریزی کے بغیر اپنے ہاتھ میں لے لی!

آیات کی تفسیر:

جب ہم نے جان لیا کی اسمائے الٰہی میں ''رحمن ورحیم'' ''ربّ العالمین'' کے صفات میں سے ہیں اور ہر ایک کے دنیا وآخرت دونوں جگہ آثار پائے جاتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ''اسم''قرآنی اصطلاح میں صفات، خواص اشیاء اور ان کی حقیقت بیان کرنے کے معنی میں ہے اور ''عرش'' عربی لغت میں حکومت اور قدرت کے لئے کنایہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ''استواء'' جب علیٰ کے ذریعہ متعدی ہوگا تو غلبہ اور تسلط کے معنی دیتا ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے'':استویٰ علی سریر الملک أو علیٰ العرش ''،سریر حکومت یا عرش حکومت پر جلوہ افروز ہوا (متمکن ہوا)یعنی:''تولیٰ الملک''، مملکت وحکومت کا اختیار اپنے قبضہ میں لیا۔

اب اگر قرآن کریم میں'' استویٰ علی العرش''کے مذکورہ ہفت گانہ مقامات کی طرف رجوع کریں تو اندازہ ہوگا کہ ان تمام مقامات پر ''استواء''،علیٰ کے ذریعہ متعدی ہوا ہے ،جیسے:(استویٰ علیٰ العرش یدبّر الأمر[1])وہ عرش پر متمکن ہو کر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ (ثُمّ استویٰ علی العرش یدبر الامر[2]) پھر وہ عرش پر متمکن ہوااور تدبیر امر میں مشغول ہوگیا۔

ان آیات میں(نوع تدبیر کی طرف اشارہ کئے بغیر)صراحت کے ساتھ فرمایا :'' عرش پر متمکن ہوا اور تدبیر امر میں مشغول ہو گیا۔،، سورۂ اعراف کی ۵۴ ویں آیت میں انواع تدبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:(استویٰ علی العرش یغشی الیل النھار...)وہ عرش پر جلوہ افروز ہوا اور شب کے ذریعہ دن کو چھپا دیتا ہے۔

[1] یونس ۳.
[2] سجدہ ۴و ۵ ؛ رعد ۲

اور سورۂ حدید کی چوتھی آیت میں تدبیر کار کی طرف کنائےۃًاشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:(استویٰ علیٰ العرش یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا)عرش پر متمکن ہوا وہ جوکچھ زمین کے اندر جاتاہے اور جوکچھ اس سے خارج ہوتا ہے سب کو جانتاہے۔

یعنی خداوند عالم جو کچھ اس کی مملکت میں ہوتا ہے جانتا ہے اور ساری چیزیں اس کی تدبیر کے مطابق ہی گردش کرتی ہیں۔ یہیں پر سورۂ فرقان کی ۵۹ ویں آیت کے معنی بھی معلوم ہوجاتے ہیں جہاں خداوندعالم فرماتا ہے:(استویٰ علیٰ العرش الرحمن فسئل بہ خبیراً)عرش قدرت پر متمکن ہوا، خدائے رحمان ،لہٰذا صرف اسی سے سوال کروکہ وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے!یعنی وہ جو کہ عرش قدرت پر متمکن ہوا ہے وہی خدا وند رحمان ہے جو کہ تمام عالمین کو اپنی وسیع رحمت کے سایۂ میں پرورش کرتا ہے اور جو بھی اس کی مملکت میں کام کرتا ہے اس کی رحمت اور رحمانیت کے اقتضاء کے مطابق ہے یہ موضوع سورۂ طہٰ کی پانچوں آیت میں مزیدتاکید کے ساتھ بیان ہوا ہے :(الرحمن علیٰ العرش استویٰ)خداوند رحمان ہے جو عرش قدرت پر غلبہ اور تسلط رکھتا ہے۔

اس لحاظ سے، جوکچھ سورہ ''ہود'' کی ساتویں آیت میں فرماتا ہے: (خلق السموات والأرض فی ستۃ أیام وکان عرشہ علیٰ الماء) آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں خلق فرمایا اور اس کا عرش قدرت پانی پر ٹھہراتھا ۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مملکت خدا وندی میں زمین وآسمان کی خلقت سے قبل جز پانی کے جس کی حقیقت خدا وندعالم ہی جانتا ہے کوئی اور شۓموجود نہیں تھی ۔ اورجو سورۂ غافر کی ساتویں آیت میں فرماتا ہے:(الذین یحملون العرش)وہ لوگ جو عرش کو اٹھاتے ہیں۔

اس سے بارگاہ الٰہی کے کارگزار فرشتے ہی مراد ہیں کہ بعض کو نمائندہ بنایا اور بعض کو پیغمبروں کی امداد کے لئے بھیجا بعض کچھ امتوں جیسے قوم لوط پر حاملان عذاب ہیں اور بعض آدمیوں کی روح قبض کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہرایک اپنا مخصوص کام انجام دیتا ہے اور جو کچھ ہماری دنیا میں خدا وند عالم کی ربوبیت کا مقتضیٰ ہی اس میں مشغول ہے۔اور سورۂ حاقہ کی ساتویں آیت میں جو فرماتا ہے: (ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذٍ ثمانیۃ)تمہارے رب کے عرش قدرت کواس دن آٹھ فرشتے حمل کریں گے۔

اس سے مراد قیامت کے دن فرمان خدا وندی کا اجراء کرنے والے فرشتوں کے آٹھ گروہ ہیں۔ اور سورہ نحل کی ۱۴ویں آیت میں جو فرمایا: (وھو الذی سخر البحر لتأکلوا لحماََ طریاََ و تستخرجوا منہ حلیۃََ تلبسونھا و تری الفلک مواخر فیہ)وہ خدا جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کیا تاکہ اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ دریا کا سینہ چاک کرتی ہیں۔اس کے معنی یہ ہے کہ دریا کو ہمارا تابع بنا دیا تاکہ اُس کے خواص سے فائدہ اٹھائیں اور یہ حضرت آدمؑ کی تعلیم کا ایک مورد ہے چنانچہ اس سے پہلے اسی سورہ کی ۵ ویں تا ۸ ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے :(والأنعام خلقھا لکم فیھا دفء و منافع و منھا تأکلون۔ و لکم فیھا جمال حین تُریحون وحین تسرحون و تحمل أثقالکم الیٰ بلدِ لم تکونوا بالغیہ الّا بشق الأنفس اِن ربکم لرءوف رحیم ،والخیل و البغال و الحمیر لترکبوھا وزینۃََ و)اور اس نے چوپایوں کو خلق کیا کیونکہ اس میں تمہاری پوشش کا وسیلہ اور دیگر منفعتیں پائی جاتی ہیں اور ان میں سے بعض کا گوشت کھاتے ہو اور وہ تمہارے شکوہ اور زینت وجمال کا سبب ہیں۔

جب تم انھیں جنگل سے واپس لاتے ہو اور جنگل کی طرف روانہ کرتے ہو،نیز تمہارا سنگین و وزنی بار جنھیں تم کافی زحمت ومشقت کے بغیر وہاں تک نہیں پہنچا سکتے یہ اٹھاتے ہیں یقیناتمہارا رب رؤف ومہربان ہے اور اس نے گھوڑوں،گدھوں اور خچروں کو پیدا کیا تاکہ ان پر سواری کرو اور وہ تمہاری زینت کا سامان ہوں۔خدا وند عالم نے اس کے علاوہ کہ ان کو ہمارا تابع اور مسخر بنایا ہے ان سے استفادہ کے طریقے بھی ہمیں سکھائے تاکہ گوشت،پوست، سواری اور بار برداری میں استفادہ کریں۔

سورہ زخرف کی بارھویں اور تیرھویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:(والذی خلق الأزواج کلّھا و جعل لکم من الفلک و الآنعام ماترکبون ،لتستوا علی ظھورہ،ثُمّ تذکروا نعمۃ ربّکم اِذا استویتم علیہ و تقولوا سبحان الذی سخر لنا ھذا و ما کُنّا لہ مقرنین)اور جس خدا نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا اور تمہارے لئے کشتیوں اور چوپایوں کے ذریعہ سواری کا انتظام کیا تاکہ ان کی پشت پر سوار ہو اور جب تم ان کی پشت پر سوار ہو جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو: وہ خدا منزہ اور پاک و پاکیزہ ہے جس نے ان کو ہمارا تابع اور مسخر بنایا ورنہ ہمیں ان کے تسخیر کرنے کی طاقت وتوانائی نہیں تھی۔جس خدا نے ہمیں ان آیات میں مذکور چیزوں سے استفادہ کا طریقہ بتا یا اور

اپنی ''ربوبیت'' کے اقتضاء کے مطابق انھیں ہمارا تابع فرمان اور مسخر بنایا اسی خدا نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں اور گھر کے چھپروں میں پھول اور شگوفوں کو چوس کر شہد بنائے، اسی نے دریا کو مچھلیوں کے اختیار میں دیا اور الہام غریزی کے تحت اس سے بہرہ مند ہونے اور استفادہ کرنے کی روش اور طریقہ بتا یا،اس طرح سے اسنے اپنی وسیع رحمت کے ذریعہ ہر ایک مخلوق کی ضرورت کو دیگر موجودات سے بر طرف کیا اوراس کے اختیار میں دیا نیز ہر ایک کو اس کی ضروری اشیاء کی خاصیتوں سے آگاہ کیا تا کہ اس سے فائدہ حاصل کرے بعبارت دیگر شہد کی مکھی کوبقائے حیات کے لئے ضروری اشیاء کے اسماء اور ان کی خاصیتوں سے آگاہ کیا تاکہ زندگی میں اس کا استعمال کرے اور مچھلیوں کو بھی ان کی ضرورت کے مطابق اشیاء کے اسماءاور خواص سکھائے تاکہ زندگی میں ان کا استعمال کرے ،وغیرہ ۔رہی انسان کی بات تو خدا وند عالم نے اسے خلق کرنے کے بعد اس کی تعریف وتوصیف میں فرمایا : (فتبارک اللہ احسن الخالقین)بابرکت ہے وہ اللہ جو بہترین خالق اور پیدا کرنے والا ہے۔

خدا وند عالم نے تمام اسماء اوران کی خاصیتیں اسے بتا دیں ؛چنانچہ سورۂ جاثیہ کی ۱۳ویں آیت میں فرمایا :(وسخر لکم مافی السموات والأرض جمیعاً منہ)اورخدا نے جو کچھ زمین وآسمان میں ہے سب کو تمہارے اختیار میں دیا اور اسے تمہارا تابع بنا دیا۔سورۂ لقمان کی ۲۰ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے!(ألم تروا أن اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے زمین و آسمان کے درمیان کی تمام چیزوں کو تمہارا تابع اور مسخر بنا یا۔

پروردگار عالم نے اپنی مخلوقات کی ہر صنف کو دیگر تمام مخلوقات سے استفادہ کرنے کی بقدر ضرورت ہدایت فرمائی۔ اور جو مخلوق دیگر مخلوق کی نیاز مند تھی تکوینی طور پر اس کو اس کا تابع بنایا ہے۔اور انسان جوکہ خدا داد صلاحیت اور جستجوو تلاش کرنے والی عقل کے ذریعہ تمام اشیاء کے خواص کو درک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر کوشش کرے اور علوم کو حاصل کرنے کے لئے جد وجہد کرے،تواسے یہ معلوم ہوگا کہ تمام مخلوقات اس کے استعمال کے لئے اسکے اختیار میں ہیں، مثال کے طور پر اگر ''ایٹم'' کے خواص کو درک کرنے کی کوشش کرے تویقیناًوہاں تک اس کی رسائی ہو جائے گی اور چونکہ ایٹم ان اشیاء میں ہے جو انسان کے تابع اور مسخر

ہے، قطعی طور پر وہ اسے شگاف کرنے اور اپنے مقاصد میں استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، جس طرح سے خدا نے آگ ،الکٹریک اور علوم کی دیگر شاخوں جیسے فیزک اور کیمسٹری کو اس کے حوالے کیا نیز انھیں اس کا تابع بنایا تا کہ مختلف دھاتوں سے ہوائی جہاز اور راکٹ وغیرہ بنائے اور اسے زمین کے اطراف میں گردش دے وغیرہ وغیرہ ۔

لیکن یہ انسان ''چونکہ سرکش، طاغی اور حریص ہے ''لہٰذا اس شخص کا محتاج اور ضرورت مند ہے جو ان مسخرات سے استفادہ کا صحیح طریقہ اور راستہ بتائے تا کہ جو اس نے حاصل کیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اسے اپنے یا دوسروں کے نقصان میں استعمال نہ کرے ۔ ''کھیتی'' اور نسل ''کو اس کے ذریعہ نابود نہ کرے ''ربّ رحمان''نے عالی مرتبت انبیاء کو اس کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تا کہ مسخرات سے استفادہ کی صحیح راہ وروش بتائیں پس ''ربّ رحمن'' کے جملہ آثار رحمت میں سے پیغمبروں کا بھیجنا ،آسمانی کتابوں کا نازل کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا ہے، اس موضوع کی وضاحت سورہ رحمان میں لفظ ''رحمن''کی تفسیر کے ذریعہ اس طرح کی ہے:(الرّحمن، علّم القرآن)خدا وند رحمان نے ،قرآن کی تعلیم دی۔

(خلق الِانسان،علّمہ البیان)انسان کو خلق کیا اور اسے بیان کرنا سکھایا ۔(الشمسُ والقمر بحِسبان)سورج اور چاند حساب کے ساتھ ردش کرتے ہیں۔(والنجم والشجر یسجدان)اور بوٹیاں بیلیں اور درخت سب اسی کا سجدہ کر رہے ہیں ۔(والسماء رفعھا ووضع المیزان) اوراُس نے آسمان کو رفعت دی اور میزان وقانون وضع کیا (بنایا) ۔

(والأرض وضعھا اور زمین کو مخلوقات کے لئے خلق کیا ۔(فیھا فا کھۃ والنّخل ذات الأکمام)اس میں میوے اور کھجوریں ہیں جن کے خوشوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔(والحبّ ذوالعصف والرّیحان)اور خوشبو دار گھاس اور پھول کے ساتھ دانے ہیں۔ (فباَیّ آلاء ربّکما تکذّبان)پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۔

(تبارکَ اُسم ربّک ذی الجلال والاِکرام)تمہارے صاحب جلال واکرام رب کا نام مبارک ہے۔

نیز ''رب'' ہے جو: (یبسط الرّزق لمن یشاء ویقدر[1]) جس کی روزی میں چاہے وسعت دیدے اور جسکی روزی میں چاہے تنگی کر دے۔ جو کچھ ہم نے رحمت ''رب'' کے آثار دنیا میں پیش کئے ہیں وہ مومن اور کافر تمام لوگوں کو شامل ہیں اس بناء پر ''رحمان'' دنیا میں ''رب العالمین'' کے صفات میں شمار ہوتا ہے نیز اس کی رحمت تمام خلائق جملہ مومنین وکافرین سب کو شامل ہے اور چونکہ ''رب العالمین'' لوگوں کی پیغمبروں پر ''وحی'' کے ذریعہ ہدایت کرتا ہے، قرآن کریم ''وحی'' کی ''رب'' کی طرف، جو کہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے: (ذٰلک مما أوحیٰ الیک ربّک من الحکمة[2]) یہ اس کی حکمتوں میں سے ہے کہ تمہارے ''رب'' نے تم کو وحی کی ہے۔

اور فرمایا: (اتّبع ما أوحی الیک من ربک[3]) جو چیز تمارے رب کی طرف سے تم پر وحی کی گئی ہے اس کی پیروی کرو۔ قرآن اسی طرح ارسال رسل اور آسمانی کتابوں کے نازل کرنے کو ''رب العالمین'' کی طرف نسبت دیتا ہے اور حضرت ہودؑ کے حالات زندگی کی شرح میں فرماتا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا: (یا قوم لیس بی سفاھة ولکنّی رسول من رب العالمین۔ أبلّغکم رسالات ربّی[4]) اے میری قوم! میرے اندر کسی قسم کی سفاہت نہیں ہے لیکن میں،،ربّ العالمین،، کی جانب سے ایک رسول اور فرستادہ ہوں کہ اپنے پروردگار کی رسالت تم تک پہنچاتا ہوں۔

نیز حضرت نوحؑ کے بارے میں فرماتا ہے: انھوں نے اپنی قوم سے کہا: (یا قوم لیس بی ضلالة ولکنّی رسول من رب العالمین۔ أبلغکم رسالات ربّی[5]) اے میری قوم! میرے اندر کسی قسم کی ضلالت اور گمراہی نہیں ہے، لیکن میں ''رب العالمین'' کا فرستادہ اور رسول ہوں، کہ اپنے پروردگار کی رسالت تم تک پہنچاتا ہوں۔

---

[1] سبا، ۳۹، ۳۶ .
[2] اسراء ، ۳۹.
[3] انعام ، ۱۰۶
[4] انعام ، ۱۰۶
[5] اعراف، ۶۱ ، ۶۲

اور حضرت موسیٰؑ کے بارے میں فرماتا ہے کہ انھوں نے فرعون سے کہا: (یا فرعون انی رسول من رب العالمین[1]) اے فرعون! میں رب العالمین کا فرستادہ ہوں۔

آسمانی کتابوں کے نازل کرنے کے سلسلے میں فرمایا: (واتل ما أوحی الیک من کتاب ربک[2]) جو کچھ تمہارے ''رب'' کی کتاب سے تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کرو! (تنزیل الکتاب لاریب فیہ من رب العالمین[3]) (اس کتاب کا نازل ہونا کہ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے رب العالمین کی طرف سے ہے (انہ لقرآن کریم تنزیل من رب العالمین[4]) بیشک یہ قرآن کریم ہے جو ''رب العالمین'' کی طرف سے نازل ہوا ہے نیز امر و فرمان کی نسبت ''رب'' کی طرف دیتے ہوئے فرماتا ہے: (قل أمر ربی بالقسط و أقیموا وجوھکم عند کلّ مسجد[5]) کہہ دو! میرے رب نے عدالت وانصاف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر مسجد میں اپنا رخ اس کی طرف رکھو۔

اس لحاظ سے صرف اور صرف ''رب'' کی اطاعت کرنی چاہئے، جیسا کہ خاتم الانبیاءؐ اور مومنین کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے: (آمن الرسول بما أنزل الیہ من ربہ و المؤ منون و قالوا سمعنا وأطعنا غفرانک ربنا[6]) پیغمبر جو کچھ اس کے ''رب'' کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر ایمان لایا ہے اور تمام مومنین بھی ایمان لائے ہیں اوران لوگوں نے کہا! ہم نے سنا اور اطاعت کی اے ہمارے پروردگار ہم! تیری مغفرت کے خواستگار ہیں۔

انبیاء بھی چونکہ اوامر ''رب العالمین'' کی تبلیغ کرتے ہیں،

---

[1] اعراف، ۱۰۴
[2] کہف، ۲۷
[3] سجدہ ۲۔
[4] واقعہ، ۷۷، ۸۰
[5] اعراف، ۲۹
[6] بقرہ، ۲۸۵

لہٰذا خدا وند متعال نے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے فرمایا: (أطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرسول ولا تبطلوا أعمالکم[1]) خدا کی اطاعت کرواور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو ۔

یہی حال گناہ اور معصیت کا ہے کہ کسی سے بھی صادر ہو ''رب العالمین'' کی افرمانی کی ہے،

جیسا کہ فرمایا: (فسجدوا الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربہ[2]) سارے فرشتوں نے سجدہ کیا جز ابلیس کے، جوکہ جنوں میں سے تھا اور اپنے ''رب'' کے فرمان سے باہر ہو گیا۔ نیز یہ بھی فرمایا: (فعقروا الناقۃ و عتوا عن أمر ربھم[3]) (قوم ثمود) نے ''ناقہ'' کوپے کر دیا اور اپنے رب کے فرمان سے سر پیچی کی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظ ''امر'' اور فرمان جملہ سے حذف ہو جاتا ہے لیکن اس کے معنی باقی رہتے ہیں، جیسا کہ حضرت آدمؑ کے بارے میں فرمایا: (وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ[4]) آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور جزا سے محروم ہو گئے۔

یعنی آدمؑ نے اپنے رب کے امر کی نافرمانی کی۔ انبیاء علیہم السلام بھی چونکہ اوامر ''رب''کولوگوں تک ابلاغ کرتے ہیں تو ان کی نافرمانی اور سر پیچی فرمان ''رب'' کی مخالفت شمار ہوتی ہے، جیسا کہ خدا فرعون اور اس کی قوم نیز ان لوگوں کے بارے میں جوان سے پہلے تھے فرماتا ہے: (و جاء فرعون ومن قبلہ فعصوا رسول ربھم[5]) فرعون اور وہ لوگ جواس سے پہلے تھے ....ان سب نے اپنے رب کے فرستادہ پیغمبر کی مخالفت کی ۔

انسان نافرمانی کرنے کے بعد جب توبہ کرتا ہے اپنے ''رب'' سے مغفرت چاہتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے: (الذین یقولون ربنا اننا آمنا فاغفرلنا ذنوبنا[6]) وہ لوگ کہتے ہیں: اے ہمارے ''رب'' ! ہم ایمان لائے، لہٰذا ہمارے گناہوں کو بخش دے ۔

[1] محمد ، ۳۳
[2] کہف ، ۵۰
[3] اعراف ، ۷۷
[4] طہ ، ۱۲۱
[5] حاقہ ، ۹،۱۰
[6] آل عمران ، ۱٦

(وما کان قولھم اِلاّ أن قالوا ربنا أغفرلنا ذنوبنا[1])اوران کا کہنا صرف یہ تھا کہ اے ہمارے پروردگار !ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ (ربّنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفرعنا سیئاتنا[2])اے ہمارے پروردگارا !ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی کر۔سورہ قصص میں حضرت موسیٰؑ کے قول کے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:(رب انِی ظلمتُ نفسی فاغفرلِی فغفرلہ[3])اے میرے پروردگار!میں نے اپنے اوپر ظلم کیا لہٰذا مجھے بخش دے اورخدا نے انھیں بخش دیا۔اسی وجہ سے ''غفور'' و غفار''بھی رب کے صفات میں سے ہے، چنانچہ فرمایا: (والذین عملوا السأات ثُمّ تابوا من بعد ھا وآمنوا ان ربّک من بعدھا لغفور رحیم[4])وہ لوگ جنھوں نے گناہ کیا اور اس کے بعد توبہ کی اور ایمان لائے (جان لیں کہ) تمہارارب اس کے بعد غفور ومہربان ہے۔اپنی قوم سے نوح کے قول کی حکایت کرتا ہے: (فقلت استغفروا ربّکم انّہ کان غفّاراً[5]) (نوح نے کہا) میں نے ان سے کہا :اپنے رب سے بخشش ومغفرت طلب کرو کیونکہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا اور غفاّر ہے۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا: (فتلقیٰ آدم من رّبہ کلماتِ فتاب علیہ اِنّہ ھو التوابُ الرحیم[6])پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے اور خدا نے ان کی توبہ قبول کی کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہر بان ہے۔

اور جو لوگ گناہ کرنے کے بعد توبہ کے ذریعہ اس کی تلافی اور جبران نہیں کرتے ان کے کردار کی سزا رب العالمین کے ذمہّ ہے جیسا کہ فرمایا: (قل یا عبادیِ الذین أسرفوا علیٰ أنفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللّٰہ وانیبوا الِیٰ ربّکم وأسلموا لہ من قبل أن یاتیکم العذاب ثُمّ لا تنصرون[7])کہو: اے میرے وہ بندو کہ تم نے اپنے اوپر ظلم وستم نیز اسراف کیا ہے! خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اوراس کے فرمان کے سامنے سراپا تسلیم ہو جاؤ قبل اسکے کہ تم پر عذاب نازل ہو پھر کوئی یار ویاور نہ رہ جائے۔

---

[1] آل عمران ، ۱۴۷
[2] آل عمران ، ۱۹۳
[3] قصص، ۱۶۔
[4] اعراف ، ۱۵۳
[5] نوح ، ۱۰
[6] بقرہ ، ۳۷
[7] زمر ، ۵۳،۵۴

رب کا اعمال کی جزا دینا کبھی دنیا میں ہے اور کبھی آخرت میں اور کبھی دنیا وآخرت دونوں میں ہے قرآن کریم سب کی نسبت رب کی طرف دیتے ہوئے فرماتا ہے: (لقد کان لسبا فی مسکنھم آیۃ جنتان عن یمینٍ و شمالٍ کلوا من رزق ربکم و اشکرٔ وا لہ بلدۃ طیبۃ و رب غفور فا عرضوا فارسلنا علیھم سیل العرم و بد لنا ھم بجنتیھم جنتین ذوا تی أکل خمطٍ و اثلٍ و شیءٍ من سدرٍ قلیل۔ ذلک جزینا ھم بما کفرو او ھل نجازی اِلّا الکفور[1]) قوم ''سبا'' کے لئے ان کی رہائش گاہ میں ایک نشانی تھی: داہنے اور بائیں دو باغ تھے (ہم نے ان سے کہا) اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، شہر صاف ستھرا اور پاکیزہ ہے اور تمہارا ''رب'' بخشنے والا ہے، (لیکن) ان لوگوں نے خلاف ورزی اور رو گردانی کی تو ہم نے تباہ کن سیلابی بلاان کے سر پر نازل کر دی اور دو میوہ دار باغوں کو تلخ اور کڑوے باغوں اور کچھ کو بیر کے درختوں میں تبدیل کر دیا، یہ سزا ہم نے انھیں ان کے کفر کی بنا پر دی،آیا ہم کفران نعمت کرنے والے کے علاوہ کو سزا دے سکتے ہیں؟لیکن آخری جزا قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے اور حساب کتاب کے بعد ہے،قرآن کریم محشور کرنے اور حساب و کتاب کرنے کی بھی نسبت ربّ کی طرف دیتے ہوئے فرماتا ہے:(وان ربک ھو یحشر ھم[2])تمہارا ''رب'' انھیں محشور کرے گا

نیز فرماتا ہے:(ما فرّطنا فی الکتاب من شیٔ ثمّ الی ربّھم یحشرون[3])اس کتاب میں ہم نے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے، پھر سب کے سب اپنے ''رب'' کی جانب محشور کئے جائیں گے۔اور فرماتا ہے: (ان حسابھم الاّ علی ربّی لو تشعرون[4]) (نوحؑ نے کہا) ان کا حساب صرف اور صرف ہمارے رب کے ساتھ ہے اگر تم یہ بات درک کرتے ہو!لوگ حساب وکتاب کے بعد یا مومن ہیں کہ ہر حال میں ''رحمت''خدا وندی ان کے شامل حال ہوگی یا غیر مومن کہ رحمت الٰہی سے دور ہوں گے،خدا وند عالم نے مومنین کے

---

[1] سبا، ۱۵
[2] حجر، ۲۵
[3] انعام، ۳۸
[4] شعراء ۱۱۳

بارے میں فرمایا:(یوم نحشر المتقین الی الرحمن و فداً[۱]) جس دن پرہیزگاروں کو ایک ساتھ خدا وند ''رحمان'' کی جانب مبعوث کریں گے۔

البتہ رب العالمین کی رحمت اس دن مومنین سے مخصوص ہے،یہی وجہ ہے کہ خدا کو آخرت کا رحیم کہا جاتا ہے اور لفظ ''رحیم'' رحمان کے بعد استعمال ہوا ہے،جیسا کہ ارشاد ہوا:(ألحمد للہ رب العالمین،الرحمن الرحیم)حمد وستائش عالمین کے رب اللہ سے مخصوص ہے،وہ خدا وند رحمن ورحیم ہے۔کیونکہ رحمن کی رحمت اس دنیا میں تمام افراد کو شامل ہے،لیکن ''رحیم''کی رحمت مومنین سے مخصوص ہے۔

غیر مومن اور کافر کے بارے میں ارشاد فرمایا!(ان جھنّم کانت مرصاداً، للطاغین مآباً۔۔۔جزاء وفاقاً[۲])(ا)یقیناً جہنم ایک سخت کمین گاہ ہے اور نافرمانوں کی بازگشت کی جگہ ہے ...یہ ان کے اعمال کی مکمل سزا ہے۔یہی وجہ ہے کہ رب العالمین کو روز جزا کا مالک کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا:(الحمد للہ رب العالمین۔الرحمن الرحیم۔ مالک یوم الدین)جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کے مطابق ''رب'' رحمن بھی ہے اور ''رازق'' بھی''رحیم'' بھی ہے اور ''تواب و غفار''بھی اور تمام دیگر اسمائے حسنیٰ کا بھی الک ہے۔

بحث کا خلاصہ:

خدا وند عالم سورۂ اعلی میں فرماتا ہے: مخلوقات کا رب وہی ہے جس نے انھیں بہترین طریقے سے خلق کیا ،پھر انھیں ہدایت پذیری کے لئے آمادہ کیا ،پھر اس کے بعد ہر ایک کی زندگی کے حدود معین کئے اور انھیں ہدایت کی، پھراس کے بعد کی آیات میں

---

[۱] مریم ۸۵،
[۲] نباء۲۱، ۲۲، ۲۶.

حیوان کی چراگاہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتا ہے: ''رب'' وہی ہے جس نے حیوانات کی چراگاہ کو ظاہر کیا اوراسے پرورش دی تاکہ شدید سبز ہونے کے بعد اپنے آخری رشد یعنی خشک گھاس کی طرف مائل ہو۔

اسی طرح سورۂ رحمن میں جس کی آیات کو ہم نے پیش کیا جو ساری کی ساری ربوبیت کی توصیف میں تھیں آغاز سورہ میں تعلیم بیان کے ذریعہ انسان کی تربیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: (خلق الانسان علمہ البیان[1]) انسان کو خلق کیا اوراسے بیان کی تعلیم دی یعنی اسے ہدایت قبول کرنے کے لائق بنایا۔ سورۂ علق میں انسان کی پرورش سے متعلق صفات ''ربوبیت'' کے دوسرے گوشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:(خلق الانسان من علقالذی علّم بالقلم۔ علّم الاِنسان مالم یعلم)انسانوں کو منجمد خون سے خلق کیا...

وہی ذات جس نے اسے قلم کے ذریعہ تعلیم دی اور جو انسان نہیں جانتا تھا اس کی تعلیم دی،یعنی اسے ہدایت قبول کرنے کے لئے آمادہ کیا۔مذکورہ دونوں موارد(آموزش بیان اور قلم کے ذریعہ تعلیم) کلمہ ''سوّیٰ'' کی تشریح ہے جو کہ ''سورہ اعلیٰ'' میںآیاہے۔ سورۂ ''شوریٰ،نساء،آل عمران'' میں ''رب العالمین'' کے ذریعہ انسان کی کیفیت ہدایت کی شرح کرتے ہوئے فرمایا:انسان کے لئے دین اسلام کو معین کیا اوراسے اپنی کتابوں میں اپنے پیغمبروں کے ذریعہ ارسال کیا سورۂ یونس اور اعراف میں فرمایا:تمہارا رب وہی خدا ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور انھیں ہدایت تسخیری سے نوازا۔

سورۂ انعام میں ۹۵تا۱۰۱آیات میں انواع مخلوقات کی یاد آوری کے بعدآیت ۱۰۲میں فرمایا:(ذلکم اللہ ربکم لا الہ الاّ ھوخالق کل شیء فاعبدوہُ)یہ ہے تمہارا رب،اللہ،اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے،وہ تمام چیزوں کا خالق ہے،صرف اس کی عبادت کرو۔ یہاں تک جو کچھ ہم نے ربوبیت کے صفات اور اس کے اسماء کو بیان کیا سب کے سب اللہ کے صفات اور اس کے اسماء سے تعلق رکھتے ہیں،اللہ کے ''اسمائے حسنیٰ'' کی بحث میں انشاء اللہ دیگر اسمائے حسنیٰ کو جو اللہ سے مخصوص ہیں ذکر کریں گے۔

[1] نباء،۲۱، ۲۲، ۲۶.

اللہ کے اسمائے حسنیٰ:

۱۔ اللہ

۲۔ کرسی

۱۔اللہ بعض علمائے علم لغت کہتے ہیں: اللہ در حقیقت ''اِلٰہ'' تھا جو کہ ''آلِھۃ'' کا اسم جنس ہے،اس پر الف و لام تعریف داخل ہوا،اور ''اَلْاِلٰہ'' ہو گیا، پھر الف کو اس کے کسرہ کے ساتھ حذف کر دیا گیا اور دو لام کو باہم ادغام کر دیا ''اللہ'' ہو گیا یعنی لفظ الہ اور اللہ ؛رجل اور الرجل کے مانند ہیں پہلے دونوں یعنی الہ ورجل ''الھۃ او ر رجال'' کا اسم جنس ہیں اور دوسرے دونوں یعنی ''اللہ'' اور ''الرجل'' الف ولام کے ذریعہ معرفہ ہو گئے ہیں اور مورد نظر رجل اور الہ معین و مشخص کئے ہیں اس لحاظ سے لا الہ الااللہ'' کے معنی ہوں گے: کوئی معبود نہیں ہے جز اس کے جو کہنے والے کا مورد نظر اور مقصود ہے۔ یہ نظریہ غلط اور اشتباہ ہے، کیو نکہ لفظ اللہ نحویوں کی اصطلاح میں ''عَلَم مرتجل'' (منحصر بہ فرد)ہے اور ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہے، جس کے تمام صفات جامع جمیع اسمائے حسنیٰ ہیں اور کوئی بھی اس نام میں اس کا شریک نہیں ہے جس طرح کوئی ''الوہیت اور ''ربوبیت'' میں اس کا شریک نہیں ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اللہ اسلامی اصطلاح میں ایک ایسا نام ہے جو اس ذات سے مخصوص جس کے یہاں تمام صفات کمالیہ پائے جاتے ہیں، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وللہِ الأسماء الحسنیٰ'' تمام اسمائے حسنیٰ[1] ''اللہ'' کیلئے ہیں اور فرمایا: (اللہ لا اِلٰہ اِلاّ ھولہ ا لأ سماء الحُسنیٰ[2])وہ خدا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تمام اسمائے حسنیٰ اس کے لئے ہیں۔بنابرایں ''لا اِلٰہ اِلاّ اللہ'' یعنی ہستی میں کوئی موثر اور خالق نہیں اور تمام صفات کمالیہ اور اسمائے حسنیٰ کے مالک خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

---

[1] اعراف ۱۸۰

[2] طہ ۸.

اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ''قیوم'' ہے قیوم یعنی پائندہ قائم بالذات ہر چیز کا محافظ و نگہبان نیز وہ ذات جو موجودات کو قوام عطا کرتی ہے، آیت کے یہ معنی سورۂ طٰہ کی ۵۰ ویں آیت میں ذکر ہوئے ہیں: (ربّنا الذی أعطی کلّ شیٍ خلقہ ثّم ھدی[1]) ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر موجود کو جو اس کے خلقت کا لازمہ تھا عطا کیا، پھر اس کے بعد ہدایت کی ہے پس وہی اللہ جو تمام صفات کمالیہ اور اسمائے حسنیٰ کا مالک ہے وہ رب، رحمان، رازق، تواب، غفّار، رحیم اور روز جزا کا مالک ہے، یہی وجہ ہے قرآن کریم میں کہیں پر لفظ اللہ رب کی جگہ استعمال ہوا ہے یعنی جس جگہ رب کا نام ذکر کرنا سزاوار تھا وہاں رب کی جگہ استعمال ہوا اور رب کے صفات اپنے دامن میں رکھتا ہے جیسے: رازق، تواب، غفورا ور رحیم اور وہ ذات جو انسان کو اس کے عمل کی جزا دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا:

۱۔ (اللہ یبسط الرّزق لمن یشاء ویقدر[2]) اللہ ہی ہے جو جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق میں وسعت عطا کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق میں تنگی کرتا ہے۔

۲۔ (وان اللہ ھو التّواب الرحیم[3]) یقیناً وہی اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔۳

۔ (اِن اللہ غفور رحیم[4]) یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحیم ہے۔

۴۔ (لیجزیھم اللہ أحسن ما کانوا یعلمون[5]) تاکہ خدا انھیں جزا دے بہترین اعمال کی، جو انھوں نے انجام دئے ہیں۔ گزشتہ آیات میں جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کیا، صفات رزّاق، غفور اور رحیم اور جزا دینے والا کہ رب العالمین سے مخصوص ہیں سب کی نسبت اللہ کی طرف ہے، کیونکہ اللہ تمام صفات کمالیہ کا مالک اور خود ''رب العالمین'' ہے۔ بعض اسماء و صفات جو قرآن کریم میںآئے ہیں وہ بھی ''اللہ'' کی مخصوص صفت ہیں جیسے: (اللہ لا الٰہ الاّ ھو الحیّ القیّوم لاتأ خذہ سنۃ و لا نوم لہ ما فی السموات و ما فیالأرض من ذالذی یشفع

---

[1] طہ، ۵۰
[2] رعد، ۲۶
[3] توبہ ، ۱۰۴
[4] بقرہ ، ۱۸۲
[5] توبہ ، ۱۲۱

عندہ اِلاّ باِ ذنہ یعلم ما بین أید یھم و ما خلفھم و لا یحیطون بشیٔ من علمہ اِلاّ بما شاء وسع کر سیّہ السموات و الأرض و لا یؤدہ حفظھما و ھو العلیّ العظیم) کوئی معبود نہیں جزاللہ کے حی وقیوم اور پائندہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند ،جو کچھ زمین وآسمان میں ہے اسی کا ہے کون ہے جو اس کے پاس اس کے فرمان کے علاوہ شفاعت کرے؟ جو کچھ ان کے سامنے اور پیچھے ہے اسے جانتا ہے اور کوئی اس کے علم کے ایک حصہ سے بھی آگاہ نہیں ہوتا جز یہ کہ وہ خود چاہے،اس کی حکومت کی ''کرسی'' زمین وآسمان کو محیط ہے نیز ان کی محافظت اسے تھکا تی نہیں ہے اور وہ 'علیّ و عظیم'' (بلند مرتبہ و با عظمت) ہے۔اس آیت میں مذکورتمام اسماء و صفات ''اللہ'' سے مخصوص ہیں اور ''الہ'' خالق اور رب العالمین کے صفات میں سے نہیں ہیں۔

نیز ایسے صفات جیسے:عزیز، حکیم،قدیر، سمیع،بصیر، خبیر، غنی،حمید، ذوا لفضل العظیم،(عظیم فضل کا مالک) واسع، علیم (وسعت دینے والا اور با خبر) اور فعال لمایشاء(اپنی مرضی سے فعل انجام دینے والا)...یہ سارے صفات ''اللہ'' کے مخصوص صفات ہیں،اس لحاظ سے اللہ ایک نام ہے ان صفات میں سے ہر ایک کے لئے اوراللہ کی حقیقت یہی صفات اور اسمائے حسنیٰ ہیں۔ عبرانی زبان میں بھی ''یَےھُوَہ'' کو ''اللہ'' کی جگہ اور ''الوھیم'' کو ''الا لہ'' کی جگہ استعمال کرتے ہیں ۔اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ اس کی ''کرسئ حکومت'' زمین وآسمان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ اب ہم ''کرسی'' کے معنی کی تحقیق وبر رسی کریں گے۔

۲۔کرسی لفظ کرسی؛ لغت میں تخت اور علم کے معنی میں ہے۔ طبری،قرطبی اور ابن کثیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا :''کرسی خدااس کا علم ہے''۔ اور طبری کہتے ہیں'' :جس طرح خدا وند عالم نے فرشتوں کی گفتگو کی خبر دی ہے کہ انھوں نے اپنی دعا میں کہا : (ربّنا وسعت کلّ شیٔ علماً)پروردگارا!تیرا علم تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اس آیت میں بھی خبر دی ہے کہ ''وسع کرسیّہ السموات و الأرض'' اس کا علم زمین وآسمان کو محیط ہے،کیونکہ ''کرسی'' در حقیقت علم کے معنی میں ہے،عرب جو اپنے علمی نوٹ بک کوکرّاسہ کہتے ہیں اسی باب سے ہے،چنانچہ علماء اور دانشوروں کو ''کراسی'' کہا جاتا ہے۔

(طبری کی بات تمام ہوئی) ۔ طبری کی بات پر اضافہ اضافہ کرتے ہوئے ہم بھی کہتے ہیں: خدا وند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کی اپنی قوم سے گفتگوکی حکایت کی ہے جو انھوں نے اپنی قوم سے کی: (وسع ربیّ کلّ شیءٍ علماً أ فلا تتذکّرون[1]) ہمارے رب کا علم تمام چیزوں کو شامل اور محیط ہے آیا تم لوگ نصحت حاصل نہیں کرتے؟ اور شعیب کی گفتگو اپنی قوم سے کہ انھوں نے کہا ہے: (وسع ربّنا کلّ شیءٍ علماً[2]) ہمارے رب کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے ۔ اور موسیٰ کی سامری سے گفتگو کہ فرمایا: (انّما اِلٰھکم اللہ الذی لا ألہ الاّ ھو وسع کلّ شیءٍ علماً[3]) تمہارا معبود صرف ''اللہ'' ہے وہی کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اس کا علم تمام اشیاء کو احاطہ کئے ہوئے ہے ۔

رسول خدا کے اوصیاء میں چھٹے وصی یعنی امام جعفر صادقؑ نے سائل کے جواب میں جس نے کہا : (وسع کرسیہ السموات و الارض) اس جملہ میں کرسی کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا: خدا کا علم ہے[4] ۔

قرآن کریم میں کرسی کا تخت اور علم دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے، خدا وند عالم نے سورۂ ص میں سلیمان کی داستان میں فرمایا: (و لقد فتنّا سلیمان و ألقینا علیٰ کرسیّہ جسداً[5]) ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ان کی کرسی (تخت) پر ایک جسد ڈال دیا ۔ اور اس آیت میں فرماتا ہے: (یعلم ما بین أید ھم وما خلفھم ولا یُحیطون بشیءٍ من علمہِ الاّ بما شاء وسع کرسیّہ السموات و الأرض[6]) (۴) خدا وند عالم ان کے سامنے اور پس پشت کی ساری باتوں کو جانتا ہے اور وہ ذرہ برابر بھی اس کے ''علم'' سے آگاہ نہیں ہو سکتے جز اس کے کہ وہ خود چاہے، اس کی کرسی یعنی اس کا ''علم'' زمین وآسمان کا احاطہ کئے ہوئے ہے ۔

''کرسی''، جیسا کہ آیہ شریفہ سے ظاہر ہے ''علمہ'' کے بعد مذکور ہے اس قرینہ سے معنی یہ ہوں گے: وہ لوگ ذرہ برابر علم خدا وندی سے آگاہ نہیں ہو سکتے جز اس کے کہ خدا خود چاہے، اس کا علم زمین وآسمان کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے ۔

---

[1] انعام ، ۸۰

[2] اعراف ، ۸۹

[3] طہ ، ۹۸

[4] توحید صدوق:ص، ۳۲۷، باب: معنی قول اللہ عز وجل : وسع کرسیہ الماوات والارض

[5] سورۂ صٓ ،۳۴ .

[6] بقرہ،۲۵۵

اس لحاظ سے بعض روایات کے معنی ،جو کہتی ہیں: ''کل شیءٍ فی الکرسی'' ساری چیزیں کرسی میں ہیں، یہ ہوں گے کہ تمام چیز علم الٰہی میں ہے۔یہاں پر ''اللہ کے اسمائے حسنیٰ'' کی بحث کو ختم کرتے ہیں اور ''عبودیت'' کی بحث جو کہ اس سے مربوط ہے اس کی بررسی و تحقیق کریں گے۔

عبد وعبادت:

عَبَدَ :اس نے اطاعت کی ''عبودیت'' یعنی: عاجزی و فروتنی اور خضوع و خشوع کے ساتھ اطاعت بجالانااور ''عبادت'' یعنی نہایت خضوع وخشوع اور فروتنی وعاجزی کے ساتھ اطاعت کرناجو ''عبودیت'' سے زیادہ بلیغ ہے۔

الف :عبودیت سورہ حمد میں ''رب العالمین'' کے ذکر کے بعد جملہ ''ایاک نعبد'' آیا ہے اس میں عبودیت بمعنئ اطاعت ہے یعنی ہم صرف تیری ہی اطاعت کرتے ہیں۔امام جعفر صادق ۔ نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے'': مَن أطاع رجلاً فی معصےۃ فقد عبدہ[1]'' جو شخص کسی انسان کی معصیت اور گناہ میں اطاعت کرے گویااس نے اسکی عبادت کی ہے۔جیسا کہ ظاہر ہے عبادت و اطاعت ایک ساتھ اور ایک معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

امام علی رضا۔کی گفتگو میں بھی ہے کہ دوسرے کی بات سننے کو،جو ایک قسم کی اطاعت اور اس کی پیروی ہے، ''عبادت'' سمجھا گیاہے،جیسا کہ فرمایا '':مَن أصغیٰ إلی ناطق فقد عبدہ فاِن کان الناطق عن اللہ عزّ و جلّ فقد عبد اللہ،واِن کان الناطق عن أبلیس فقد عبدأبلیس[2]'' (جو شخص کسی قائل کی آواز پر کان دھرے اس نے اس کی عبادت کی ہے اب اگر قائل خدا وند عالم کی بات کرے تو خدا کی عبادت کی اور اگر ابلیس کی بات کرے تو ابلیس کی عبادت کی۔ عبادت: باشعور موجودات کے لئے اختیاری ہے لیکن دیگر مخلوقات کے لئے تسخیری اور غیر اختیاری ہے۔

[1] اصول کافی ج ۲، ص ۳۹۸
[2] عیون اخبار الرضاً ،ص۳۰۳، ح۶۳؛ وسایل الشیعہ ج۱۸، ص ۹۲ ح ۱۳

جیسا کہ خدا وند سبحان نے فرمایا: (یا أیّھا الناس اعبد وا ربّکم الذی خلقکم و الذین من قبلکم[1]) اے لوگو !اپنے رب کی عبادت کرو ،وہی جس نے تکو اور تم سے پہلے والوں کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا ہے۔ اوردیگر موجودات کے بارے میں فرمایا: (وللّٰہ یسجد ما فی السموات وما فی اأارض من دابۃ والملا ئکۃ وھم لا یستکبرون[2])تمام وہ چیزیں جو آسمان وزمین میں پائی جاتی میں چلنے والی ہوں یا فرشتے خدا کے لئے سجدہ (عاجزی اور فروتنی) کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے ہیں۔

ب: عبد عبد کے چار معنی ہیں: ۱۔ غلام کے معنی میں جیسے سورۂ نحل میں خدا ارشاد فرماتا ہے: (ضرب اللّٰہ مثلاً عبداً مملوکاً لا یقدر علیٰ شیٔ[3])خدا وند عالم نے ایک ایسے غلام مملوک کی مثال دی ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔

اس عبد کی جمع عبید ہے ،جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا '': مَن خرج الینا من العبید فھوحرّ[4] '' جو غلام بھی ہماری سمت (اسلام کی طرف)آجائے وہ آزاد ہے۔

۲۔ ''عبد'' بندہ ہونے کے معنی میں بھی ہے اس کی سب سے زیادہ روشن اور واضح مثال خدا وند عالم کے ارشاد میں ہے کہ فرمایا: (اِن کلّ مَن فی السموات والأرض اِلاّ أتی الرحمن عبداً[5]) زمین وآسمان کے ما بین کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ بندگی کی حالت میں خدا وند رحمان کے سامنے آئے۔اس معنی میں بھی عبد کی جمع ''عبید'' (بندے) ہے جیسے: (وأن اللّٰہ لیس بظلام للعبید[6]) خدا وند عالم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

۳۔ ۴۔ عبد؛عبادت کرنے والے اور خدمت گزار بندہ کے معنی میں ہے جس کے بارے میں ''عابد'' کی تعبیر زیادہ بلیغ ہے،اس کی دو قسم ہے:الف:خدا کا خالص ''عبد'' اور حقیقی بندہ ہونا جس کی جمع عباد آتی ہے جیسے خدا وند عالم کا کلام ان کے موسیٰ اور

---

[1] سورۂ بقرہ ، ۲۱.
[2] نحل ، ۴۹
[3] نحل ، ۷۵
[4] مسند احمد ج۱، ص ۲۴۸
[5] مریم ، ۹۳
[6] انفال ، ۵۱ .

اوران کے جوان ساتھی کی داستان کی حکایت میں ہے،وہ فرماتا ہے: (فوجدا عبداً من عبادنا آتیناہ رحمۃ من عندنا[1]) ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جسے ہم نے اپنی خاص رحمت سے نوزا تھا ۔

ب ۔اور دنیا کا ''عبد'' بندہ ہونا یعنی جو شخص اپنا تمام ہم و غم اور اپنی تمام توانائی دنیا اور دنیا طلبی کے لئے وقف کر دے،یہاں بھی عبد کی جمع ''عبید'' ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''تَعِسَ عبد الدرھم وعبد الدینار''درہم ودینار کا بندہ ہلاک ہوگیا[2]۔ اور چونکہ پروردگار عالم بندوں کی ہدایت اور لوگوں کے ارشاد کے لئے امر ونہی کرتا ہے لہٰذا جو شخص فرمان خدا وندی کی اطاعت کرتاہے اسے کہتے ہیں: (عَبَدَا لرَّبَّ)اس نے خدا وند رحمان کی عبادت وبندگی کی، وہ عابد ہے یعنی:اس نے خدا کی اطاعت کی ہےاور وہ پروردگار کا مطیع وفرمانبردار ہے۔

اور چونکہ ''الٰہ''معبود کے معنی میں ہے اور اس کے لئے دینی مراسم منعقد کئے جاتے ہیں، کہتے ہیں: ''عَبَدَ فلان اِلا لٰہ''فلاں نے خدا کی عبادت کی (پرستش کی)وہ عابد (پرستش کرنے والا ہے)یعنی وہ دینی مراسم خدا کے لئے انجام دیتا ہے[3]۔

جن صفات کو ''الوہیت'' کی بحث میں ''الٰہ'' کے صفات میں شمار کیاہے اور ربوبیت کی بحث میں ان تمام صفات کورب کے صفات سے جانا ہے وہ سارے کے سارے اللہ رب العالمین کے صفات ہیں، اللہ رب العالمین کے صفات میں ایک دوسری صفت یہ ہے کہ ہر چیز کا جاری و ساری ہونا اس کی مشیت اور اس کی مرضی سے ہے اور ہم انشاء اللہآئندہ بحث میں اس کی وضاحت کریں گے۔

---

[1] کہف:۶۵

[2] سنن ابن ماجہ ،ص۱۳۸۶

[3] جو کچھ ہم نے ''عبد'' کے بارے میں ذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل کتابوں سے مادہ عبد کے مطالب کا خلاصہ ہے، جوہری کی کتاب صحاح ،مفردات القرآن راغب ،قاموس اللغۃ فیروز آبادی، معجم الفاظ القرآن الکریم ،طبع مصر، ہم نے ان سب کی عبارت کو مخلوط کر کے ایک سیاق و اسلوب کے ساتھ بیان کیا ہے

.رب العالمین کی مشیتا :

لف ۔ مشیت کے معنیب : رزق میں خدا کی مشیتج :ہدایت میں خدا کی مشیت د : رحمت وعذاب میں دا ی مشیت ا ۔لغت اور قرآن کریم میں مشیت کے معنیالف : مشیت کے لغوی معنیمشیت کے لغوی معنی؛ ارادہ کرنے اور چاہنے کے ہیں اور اس معنی میں لوگ بھی ارادہ ومشیت کے مالک ہوتے ہیں ،خدا وند کریم نے قرآن کریم میں ۸ ارشاد فرمایا : (اِن ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتّخذا الیٰ ربّہ سبیلاً [1]) یہ یاد دہانی ہے، لہٰذا جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ اختیار کرے ۔

یعنی اگر انسان چاہے اور اردہ کرے کہ خدا کی سمت راہ انتخاب کرے تو وہ مکل آزادی اور اپنے ارادہ واختیار کے ساتھ اس بات پر قادر ہے ،اسی آیت سے ملتا جلتا مضمون سورہ مدثر کی ۵۵ ویں آیت عبس کی بارہویں آیت تکویر کی اٹھائیویں آیت اور کہف کی ۹۲ آیت ویں وغیرہ میں بھی ذکر ہوا ہے ،خدا وند سبحان نے لغوی مشیت کی نسبت بھی اپنے طرف دیتے ہوئے فرمایا :

ا ۔ (الم تر اِلی ربّک کیف مدّ الظلّ و لو شاء لجعلہ ساکناً [2]) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کس طرح تمہارے رب نے سایہ کو دراز کر دیا ؟!اور اگر چاہتا تو ساکن کر دیتا

۲ ۔ (فاما الذین شَقُوا ففی النار لھم فیھا زفیر و شھیق) (خالدین فیھا ما دامت السموات و الأرض الا ما شاء ربّک ان ربّک فعال لما یُرید)(وأما الذین سعدوا ففی الجنة خالدین فیھا ما دامت السموات و الأرض الا ماشاء ربک عطاءً غیر مجذوذٍ [3])

لیکن جو بد بخت ہو چکے ہیں ،تو وہ آتش جہنم میں ہیں اور ان لوگوں کے لئے وہاں زفیر اور شہیق (آہ و نالہ وہ فریاد) ہے اور جب تک زمین وآسمان کا قیام ہے وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے مگر جو تمہارا رب چاہے اور تمہارا رب جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے ، رہے وہ لوگ جو نیک بخت اور خوش قسمت ہیں وہ جنت میں ہیں اور جب تک زمین وآسمان کا قیام ہے وہ اس میں رہیں گے جز اس کے و

---

[1] مزمل ، ۱۹ ؛ انسان ، ۲۹

[2] فرقان ،۴۶.

[3] ہود،۱۰۶ ۱۰۸

ہمارا رب چاہے یہ ایک دائمی بخشش ہے۔ان دو آیتوں کے مانند سورۂ اسراء کی ٨٦ ویں اور فرقان کی ۵١ ویںآیت میں بھی ذکر ہوا ہے۔لیکن گزشتہ آیات کے معنی یہ ہیں:ا۔خدا وندعالم نےپہلی جگہ فرمایا :(الم تریٰ الی ربک کیف مدّ الظل و لو شاء لجعلہ ساکناً)یعنی خدا وند عالم نے کس طرح ظہر کے بعد سورج کے مغرب سے قریب ہونے کے تناسب سے سایہ کو مشرق کی جانب پھیلا دیایہاں تک کہ ڈوب کر شب میں اپنی آخری حد اخل ہو گیا اوراگر ''چاہتا ''،تو سایہ کو ہمیشہ ساکن ہی رہنے دیتا ، سایہ کا دراز ہونا اوراس کا حرکت کرنا خدا کی مشیت اور اس کے ارادہ رہے اور مرضی الٰہی سے باہر نہیں ہے۔

٢۔ خدا نے دوسرے مقام پر فرمایا: اہل جہنم ہمیشہ کیلئے آتش میں ہیں اور اہل بہشت ہمیشہ ہیشہ کے لئے بہشت میں ہیں اور یہ خدا کی قدرت اور مشیت کے تحت ہے اور اس کی مرضی اور مشیت سے خارج نہیں ہے۔ب: مشیت؛ قرآنی اصطلاح میقرآن مجید میں جب بھی کلمات رزق، ہدایت،عذاب،رحمت اور ان کے مشتقات کے بعد 'مشیت خدا کی'' بحث ہوتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ رزق وروزی ہدایت اور اس کے مانند دوسرے امور کا جاری ہونا ان سنتوں کی بنیاد پر ہے جنہیں خدا وند عالم نے اپنی حکمت کے اقتضاء سے معین فرمایا ہے اور خدا کی سنت ان امور میں نا قابل تبدیل ہے اور وہ اس آیت کے مصادیق و افراد میں سے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے:(سنۃ اللّٰہ و لن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلاً) یہ سنت الٰہی ہے اور سنت الٰہی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔

جیسا کہ سورہ فاطر میں بھی ارشاد فرماتا ہے:(فلن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلاً و لن تجد لسنۃ اللّٰہ تحویلاً)سنت خدا وندی میں کبھی تبدیلی میں ؤ گے اور سنت الٰہی میں کبھی تغیر نہیں پاؤ ے۔دوم ۔ رزق وروزی میں خدا کی مشیت ا۔خدا وند عالم سورۂ شوریٰ میں فرماتا ہے:(لہ مقالید السموات و الأرض یبسط الرّزق لمن یشاء و یقدر اِ نہ بکل شیء علیم [2])آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں اس سے مخصوص ہیں،جس کی روزی میں چاہتا ہے وسعت عطا کرتا ہے اور سے چاہتا ہے اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے وہ تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔

[1] سورۂ احزاب، ۶۲ اور فتح، ٢٣.
[2] شوریٰ،١٢

سورۂ عنکبوت میں فرمایا ہے: (وکأیّن من دابۃٍ لا تحمل رزقھا اللہ یرزقھا وایّاکم وھو السمیع العلیم۔ ولئن سألتھم مَن خلق السموات والأرض وسخر الشمس والقمر لیقولن اللہ فأنّی یوفکون اللہ یبسط الرّزق لمَن یشاء من عبادہ ویقدر لہ ان اللہ بکلّ شیءٍ علیم۔ ولئن سألتھم من نزّل من السماء ماءً فأحیا بہ الأرض من بعد موتھا لیقولُن اللہ قل الحمد للہ بل أکثرھم لا یعقلون[1]) کتنے چلنے والے ایسے ہیں جو اپنا رزق حمل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے خدا انھیں اور تمھیں روزی دیتا ہے وہ سننے اور جاننے والا ہے اور جب بھی ان سے سوال کروگے: کس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے؟

تو کہیں گے: ''اللہ'' پھر اس حال میں وہ لوگ کیسے منحرف ہوتے ہیں؟خدا اپنے بندوں میں جس کی روزی میں چاہتا ہے وسعت بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے خداوند عالم تمام چیزوں سے آگاہ ہے اور اگر ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کیا؟ کہیں گے: ''اللہ'' کہو! حمد و ستائش خدا سے مخصوص ہے لیکن ان میں بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں۔

٣۔ سورۂ سبا میں فرمایا: (قل انّ ربّی یبسط الرّزق لمَن یشاء من عبادہ ویقدر لہ وما أنفقتم من شیءٍ فھو یُخلفہ وھو خیر الرّازقین[2]) کہو! خدا اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے رزق میں وسعت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی خرچ کرتے ہو اس کی جگہ پر کر دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

٤۔ سورہ اسراء میں ارشاد ہوتا ہے: (ولا تجعل یدک مغلولۃً الی عنقک ولا تبسطھا کلّ البسطِ فتقعد ملوماً محسوراً) (انّ ربک یبسط الرّزق لمَن یشاء ویقدر انّہ کان بعبادہ خبیراً بصیراً) (ولا تقتلوا أولادکم خشیۃ املاقٍ نحن نرزقھم وایّاکم انّ قتلھم کان خطأً کبیرا) (ولا تقربوا مال الیتیم الاّ بالتی ھی أحسن حتیٰ یبلغ أشدہ وأوفوا بالعھد انّ العھد کان مسؤلاً) (وأوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم ذلک خیر و

---

[1] عنکبوت۶۰تا۶۳.
[2] سبا۳۹

أحسن تاویلاً[1]) اپنے ہاتھوں کو پس گردن بندھا ہوا قرار نہ دو (تاکہ انفاق سے رک جاؤ) اور نہ ہی اتنا پھیلادو کہ سرزنش کے مستحق قرار پاؤ اور حسرت کا نشانہ بن جاؤ یقیناً خدا جس کے رزق میں چاہتا ہے وسعت دیتا ہے اور جس کے رزق میں چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے،اپنے فرزندوں کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو ہم انھیں اور تمھیں روزی عنایت کرتے ہیںیقیناً ان کا قتل کرنا ایک عظیم گناہ ہے۔اور یتیم کے مال سے بہترین طریقہ کے علاوہ قریب نہ ہونا جب تک کہ بلوغ کونہ پہنچ جائے اور اپنے عہد وپیمان کو وفا کرو کہ عہد وپیمان کے متعلق سوال ہوگا!اور جب کسی چیز کو تولو تو تولنے کا حق ادا کرو اور صحیح ترازو سے وزن کرو کہ یہ بہتر اور نیک انجام کا ذریعہ ہے۔

۵۔سورۂ آل عمران میں فرمایا :(قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممّن تشاء و تعزّ مَن تشاء و تذل مَن تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کلّ شیءقدیر۔ تولج اللیل فی النھار و تولج النھار فی اللّیل و تخرج الحیّ من المیّت و تخرج المیّت من الحیّ و ترزق مَن تشاء بغیر حساب)کہو!: خداوندا! تو ہی حکومتوں کا مالک ہے جسے چاہتا ہے حکومت دیتاہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل ورسوا کر دیتاہے تمام خوبیاں تیرے ہاتھ میں ہیں اور تو ہر چیز پر قادر ہے ،رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو شب میں، اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

خدا کی مشیت کیسی اور کس طرح ہے؟:

اعمال کی جزا کی بحث میں ہم نے ذکر کیا کہ خدا وند عالم نے رزق کی وسعت ''صلہ رحم'' میں قرار دی ہے یعنی کوئی اپنے اعزاء و اقرباء سے صلہ رحم کرتا ہے تو اس کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان اپنے باپ کی صلاح و درستی کے آثار بعنوان میراث پاتا ہے ،جیسا کہ حضرت موسیٰ اور بندۂ خدا حضرت خضرؑ کی داستان میں گزر چکا ہے کہ گرتی ہوئی دیوار کو گرنے سے بچایا تا کہ اس کے

[1] اسراء، ۲۹ تا ۳۵

نیچے دو یتیموں کا،کہ جن کا باپ صالح انسان تھا ،مد فون خزانہ بر باد نہ ہو جائے اور وہ دونوں بالغ ہونے اور سن شعور تک پہنچنے کے بعداسے باہر نکالیں!یہ خدا کی مشیت و ارادہ کے دو نمونے روزی عطا کرنے کے سلسلہ میں ہیں جو ثابت اور ناقابل تبدیل الٰہی سنت کی بنیاد پر جاری ہوتے ہیں ۔

سوم: مشیت خداوندی ہدایت اور راہنمائی میں :

انسان کی ہدایت قرآن کریم کی رو سے دو قسم کی ہے:

۱۔ہدایت اسلامی احکام اور عقائد کی تعلیم کے معنی میں.

۲۔ ہدایت ایمان اور عمل صالح کی توفیق کے معنی میں.

قرآن کریم پہلی قسم کی ہدایت کی زیادہ تر پیغمبروں کی طرف نسبت دیتا ہے جنھیں خدا وند عالم نے اسلامی عقائد و احکام کی تبلیغ اور ا پنی پیغام رسانی کے لئے انسانوں کی طرف بھیجا ہے اور کبھی خود خدا کی طرف نسبت دیتا ہے کہ اس نے پیغمبروں کو دین اسلام کے ساتھ بھیجا ہے ۔قرآن کریم دوسری نوع ہدایت کی نسبت خدا وند عالم کی طرف دیتا ہے اور کبھی مشیت کے ذکر کے ساتھ کہ ہدایت خدا کی مرضی اور اس کی خواہش ہے اور کبھی ''مشیت '' کے ذکر کے بغیر۔خدا وند عالم نے ہدایت کی دونوں قسموں سے بہرہ ور ہونے کی شرط لوگوں کا انتخاب اور پسندیدگی نیزاس کو حاصل کرنے کے لئے ان کے عملی اقدام کو قرار دیا ہے،اس کا بیان درجہ ذیل سہ گانہ مباحث میں کیا جارہا ہے:

الف: تعلیمی ہدایت قرآن کریم لوگوں کی تعلیمی ہدایت کی تبلیغ اسلام کے معنی میں کبھی انبیاء کی طرف نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

(وَاِنک لتھدی اِلیٰ صراط مستقیم ، صراط اللّٰہ الذی لہ ما فی السموات و ما فِی الأرض اِلاّ اِلیٰ اللّٰہ تصیر الأ مور)اوریقیناً تم راہ راست کی طرف ہدایت کرتے ہواس خدا وند عالم کے راستے کی جانب کہ جو کچھ زمین وآسمان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے ،آگاہ ہو جاؤ

!تمام امور کی بازگشت خدا کی طرف ہے[1]۔اور کبھی انبیاء کے ہدایت کرنے کی خدا کی طرف نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے :

۱۔(و جعلنا ھم أئمة یھدون بأمرنا [2])اور ہم نے انھیں پیشوا قرار دیا جو ہمارے فرمان کی ہدایت کرتے ہیں۔

۲۔(ھوالذِی أرسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھره علیٰ الدین کلّه [3])وہ ایسی ذات ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب اور کامیاب کرے۔اسی معنی میں آسمانی کتابوں کی طرف بھی ہدایت کی نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

۱۔(شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن ھدیً للناس وبیّنات مِن الھدیٰ والفُرقانِ [4])ماہ رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جس میں لوگوں کی ہدایت کرنے والا قرآن نازل کیا گیا اس میں ہدایت کی نشانیاں اور حق و باطل کے درمیان جدائی ہے۔

۲۔(و أنزل التوراة و االا نجیل من قبل ھدیً للناس [5])لوگوں کی ہدایت کے لئے پہلے توریت اور انجیل نازل فرمائی ہے۔ کبھی تعلیمی ہدایت کی نسبت بلا واسطہ خدا کی طرف دیتے ہوئے فرمایا :

۱۔(ألم نجعل له عینین و لساناً و شفتین۔ و ھدیناه النجدین [6])کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دئے؟اور اسے راہ خیر وشر کی طرف ہدایت نہیں کی؟!

۲۔(و أمّا ثمود فھدینا ھم فا ستحبوا العمیٰ علی الھدیٰ [1])اور ہم نے قوم ثمود کی ہدایت کی لیکن انھوں نے ضلالت اور نابینائی کو ہدایت پر ترجیح دی۔بنا براین خدا کبھی تعلیمی ہدایت اور آموزش اسلام کی نسبت پیغمبروں اور اپنی کتابوں کی طرف دیتا ہے اور کبھی اپنی پاک و پاکیزہ ذات کی طرف !اور یہ اس اعتبار سے ہے کہ خود اسی نے ان کتابوں کے ہمراہ لوگوں کی تعلیم کے پیغمبروں کو

---

[1] شوریٰ، ۵۲،۵۳
[2] انبیاء ، ۷۳
[3] توبہ، ۳۳
[4] بقرہ ، ۱۸۵
[5] فصلت ،۱۷
[6] بلد، ۸،۱۰

بھیجا ہے۔انشاء ا۔آئندہ بحث میں انسا ن کی ہدایت قبول کرنے یا نہ کرنے کی کیفیت تحقیق کے ساتھ بیان کریں گے۔

ب:انسان اور ہدایت یا گمراہی کا انتخاب قرآنی آیات میں غور و خوض کرنے سے ہم درک کرتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ انبیاء کے مبعوث ہونے اور آسمانی کتاب کے نازل ہونے کے بعد دو گروہ میں تقسیم ہوئے ہیں: ایک گروہ ہدایت کو گمراہی پر ترجیح دیتا ہے اور اس کا انتخاب کرتا ہے اور دوسرا گروہ ضلالت و گمراہی کو ہدایت پر ترجیح و فوقیت دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں درج ذیل آیات پر توجہ فرمائیں:ا ۔ (اِنّما أمرت أن اعبد رب ھذہ البلدۃ)(و أن أتلوا القرآن فمن أھتدیٰ فانّما یھتدیِ لنفسہ و مَن ضلّ فقل اِنما أنا من المنذ رین[2])مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے ربّ کی عبادت کروں اور قرآن کی تلاوت کروں لہٰذا جس نے ہدایت پائی اسنے اپنے فائدہ میں ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اس سے کہو ہم تو صرف ڈرانے والے ہیں۔

٢۔ (قل یا أیّھا النا س قد جاء کم الحقّ من ربّکم فمن اھتدیٰ فاِنّما یھتدیِ لنفسہ و مَن ضلّ فاِ نما یضلّ علیھا و ما أنا علیکم بوکیلٍ[3])کہو:اے لوگو!تمہارے رب کی جانب سے حق تمہاری طرف آچکا ہے،لہٰذا جو ہدایت پائے وہ اپنے نفع میں ہدایت یافتہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہو جائے تنہا اپنے ضرر میں گمراہ ہوا ہے اور میں تم پر وکیل نہیں ہوں۔

٣۔(مَن اھتدیٰ فاِنّما یتھدی لنفسہ و مَن ضلّ فاِ نّما یضلّ علیھا ولا تزر واز رۃ وزرأخریٰ و ما کنّا معذ بین حتیٰ نبعث رسولاً[4])جو ہدایت پائے وہ اپنے فائدہ میں ہدایت یافتہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہو جائے اپنے ضرر اور نقصان میں گمراہ ہوا ہے اور کوئی بھی کسی دوسرے کے گناہ کا بار نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک کسی کو معذب نہیں کرتے جب تک کہ کوئی پیغمبر مبعوث نہ کردیں۔

ہدایت طلب انسان اور اللہ کی امداد (توفیق)خداوند عالم سورۂ مریم میں ہدایت طلب انسان کی ہدایت خواہی کے بارے میں فرماتا ہے:(و یزید اللہ الذین اھتدوا ھدیً[5])اور وہ لوگ جو راہ ہدایت گامزن ہیں خدا ان کی ہدا یت میں اضافہ کردیتا ہے۔

---

[1] فصلت ۱۷
[2] نمل ۹۱ ، ۹۲
[3] یونس ۱۰۸
[4] اسراء ۱۵
[5] مریم، ۷۶

سورۂ محمد میں ارشاد ہوتا ہے: (والذین اھتدوازادھم ھدیً واتاھم تقواھم[1]) وہ لوگ جو ہدایت یافتہ ہیں، خدا وند عالم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا اور انھیں روح تقوی عطا کی۔

جو لوگ اللہ کے رسولوں کی آمد کے بعد ہدایت کا انتخاب کرتے ہوئے راہ خدا میں مجاہدت کرتے ہیں وہ لوگ توفیق الٰہی کے سزاوار ہوتے ہیں لیکن جن لوگوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور اپنی نفسانی خواہشات کا اتباع کیا، ان کی گمراہی یقینی ہے۔ خدا دونوں گروہ کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: (والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبلنا واِن اللہ لمع المُحسنین[2]) جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں یقیناً ہم انھیں اپنی راہوں کی ہدایت کرتے ہیں اور خدا وند عالم نیکو کاروں کے ہمراہ ہے۔

۲۔ (ولقد بعثنا فی کل اُمۃٍ رسولاً ان اُعبدوااللہ واْجتنبوا الطاغوت فمنھم من ھدی اللہ و منھم من حقت علیہ الضلا لۃ فسیروا فی الأرض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ ان تحرص علی ھداھم فان اللہ لا یھدی من یضلُّ وما لھم من ناصرین[3]) ہم نے ہر امت کے درمیان ایک رسول مبعوث کیا تا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے دوری اختیار کرو ابعض کی خدا نے ہدایت کی اور بعض کی گمراہی ثابت ہوئی لہذا روئے زمین کی سیر کرو اور دیکھو کہ تکذیب کرنے والوں کا انجام کیا ہوا ؟ اگر ان کی ہدایت پر اصرار کروگے تو (جان لوکہ) خدا جسے گمراہ کر دے کبھی اس کی ہدایت نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے۔

۳۔ (فریقاً ھدیٰ و فریقاً حقّ علیھم الضلا لۃاِنّھم اتّخذ وا الشیاطین أولیاء من دون اللہ و یحبون أنّھم مھتدون[4]) خدا نے بعض گروہ کی ہدایت کی اور بعض گروہ کی گمراہی ان پر مسلط اور ثابت ہوگئی ہے کہ ان لوگوں نے شیاطین کو خدا کی جگہ اپنا ولی قرار دیا ہے اور خیال یہ کرتے ہیں کہ ہدایت یافتہ ہیں۔ اس طرح کی ہدایت ''مشیت الٰہی'' کے ساتھ ہدایت ہے اسکی شرح آگے بیان کی جا رہی ہے۔

---

[1] محمد، ١٧
[2] عنکبوت، ٦٩
[3] نحل، ٣٦، ٣٧
[4] اعراف، ٣٠

ج: ہدایت یعنی مشیت الٰہی سے ایمان و عمل کی توفیق ہدایت؛ ایمان وعمل میں مشیت الٰہی کے اشارے پر توفیق الٰہی کے معنی میں پر سورہ بقرہ ، نور اور یونس کی درج ذیل آیات میں اس طرح وارد ہوئی ہے:(واللہ یھدی من یشاء اِلیٰ صراط مستقیم[1] خدا جسے چاہے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے۔

سورۂ انعام میںآیا ہے: (من یشأ اللہ یضللہ و من یشأ یجعلہ علی صراط مستقیم[2])خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم پر قرار دیتا ہے۔

سورۂ قصص میں آیاہے:(اِنک لا تھدی مَن أحببت و لکن اللہ یھدی مَن یشاء و ھوأعلم با لمھتدین[3])جسے تم چاہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے لیکن خدا جسے چاہے اس کی ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے زیادہ آگاہ ہے۔

کلمات کی تشریح:

ا۔ ''صراط مستقیم''؛ صراط،آشکار اور واضح راستہ، مستقیم ایسا سیدھا جس میں کوئی کجی نہ ہو۔دین کے صراط مستقیم کوخداوند سبحان نے سورۂ حمد میں اس طرح بیان کیا ہے:(صراط الذین أنعمت علیھم غیرالمغضوب علیھم ولاالضّا لین[4])ان لوگوں کی واضح اور آشکار راہ جنھیں تونے نعمت دی ہے،نہ ان لوگوں کی جن پر تونے اپنا غضب نازل کیا ہے اور نہ ہی گمرا ہوں کی۔

خدا وند عالم نے سورۂ مریم میں جن لوگوں پر اپنی نعمت نازل کی ہے ان کو بیان کیا ہے اور زکریا، یحییٰ، مریم اور عیسیٰ علیھم السلام کی داستان نقل کرنے کے بعد فرماتاہے :و اذکر فی الکتاب ابراھیم اس کتاب(قرآن) میں ابراہیم،کو یاد کرو واذکر فی الکتاب موسیٰ اس کتاب میں موسیٰ کو یاد کروواذکر فی الکتاب اسماعیل اس کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو اذکر فی الکتاب ادریس اس کتاب میں ادریس کو یاد کرو۔

---

[1] بقرہ۲۱۳،۱۴۲؛نور۴۶؛یونس۲۵
[2] انعام ۳۹
[3] قصص۵۶.
[4] سورہ فاتحہ ۷

اس کے بعد فرماتاہے: (أولآء ک الذین أنعم اللہ علیھم من النّبیّین من ذرّےۃ آدم)(و ممّن ھدینا و اجتبینا اِذا تتلی علیھم آیات الرحمن خرّوا سجداً و بکیّاً[1])یہ وہ انبیاء ہیں آدم کی ذریت سے، جن پر خداوند سبحان نے نعمت نازل کی ہے اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے ہدایت کی اور انتخاب کیا جب ان پرآیات الٰہی کی تلاوت ہوتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے اوراشک بہاتے ہوئے خاک پر گر پڑتے ہیں۔ان لوگوں کی صراط اور راہ دین اسلام ہے اور ان کی سیرت اور روشِ زندگی اس پر عمل ،وہی جس کی لوگوں کووہ دعوت دیتے تھے۔

۲۔ ''مغضوب علیھم'': جن لوگوں پر غضب نازل ہوا ،اس کی مصداق صرف قوم یہود تھی جس کا خداوند متعال نے سورۂ بقرہ میں تعارف کراتے ہوئے فرمایاہے:(وضربت علیھم الذلۃو المسکۃو باء وا بغضبٍ مِن اللہ ذلک بأ نّھم کانوا یکفرون بآیات اللہ و یقتلون لنّبیّین بغیر الحق ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون[2])ان کے لئے ذلت و خواری، رسوائی اوربیچار گی معین ہوئی اور خدا کے غیظ و غضب کے مستحق قرارپائے اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ آیات الٰہی کا انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو نا روا قتل کرتے تھے اوریہ ان کی نافر مانی اور تجاوز ی وجہ سے تھا۔

انھیں تعبیرات کے مانند ان کے بارے میں سورۂ آل عمران (آیت: ۱۱۲) میں بھی آیاہے۔۳۔ ''ولاالضالین'': ضالین؛گمراہ فراد ، وہ تمام لوگ جو اسلام سے منحرف اوررو گرداں ہیں ، جیسا کہ سورۂ آل عمران کی ۸۵- ۹۰ ویںآیت میں صراحت کے ساتھ فرماتاہے :(و مَن یبتغ غیر الاِسلام دیناً فلن یقبل منہ) (و أولئک ھم الضاّلوّن)جو بھی دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا انتخاب کرے تو س ے قبول نہیں کیا جائے گا وہی گمراہ لوگ ہیں۔

۴۔ ''یھدی'': ہدایت کرتا ہے،اس کی شرح ''رب العالمین''کی بحث یں ملاحظہ کیجیے۔

---

[1] مریم ، ۵۸
[2] سورہ بقرہ ، ۶۱.

چہارم: اللہ کی مشیت عذاب اور رحمت میعذاب ورحمت کے سلسلہ میں مشیت الٰہی کا بیان قرآن کریم میں چند مقامات پر منجملہ ان کے سورہ اعراف میں ہوا ہے ،خدا وند عالم موسیٰؑ کی دعا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:(و اکتب لنا فی ھذہ الدنیا حسنۃ و فی االٓاخرۃ اِنا ھد نا اِلیک قال عذابی اصیب بہ مَن أشاء و رحمتی وسعت کل شیءٍ فسأکتبھا للذین یتقون و یؤتون الزکاۃ و الذین ھم بآیا تنا یؤمنون۔ الذین یتّبعون الر سول النّبی الأ مِی الذی یجد ونہ مکتوباً عند ھم فی التوراۃ و الأ نجیل یأمرھم با لمعروف وینھا ھم عن المنکر و یحلّ لھم الطیبات و یحرّم علیھم الخبائث و یضع عنھم اِصرھم و الأغلال التی کانت علیھم فالذین آمنوا بہ و عزّروہ ونصروہ و اتبعوا النور الذی أنزل معہ أولئک ھم المفلحون[١]) (موسیٰ نے کہا:)اور ہمارے لئے اس دنیا اور آخرت میں نیکی معین کردے ہم تیری طرف لوٹ چکے ہیں، فرمایا : اپنا عذاب جس تک چاہوں گا پہنچا دوں گا اور میری رحمت تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس کو ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکاۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں مقرر کروں گا، وہ لوگ اس پیغمبرؐ اور نبی امی کا اتباع کرتے ہیں ایسا پیغمبر جس کے صفات اپنے پاس موجود توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جوان لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور منکر (برائی) سے روکتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور نا پاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور سنگین اور وزنی بار (بوجھ) نیز وہ زنجیریں جس میں وہ جکڑے ہوئے تھے انھیں ان سے آزاد کرتا ہے پس، جو لوگ اس پرایمان لائے اوراس کی عزت و توقیر کی اور اس کی نصرت فرمائی اور اس نور کی جو اس کے ساتھ نازل ہوا اس کی پیروی کی، وہی لوگ کامیاب ہیں۔

سورۂ انبیاء میں فرماتا ہے:(اِقترب للناس حسابھم و ھم فی غفلۃٍ معرضون) (ما یأتیھم من ذکرٍ من ربھم محدث اِلاّ استمعوہ و ھم یلعبون) (لاھیۃ قلوبھم و أسرّوا النّجویٰ الذین ظلموا ھل ھذا اِلاّ بشر مثلکم أفتأتون السحر و أنتم تبصرون) (قال ربّی یعلم القول فی السماء و الأرض و ھو السمیع العلیم) (بل قالوا أضغاث أحلامٍ بل افتراہ بل ھو شاعر فلیأتنا بآیۃٍ کما أرسل الأوّلون) (ما آمنت قبلھم

[١] اعراف، ١٥٦،١٥٧

من قریۃٍ أھلکنا ھا أفھمْ یؤمنون) (و ما أر سلنا قبلک ألاّ ر جالاً نو حیِ الیھم فسئلوا أھل الذّکر أن کنتم لاتعلمون) (وما جعلنا ھم جسداً لایأکلون الطعام و ما کانوا خالدین) (ثّم صد قنا ھم الوعد فأ نجینا ھم و مَن نشاءو أھلکنا المسر فین) (لقد أنزلنا اِلیکم کتا باً فیہ ذکرکم أفلا تعقلون[1]) لوگوں کا یوم حساب ان سے نز دیک ہو گیا اور وہ لوگ اسی طرح غفلت اور بے خبری کے عالم میں پڑے منحرف اور رو گرداں ہیں، جب بھی ان کے رب کی جانب سے ان کے لئے کوئی نئی یاد دہانی ان کے پاس آتی ہے تو اسے سنکر کھلواڑ بناتے اور استہزاء کرتے ہیں،ان کے دل لہو ولعب اور بے خبری میں مشغول ہیں اور ظالموں نے سر گوشی میں کہا : کیا یہ تمھارے جیسے انسان کے علاوہ کچھ اور ہے ؟ کیا دیکھنے کے با وجود سحر و جادو کے پیچھے دوڑتے ہو؟پیغمبرؐ نے کہا : میرا رب زمین و آسمان کی تمام گفتگو کو جانتا ہے وہ سننے والا اور دانا ہے ،بلکہ ان لوگوں نے کہا : (یہ سب وحی نہیں ہے) بلکہ یہ سب خوابِ پریشان کا مجموعہ ہے، یاخدا کی طرف اس کی جھوٹی نسبت دی گئی ہے، نہیں بلکہ وہ ایک شاعر ہے !اسے ہمارے لئے کوئی معجزہ پیش کر نا چاہیے جس طرح گزشتہ انبیاء بھیجے گئے تھے ،ان سے پہلے کی آبادیوں میں سے جن کو ہم نے نابود کر دیا ہے کوئی بھی ایمان نہیں لایا آیا یہ لوگ ایمان لائیں گے ؟ ہم نے تم سے پہلے ،جز ان مردوں کے جن پر ہم نے وحی کی کسی کو نہیں بھیجا ،پس تم لوگ اگر نہیں جانتے توجاننے والوں سے دریافت کر لو ۔

ہم نے پیغمبروں کو ایسے اجسام میں قرار نہیں دیا ،جنہیں غذا کی ضرورت نہ ہو، وہ لوگ عمر جاوداں بھی نہیں رکھتے تھے!پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا پس ان کو اور جنھیں ہم نے چاہا نجات دی اور زیادتی کرنے والوں کو ہلاک کر ڈالا ، ہم نے تم پر ایک کتاب نازل کی جس میں تمہاری یاد آوری اور بلندی کا سر مایہ ہے کیا تم درک نہیں کرتے ؟

سورۂ اسراء میں فرمایا: (من کان یرید العا جلۃ عجّلنا لہ فیھا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جھنم یصلا ھا مذموماً مد حوراً) (و من ارادالآخرۃ سعی لھا سعیھا و ھو مؤمن فاولائک کان سعیھم مشکوراً) کلا نمد ھو لاء ھولاءِ من عطاء ربّک و ما کان عطاء ربک محظوراً [2])جو شخص زود

[1] انبیاء ۱۔۱۰
[2] اسراء ،۱۸تا۲۰.

گزر دنیا کی زندگی چاہے، تو ہم جو چاہیں گے جسے چاہیں گے اس دنیا میں اسے دیدیں گے، پھر جہنم اس کے لئے معین کریں گے تا کہ مردود بار گاہ اور راندہ درگاہ ہوکر اس کا جزء لازم ہو جائے اور جو کوئی آخرت کا طلب گار ہو اوراس کے لئے کوشاں رہے، درانحالیکہ مومن ہو،اس کی کوشش و تلاش کی جزا دی جائے گی،ان دو گروہوں میں سے ہر ایک گروہ کی امداد کریں گے،یہ تمہارے پر وردگار کی عطا ہے اور تمہارے رب کی عطا کسی پر بند نہیں ہے ۔ سورۂ انسان میں فرماتا ہے:(انّ ھٰؤلآءِ یحبّون العا جلۃ و یذ رون وراء ھم یوماً ثقیلاً ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتّخذ الیٰ ربّہ سبیلاً ۔ و ما تشاء ون الّا أن یشاء اللّٰہ انّ اللّٰہ کان علیماً حکیما ۔ ید خل من یشاء فی رحمتہ والظا لمین أعدّ لھم عذا باً ألیماً [1]) یہ لوگ دنیا کی زود گزر زندگی چاہتے ہیں اور سخت دن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، یہ ایک یاد آوری ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف ایک راہ انتخاب کرے اور تم لوگ وہی چاہتے ہو جو خدا چاہتا ہے،خدا دانا اور حکیم ہے،وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اوراس نے ستمگروں کے لئے درد ناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔یہ ''رب العالمین ''کے ''ارادہ'' اور ''مشیت'' کے معنی تھے،خدا وند متعال کے جملہ صفات میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز کو چاہتا ہے ''محو یا اثبات''کرتا ہے اس کے معنی انشاء اللہ آئندہ بحث میں بیان کریں گے۔

بدا یا محو و اثبات:

الف:۔ بداء کے معنی

ب:۔بداء ؛ اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں

ج:۔بداء ؛ قرآن کریم کی روشنی میں

د:۔ بداء سے متعلق مکتب خلفاء کی روایات

[1] انسان،۲۷تا۳۱.

ھ :۔ بداء کے بارے میں ائمۂ اہل بیتؑ کی روایات

بداء یا محو و اثبات اوّل :بداء کے لغوی معنی بداء کے لغت میں دو معنی ہیں:

ا۔ ''بَدَأ الْأمْرُ بُدُوّاو بَدٰاءً'' :یعنی یہ موضوع واضح و آشکار ہوا ،لہٰذا بداء کے ایک معنی آشکار اور واضح ہونے کے ہیں۔

۲ ۔ ''بَدَا لَہُ فِي ألْأمْرِ کَذٰا '' : اس مو ضوع میں اس کے لئے ایسی رائے پیدا ہوئی، ایک نیا نظریہ ظاہرہوا۔

دوم:اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں بداء کے معنی:

اسلامی عقائد کے علماء نے کہا ہے :بداء خدا وند عالم کے بارے میں کسی ایسی چیز کا آشکار کرنا ہے ،جو بندوں پر مخفی ہو لیکن اس کا ظہور ان کے لئے ایک نئی بات ہو،اس بنا پر ، جن لوگوں کا خیال ہے کہ بداء سے مراد خدا کے بارے میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے بھی مخلوقات کی طرح ایک نیا خیال اور ایک نئی رائے (اس کے علاوہ جو بداء سے پہلے تھی)پیدا ہوئی تو،وہ حد درجہ غلط فہمی کا شکار ہیں،سچ مچ خدا وند عالم اس سے کہیں زیادہ بلند و بر تر ہے جو وہ خیال کرتے ہیں۔

سوم:بداء قرآن کریم کی روشنی میں :

الف؛ خدا وند متعال سورہ رعد کی ۷ ویں اور ۲۷ ویں آیت میں فرماتا ہے: (و یقول الذین کفروا لولا أنزل علیہ آےۃ من ربہ)اور جنھوں نے کفر اختیار کیا وہ کہتے ہیں :کیوں (ہماری پسند سے) کوئی آیت یا معجزہ اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل نہیں ہوا؟

ب : پھر اسی سورہ کی۳۸ویں تا۴۰ ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے :(و ما کان لرسولٍ ان ےأتی باےۃ اِلّابِأذن اللّٰہ لکلّ أجل کتاب)(یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب)(وِ ان ما نرینّک بعض الذی نعد ھم أو نتو فینّک فاِنّما علیک البلاغ و علینا الحساب)

کسی پیغمبر کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ اذن خدا وندی کے بغیر کوئی آیت یا معجزہ پیش کر دے ہر مدت اور زمانہ کے لئے ایک سر نوشت (نوشتہ مقرر)ہے، خدا جسے چاہتا ہے محو و نابود کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی جگہ پر ثابت اورباقی رکھتا ہے اور ام الکتاب (لوح محفوظ)اس کے پاس ہے، اگر اس کا کچھ حصّہ جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تمھیں دکھا دیں یا تمھیں (وقت معین سے قبل) موت دیدیں، بہر صورت جو کچھ تمہاری ذمہ داری ہے وہ تبلیغ و پیغام رسانی ہے اور (ان کا) حساب ہم پر ہے۔

کلمات کی تشریح:

ا۔ ''آےۃ'': آیت؛ لغت میں واضح و آشکار نشانی اور علامت کو کہتے ہیں جیسا کہ اس شاعر نے کہا ہے:وفی کلّ شیء لہ آےۃ :: تدل علیٰ انّہ واحداور ہر چیز میں اس کے وجود کی واضح وآشکارنشانی ہے جواس کے واحد اوریکتا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

انبیاء کے معجزات کوآیت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ان کے صدق کی علامت اور قدرت الٰہی پر ایک دلیل ہے، وہی پرور دگارجس نے اس طرح کے معجزات پیش کرنے کی انہیں طاقت دی ہے جیسے موسیٰ کا عصا اور جناب صالح کا ناقہ ،جیسا کہ سورۂ شعرا کی ۶۷ ویں اور اعراف کی ۷۳ ویں آیات میں بیان ہوا ہے۔اسی طرح قرآن کریم نے انواع عذاب کو جسے خداوند سبحان نے کا فراموں پر نازل کیا آیت کا نام دیا ہے ،جیسا کہ سورۂ شعراء میں قوم نوح کے متعلق فرماتا ہے:(ثمّ أغرقنابعد الباقین ،اِن فی ذلک لآیۃً[1]) پھر ہم نے باقی رہ جانے والوں کو غرق کر دیا یقیناًاس میں علامت اور نشانی ہے۔

اور قوم ہود کے بارے میں فرماتا ہے:(فکذّبوہ فأھلکنا ھم انّ فی ذالک لآےۃً[2])ان لوگوں نے اپنے پیغمبر (ہود) کی تکذیب کی، ہم نے بھی انھیں نابود کر دیا،بیشک اس میں (عقلمندوں کے لئے)ایک آیت اور نشانی ہے۔ اور سورۂ اعراف میں قوم فرعون کے بارے میں ارشاد ہوا:(فأرسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمّل والضّفا دع والدّم آیاتٍ مفصّلات[3])

[1] شعراء ۱۲۰، ۱۲۱
[2] شعراء ۱۳۹
[3] اعراف ۱۳۳

پھر ہم نے طوفان ،ٹڈ یاں ،جوں ،منیڈ ھک، کھٹمل اور خون کی صورت میں ان پر عذاب نازل کیا کہ ہر ایک جدا جدا آیات اور نشانیاں تھیں۔

۲۔ ''اجل'': محدود مدت، وقت، زمانہ، سر انجام،خاتمہ، انتہا ۔یہ جو کہا جاتاہے کہ فلاں کی اجل آگئی یعنی مر گیااور اس کی مدت حیات تمام ہوگئی اور یہ جو کہا جاتا ہے: اس کے لئے ایک اجل (مدت) معین کی گئی ہے ،یعنی اس کے لئے ایک محدود وقت قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ ''کتاب'': کتاب کے مختلف اور متعد د معانی ہیں، لیکن یہاں پر اس سے مراد لکھی ہوئی مقدار یا معین و مشخص مقدار ہے، جیسے ''لکلّ أجل کتاب'' کے معنی، جو آیت میں مذکور ہیں، یہ ہیں کہ معجزہ پیش کرنے کا زمانہ پیغمبر کے ذریعہ پہلے سے معین ہے، یعنی ہرایک زمانہ کی ایک معین سر نوشت ہے ۔

۴۔ ''یمحو'': محو کرتا ہے، زائل کرتا ہے،مٹاتا ہے، محو لغت میں باطل کرنے اور نابود کرنے کے معنی میں ہے،جیسا کہ خدا وند عالم سورۂ اسراء کی ۱۲ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے : (فمحونا آےۃ اللیل وجعلنا آےۃ النھار مبصرۃ)پھر ہم نے شب کی علامت کو مٹا دیا اور دن کی علامت کو روشنی بخش قرار دیا ۔

اور سورۂ شوریٰ کی ۲۴ویں آیت میں فرماتا ہے :(ویمح اللّٰہ الباطل و یحق الحق بکلماتہ) خدا وند عالم باطل کو محو ونابود اور حق کو اپنے فرمان سے ثابت و استوار رکھتا ہے،یعنی باطل کے آثار کو مٹا دیتا ہے۔

آیات کی تفسیر:

خدا وند سبحان ان آیات میں فرماتا ہے :کفار قریش نے رسول خدا سے درخواست کی کہ ان کے لئے معجزات پیش کریں خدا وند عالم نے ان کی نوع درخواست کو بھی سورۂ اسراء میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: (و قالوا لن نؤمن لک حتیٰ تفجر لنا من الأرض ینبوعاً)(

أو تسقط السماء کما زعمت علینا کسفاً أو تأتی باللہ و الملائکة قبیلاً [1]) اورانھوں نے کہا: ہم اس وقت تک ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم اس سر زمین سے جوش مارتا چشمہ نہ جاری کردو یا آسمان کے ٹکڑے (جیسا کہ خیال کرتے ہو) ہمارے سر پر نازل کر دو، یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے حاضر لے آؤ۔ سورۂ رعد کی ۳۸ ویں آیت میں فرماتا ہے :(و ما کان لرسولٍ أن یأتی بآیة)کوئی پیغمبر حق نہیں رکھتا کہ جو معجزہ اس سے طلب کیا گیا ہے پیش کرے ''الا باذن اللہ''، مگر خدا کے اذن سے، کیونکہ ہر کام کے لئے جو مکتوب الٰہی میں مقدر ہے ایک خاص وقت اور زمانہ ہوتا ہے۔

خدا وند عالم بعد کی آیت میں بغیر فاصلہ کے، نوشتہ تقدیر کے اسثناء کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: (یمحو اللہ ما یشاء)خدا جو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے، یعنی خدا کا ہاتھ بندھا ہوا (مجبور) نہیں ہے وہ جب چاہے رزق ، اجل ،سعادت اور شقاوت اس مکتوب مقدر (نوشتہ تقدیر) میں بدل دیتا ہے،ویثبت ما یشاء'' اور (مکتوبات میں سے) جس کو چاہتا ہے ثابت اور باقی رکھتا ہے، کیونکہ'' وعندہ أمّ الکتاب''، اصل کتاب تقدیر و سر نوشت یعنی ''لوح محفوظ'' جس میں کسی قسم کی تبدیلی اور تغییر نہیں ہے وہ خدا کے پاس ہے۔

اسی وجہ سے اس کے بعد فرماتا ہے: (واِن ما نرینک بعض الذی نعد ھم)اور اگر کچھ ایسے عذاب جن کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تمھیں (زمان حیات میں) دکھادیں ''او نتوفینک'' یا تمھیں (اس سے پہلے) موت دے دیں '' فانما علیک البلاغ''، ہر حال میں تم صرف ابلاغ کرنے والے ہو اور بس۔

اس آیت کی تفسیر میں طبری، قرطبی اور ابن کثیر نے ایک روایت ذکر کی ہے جو ہمارے مدعیٰ کی تائید کرتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:دوسرے خلیفہ عمر ابن خطاب نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کہا '':اللّھمّ اِن کنت کتبتنی فی أھل السعادة فاثبتنی فیھا و اِن کنت کتبتنیِ فی أھل الشقا وة و الذنب فامحنی و اثبتنیِ فی أھل السعادة و المغفرة فاِنک تمحو ما تشاء و تثبت وعندک أمّ الکتاب''

[1] اسراء ،۹۰، ۹۲

خدایا !اگر تو نے مجھے سعادت مندوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے تو ان کے درمیان مجھے استوار کر دے اور اگر بد بختوں کے زمرہ میں مجھے قرار دیا ہے تو اشقیاء کی صف سے نکال کر سعیدوں کی صف میں شامل کر دے کیونکہ تو جو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت اور قائم رکھتا ہے اور اصل کتاب تیرے پاس ہے۔

''ابی وائل'' کا قول ذکر کیا جاتا ہے وہ بارہا کہتا تھا '': اللّھمّ اِن کنت کتبتنا أشقیاء فامح واکتبنا سعداء،واِن کنت کتبتنا سعداء فاثبتنا فاِنک تمحو ما تشاء وتثبت و عندکَ أمّ الکتاب''خدایا!اگر تو نے ہمیں بد بختوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے تو ان کے درمیان سے ہمارا نام مٹا کر نیک بختوں کے زمرہ میں درج کر دے اور اگر نیک بختوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے تو اس پر ہمیں ثابت رکھ کیونکہ تو جو چاہے محو کر دے اور جو چاہے ثابت اور باقی رکھے اور اصلی کتاب تیرے ہی پاس ہے[1]۔

بحار الانوار میں مذکور ہے:(واِن کنت من الأشقیاء فامحنی من الأشقیاء واکتبنی من السعداء فاِنّک قلت فی کتابک المنزل علیٰ نبیک صلواتک علیہ و آلہ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت و عندہ أم الکتاب[2])اور اگر میں بد بخت اور شقی ہوں تو ان کے زمرہ سے مٹا کر نیک بختوں کے زمرہ میں شامل کر دے،کیونکہ تو نے ہی اپنی اس کتاب میں جسے تو نے اپنے پیغمبر پر نازل کی ہے فرمایا ہے: خدا جو چاہتا ہے بر قرار رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے محو اورزائل کر دیتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔قرطبی نے بھی اس روایت کے ذیل میں جو اس نے صحیح بخاری اور مسلم سے نقل کی ہے،اس معنی پر استدلال کیا ہے۔

روایت کہتی ہے :رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا '':من سرّہ أن یبسط لہ فی رزقہ و ےُنسأ لہ فی أثرہ (اجلہ) فلیصل رَحِمَہ[3]''،جو شخص وسعت رزق اور عمر کی زیادتی سے خوشنود و شاد ہونا چاہتا ہے،اسے چاہئے کہ اپنے اقرباء و اعزاء کے ساتھ نیکی کرے۔

---

[1] دونوں ہی حدیث طبری نے آیت کی تفسیر کے ذیل میں ذکر کی ہے ،ابو وائل شقیق ابن سلمہ کو فی ہے، اس کے حا لا ت زندگی تہذیب التہذیب ،ج ۱۰،ص۳۵۴ پر اس طرح ہیں : وہ ثقہ ہے اور مخضرم: (جاہلیت اور اسلام) دونوں ہی کو درک کیا) ہے صحابہ اور تابعین کے زمانے میں مو جود تھا اور عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے زمانے میں سو سا ل کی زندگی میں دار فانی کو وداع کیا۔

[2] بحار الانوار ج۹۸،ص۱۶۲

[3] صحیح بخاری ،ج۳، ص ۳۴ کتاب الادب، باب ۱۲،۱۳ اور صحیح مسلم ، ص ۱۹۸۲، حدیث ۲۰ ۲۱،صلہ رحم کے باب سے اور مسند احمد ج ۳، ص ۲۴۷ ،۲۶۶ ج،۵، ص ۷۶.

ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ان سے کسی سائل نے یہ سوال کیا : عمر اور اجل میں کس طرح زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا : خداوند عزوجل نے فرمایا ہے: (ھو الذی خلقکم من طینِ ثُمَّ قضیٰ أجلاً و أجل مسمی عندہ) وہ ذات جس نے تمھیں مٹی سے خلق کیا پھر ایک مدت معین کی، لیکن یقینی اجل (مدت) اسی کے پاس ہے[1]۔

ابن عباس نے کہا : آیت میں پہلی اجل (موت) بندہ کی اجل ہے پیدائش سے موت تک اور دوسری اجل یعنی جو خدا کے پاس ہے۔ موت کے بعد سے قیامت تک ہے جو کہ برزخ میں گزارتا ہے اور کوئی خدا کے علاوہ اسے نہیں جانتا ، اگر کوئی بندہ خدا سے خوف کھائے اور ''صلہ رحم'' بجا لائے تو خدا اس کی برزخی عمر کو کم کرتا ہے اور پہلی عمر میں اضافہ کر دیتا ہے اور اگر نافرمانی کرے اور قطع رحم (رشتہ داری ختم کرے) کرے تو خدا اس کی دنیاوی عمر کم کرکے برزخی عمر میں اضافہ کر دیتا ہے[2]۔

ابن کثیر نے اس استدلال میں اضافہ کرتے ہوئے ایک بات کہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: یہ بات اس روایت سے جو احمد ، نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے ہم آہنگ ہے، ان لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا : (اِن الرجل لیحرم الرزق با لذنب یصیبہ و لایردّ القدر اِلاّ الدعاء و لایزید فی العمر اِلاّ البرّ[3])

انسان کبھی گناہ کے باعث روزی سے محروم ہو جاتا ہے اور اس بلا و سرنوشت کو دعا کے علاوہ کوئی اور چیز ٹال نہیں سکتی اور نیکی کے علاوہ کوئی چیز اس کی عمر میں اضافہ نہیں کر سکتی۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا '': ان الدعاء و القضاء لیعتلجان بین السماء و ألارض[4]'' دعا اور سرنوشت آسمان و زمین کے مابین آپس میں مبارزہ کرتی ہیں۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس آیت کے معنی کے ذیل میں بیان کئے گئے رخوں میں سے ایک تھا، دیگر وجوہات بھی آیت کے معنی کے ذیل میں لوگوں نے بیان کی ہیں، جیسے یہ بات : ''محو و اثبات'' سے مراد آیت میں کسی حکم کا محو کرنا

[1] انعام۲.
[2] تفسیر قرطبی ، ج۹،ص ۳۲۹، ۳۳۱.
[3] مقدمہ سنن ابن ماجہ ، باب ۱۰، حدیث ۹۰
[4] تفسیر ابن کثیر، ج۲،ص۵۱۹

اور دوسرے حکم کا اثبات ہے ،یعنی احکام شریعت کا نسخ کرنا اورزیادہ صحیح اور درست یہ ہے کہ ہم کہیں: مقصود آیت سب کو شامل ہے ،جیسا کہ قرطبی نے بھی اسی نظریہ کو انتخاب کرتے ہوئے کہا ہے '' :یہ آیت عام ہے اور ہرچیز کو شامل ہے اور یہ اظہر ہےاور خدا زیادہ جاننے والا ہے''[1]

طبری اور سیو طی نے ابن عباس سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت:(یمحو اللہ ما یشا ء ویثبت و عندہ ام الکتاب) کے سلسلہ میں کہا ہے کہ خدا ہر سال کے امور کو شب قدر میں معین فرماتا ہے سوائے نیک بختی اور بد بختی کے!۔

ب:۔ خدا وند سبحان سورۂ یونس میں فرماتا ہے:(فلولاکانت قر ےۃ آمنت فنفعھا اِیما نھا اِلآقوم یونس لمّاآمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزیِ فیِ الحےٰوۃ الدُنیا ومتّعنا ھم اِلیٰ حینٍ[2])

کیوں شہر و آبادی کے لوگوں میں کسی نے ایمان قبول نہیں کیا تا کہ انھیں ان کا ایمان فائدہ پہنچائے جزیونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لائی،تو دنیا وی زندگی میں ذلت وخواری کا عذاب ان سے ہٹا لیا اور ایک مدت تک انھیں فیضیاب کیا ۔

کلمات کی تشریح:

نهضت ترجمه
Translation Movement

۱۔ ''کشفنا '': ہم نے زائل کیا ،ہٹا دیااور اٹھا لیا۔

۲۔ ''خزیِ'': خواری،ذلت ورسوائی۔

۳۔ ''حین '': نا معلوم وقت اور زمانہ جس کی کمی و زیادتی معلوم اور معین نہیں ہے۔

---

[1] تفسیر قرطبی،ج،۲،ص۳۲۹

[2] تفسیر طبری،ج ۱۳،ص۱۱۱ و تفسیر سیو طی،ج،۴،ص۶۵عبارت طبری کی ہے.

آیت کی تفسیر:

تفسیر طبری،قرطبی اور مجمع البیان میں مذ کور داستان کے مطا بق حضرت یو نسؑ کی داستان کا خلاصہ یوں ہے:

یونسؑ کی قوم موصل کی سر زمین نینوا میں زندگی گز ار رہی تھی اور بتوں کی پوجا کر تی تھی، خدا وند عالم نے یونس کو ان کی طرف بھیجا تا کہ انھیں اسلام کی دعوت دیں اور بت پر ستی سے روکیں، انھوں نے انکار کیا۔

ان میں سے دو آدمی ایک عابد اور ایک عالم نے حضرت یونسؑ کی پیروی کی، عابد نے حضرت یونس سے درخواست کی کہ اس قوم کے خلاف نفرین و بد دعا کریں لیکن عالم نے انھیں منع کیا اور کہا : ان پر نفرین نہ کریں، کیونکہ خدا آپ کی دعا تو قبول کرلے گا لیکن اپنے بندوں کی ہلاکت پسند نہیں کرے گا !یونس نے عابد کی بات مان لی اور نفرین کر دی،خدانے فرمایا فلاں دن عذاب نازل ہو گا ،یونس نے انھیں اس کی خبر دی، جب عذاب کا وقت قریب آگیا تو یونسؑ اس عابد کے ساتھ باہر نکل گئے ۔

لیکن وہ عالم ان کے درمیان موجود رہا، قوم یونسؑ نے اپنے آپ سے کہا :ہم نے اب تک یونس سے کوئی جھوٹ نہیں دیکھا ، ہوشیار رہو اگر وہ آج رات تمہارے درمیان رہے تو پھر کوئی عذاب نہیں ہے لیکن اگر باہر نکل گئے تو یقین کرو کہ کل صبح تم پر عذاب آنا یقینی ہے ،جب آدھی رات ہوئی تو یونسؑ ان کے درمیان سے اعلانیہ نکل گئے، جب ان لوگوں نے یہ جان لیا اور عذاب کے آثار مشاہدہ کئے اور اپنی ہلاکت کا یقین کر لیا تو اس عالم کے پاس گئے اس نے ان لوگوں سے کہا : خدا کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرو وہ تم پر رحم کرے گا اور تم سے عذاب کو دور کر دے گا بیابان کی طرف نکل جاؤ عورتوں بچوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دو اور حیوانوں اوران کے بچوں کے درمیان جدائی پیدا کر دو پھر دعا کرو اور گریہ کرو ۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا عورتوں بچوں اور چوپایوں کے ہمراہ صحرا کی طرف نکل پڑے، لباس پشمی پہنا اور ایمان و توبہ کا اظہار کیا اور اپنی نیت کو خالص کیا اور تمام ماؤں کے خواہ (انسانوں کی ہوں یا حیوانات)کی اور ان کے بچوں کے درمیان جدائی پیدا کر دی پھر گریہ و زاری ، نالہ و فریاد میں مشغول ہوگئے جب آوازیں غم و اندوہ میں ڈوب گئیں اور فریادیں گونج گئیں تو نالہ و اندوہ کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے : خدا

یا جو کچھ یونس نے پیش کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے تو خدا نے انھیں بخش دیا اوران کے گناہ معاف کرکے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کے سروں پر سایہ فگن عذاب کو ان سے بر طرف کر دیا۔خدا وند عالم نے قوم یونس ؑسے عذاب کو اس طرح ان کے توبہ کر نے کے بعد بر طرف کر دیا،ہاں،خدا جو چا ہتا ہے محو کر تا یا اسے بر قرار رکھتا ہے۔

ج: خدا وند سبحان سورۂ اعراف میں فرماتا ہے:(ووأعد نا موسی ثلا ثین لیلۃً و أتممنا ھا بعشرٍ فتمّ میقات ربّہ أر بعین لیلۃً[1])اور ہم نے موسیٰ کے ساتھ ۳۰؍ رات کا وعدہ کیا اور اسے دیگر ۱۰؍شب سے مکمل کیا یہاں تک ان کے رب کا وعدہ چالیس شب میں تمام ہوگیا۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے۔(واِذا وأعد نا موسیٰ أر بعین لیلۃ ثُمَّ اتّخذ تم العجل من بعدہ و أنتم ظا لمون)اور جب ہم نے موسیٰؑ کے ساتھ چالیس شب کا وعدہ کیا اور تم نے اس کے بعد جب کہ ظالم و ستمگر تھے،گو سالہ تیار کرلیا[2]۔

چہارم : بداء مکتب خلفاء کی روایات میں طیا لسی، احمد ، ابن سعد اور تر مذی ایک روایت نقل کر تے ہیں جس کا خلاصہ طیا لسی کی عبارت میں یوں ہے'' :قال رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم :انَ اللہ أریٰ آدم ذریّتہ فرأ یٰ رجلاً أز ھرسا طعاً نو رہ، قال: یا ربّ من ھذا؟ قال : ھذا ابنک داود! قال : یا ربّ فما عمرہ ؟ قال: ستّون سنۃ! قال: یا ربّ زد فی عمرہِ! قال : لا اِلاّ تزیدہ من عمرکَ! قال وما عمری ؟ قال: ألف سنۃ! قال آدم! فقد و ھبتُ لہ أر بعین سنۃ من عمری۔ فلمّا حضرہُ الموتُ و جا ء تہ الملا ئکۃ قال : قد بقِی من عمرِی أربعون سنۃ، قالُوا اِنّک قد وھبتھالد اود''رسول خداؐ نے فر مایا : خدا وند عالم نے آدمؑ کوان کی نسل دکھائی، تو آدم نے ان کے درمیان ایک نو رانی صورت مرد کو دیکھا ، عرض کیا : خدا یا : یہ کون ہے؟ فر مایا : یہ تمہارے فر زند داؤد ہیں! عرض کیا : خدا یا ! اس کی عمر کتنی ہے ؟ فر مایا : ساٹھ سال! آدم نے کہا : پالنے والے! میرے اس فرزند کی عمر میں اضافہ فرما ! ارشاد قدرت ہوا : نہیں، مگر یہ کہ تم خود اپنی عمر سے اس کی عمر میں اضافہ کردو، دریافت کیا : پالنے والے ! میری عمر کتنی ہے ؟ فرمایا :ہزار سال، آدم نے کہا : میں

[1] اعراف،۱۴۲.
[2] بقرہ:۵۱.

نے اپنی عمر کے چالیس سال اسے بخش دے ئے چنانچہ جب ان کی وفات کا زمانہ قریب آیا اور فرشتے روح قبض کرنے کے لئے ان کے سرہانے آئے تو انھوں نے کہا : ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں ! انھوں نے کہا : آپ نے خود ہی اسے داؤد کو بخش دیا ہے۔

یہ روایت اور اس کے علاوہ ، '' صلہ رحم '' کے آثار کے بارے میں اور اس کے مانند ہم نے مکتب خلفاء کی روایات سے جو کچھ پیش کیا ہے وہ سب '' یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب '' کے مصادیق میں سے ہے ، ائمہ اہل بیتؑ نے '' محو و اثبات '' کو بداء کے نام سے ذکر کیا ہے کہ انشاء اللہ پانچویں حصّہ میں اس کی تحقیق اور بررسی کریں گے۔

پنجم : بداء ائمہ اہل بیتؑ کی روایات میں بحار میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا '' : ما بعث اللہ عزّ وجل نبیاً حتیٰ ےأخذ علیہ ثلاث خصالِ : الاقرارُ بالعبودےۃ، وخلع الأنداد، وان اللہ یقدم ما یشاء وےؤخر ما یشاء[1] خدا وند عالم نے کسی پیغمبر کو اس وقت تک مبعوث نہیں کیا جب تک کہ اس سے تین چیزوں کا مطالبہ نہیں کیا : خدا کی بندگی کا اقرار ، اس کے لئے ہر طرح کے شریک اور ہمتا کی نفی اور یہ کہ خدا جسے چاہے مقدم کر دے اور جسے چاہے مؤخر کر دے ۔ امام جعفر صادقؑ نے اس معنی کو ایک دوسرے بیان میں لفظ '' محو و اثبات '' کے ذریعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ '' ما بعث اللہ نبیاً قط حتیٰ ےأخذ علیہ ثلاثاً : الاقرارُ بالعبودےۃ ، وخلع الأانداد، وان اللہ یمحو ما یشاء ویثبت ما یشاء[2] '' خدا وند عالم نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس سے تین چیزوں کا مطالبہ کیا : خدا کی عبودیت کا اقرار ، خدا کے لئے کسی کو شریک اور ہمتا قرار نہ دینا اور یہ کہ جو چاہے محو کر دے اور جو چاہے باقی رکھے ۔ ایک تیسری روایت میں (محو و اثبات) کو بداء کا نام دیا ہے جس کا خلاصہ یوں ہے '' : ما تنبّأ نبیٌ قط حتیٰ ےُقرّ للہ تعالی بالبداء[3] '' کسی پیغمبر نے کبھی پیغمبری کا لباس نہیں پہنا مگر یہ کہ خدا وند متعال کے لئے ان امور کا اعتراف کیا ہوا نہی

---

[1] بحار ج۴،ص۱۰۸، بہ نقل از توحید صدوق.
[2] بحار ج۴،ص۱۰۸، بہ نقل از توحید صدوق
[3] بحار ج۴،ص۱۰۸، بہ نقل از توحید صدوق

اعترافات میں بداء کا اعتراف ہے ۔امام رضاءسے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا '': ما بعث نبیا قط اِلاّ بتحریم الخمر و اَن یقرّ لہ با لبداء[1]''خدا وند متعال نے کبھی کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ شراب کی حرمت کے ساتھ اوریہ کہ بداء (محو و اثبات) کا خدا کے حق میں اعتراف کرے۔

دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادقؑ نے محو و اثبات کے زمانہ کی بھی خبر دیتے ہوئے فرمایا '':اِذا کان لیلۃ القدر نزلت الملائکۃ و الرّوح و الکتبۃ الیٰ سماء الدّنیا فیکتبون ما یکون من قضاء اللہ تعا لیٰ فی تلک السنۃ فاِ ذا أراد اللہ أن ےقدم شےئاً أو یؤخرأو ینقص شیئاً أمر الملک أن یمحو ما یشاء ثُمّ أثبت الذی أراد ''جب شب قدر ہوتی ہے تو فرشتے، روح اور کاتب قضاء وقدر آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتے ہیں اور جو کچھ اس سال خدا وند عالم نے مقرر فرمایا ہے اسے لکھتے ہیں، اگر کسی چیز کو خدا مقدم یا موخر یا کم کرنا چاہتا ہے تو مامور فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اسے اسی طرح جیسے چاہتا ہے محو ونابود کرے یا ثابت و برقرار رکھے[2]۔

حضرت امام باقر ۔نے بھی ایک دوسرے بیان میں اس کی خبر دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے '': تنزل فیھا الملائکۃ و الکتبۃ اِلی السماء فیکتبون ما ھو کائن فی أمر السنۃ و ما یصیب العباد فیھا، قال: و أمر موقوف للہ تعا لیٰ فیہ المشےۃ ےقدم منہ ما یشاء و ؤ خر ما یشاء و ھو قو لہ تعا لیٰ : یمحو اللہ ما یشاء ویثبتُ و عندہ أم الکتاب[3]''شب قدر میں فرشتے اور کاتب قضاء وقدر آسمان دنیا کی طرف آتے ہیں اور جو کچھ اس سال ہونے والا ہے اور جو کچھ اس سال بندہ کو پہنچنے والا ہے، سب کچھ لکھ لیتے ہیں، فرمایا : اورکچھ ایسے امور ہیں جن کا تعلق مشیت خدا وندی سے ہے جسے چاہے مقدم کر دے اور جسے چاہے موخر کر دے یہی خدا وند متعال کے کلام کے معنی ہیں کہ فرماتا ہے:(یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت و عندہ أم الکتاب[4]) حضرت امام باقر ۔نے دوسری حدیث میں اس آیت:(و لن ےؤخر اللہ

[1] بحارج۴،ص۱۰۸، بہ نقل از توحید صدوق

[2] بحار ج۴،ص۹۹ تفسیر علی بن ابراہیم سے نقل

[3] بحار ج ۴، ص۱۰۲ ، نقل از امالی شیخ مفید

[4] بحار ج ۴، ص۱۰۲ ، نقل از تفسیر علی بن ابراہیم

نفساً اِذا جاء أجلھا)(خداوندعالم جسکی موت کاوقت آگیاہواس کی موت کبھی تاخیر میں نہیں ڈالتا) کے ذیل میں فرمایا : ''جب موت آتی ہے اور آسمانی کاتبین اسے لکھ لیتے ہیں تو اس موت کو خدا وند عالم تاخیر میں نہیں ڈالتا ''۔

علاّ مہ مجلسیؒ نے بحارالانوار کے اسی باب میں اسی داستان کو جس میںآدمؑ نے اپنی عمر کے چالیس سال حضرت داؤد کو بخش دئے تھے، ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے مکتب خلفاء کی روایات میں ذکر کیا ہے[1]بداء کے یہ معنی ائمہ اہل بیتؑ کی روایات میں تھے لیکن ''بداء'' کے یہ معنی کہ خدا کے لئے کوئی نئی اور جدید رائے کس کام میں ظاہر ہوتی ہے جسے وہ اس سے پہلے نہیں جانتا تھا !! معاذاللّٰدیہ نظریہ مکتب اہل بیتؑ میں مردود اور انکار شدہ ہے اور اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں، اس سلسلہ میں ائمہ اہل بیتؑ کا نظریہ وہی ہے جسے علاّمہ مجلسیؒ نے امام صادقؑ سے ذکر کیا ہے کہ امام نے فرمایا '': مَن زعم ان اللہ عزَّوجل یبد و لہ فی شیءلم یعلمہ أمس فأبروا منہ[2]''،جو شخص خدا وند متعال کے بارے میں کسی امر سے متعلق یہ خیال کرے کہ اس کے لئے نئی اور جدید رائے ظاہر ہوئی ہے جسے وہ اس سے قبل نہیں جانتا تھا تو ایسے لوگوں سے دوری اور بیزاری اختیار کرو۔

عقیدۂ بدا کا فائدہ:

اگرکسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ بعض وہ انسان جونیک بختوں کے زمرہ میں واقع ہوتے ہیں کبھی ان کی حالت بدلتی نہیں ہے اور کبھی بد بختوں کی صف میں واقع نہیں ہوں گے اور بعض انسان جو کہ بد بختوں کی صف میں ہیں ان کی بھی حالت کبھی نہیں بدلے گی اور وہ نیک بختوں کی صف میں شامل نہیں ہوں گے اور قلم تقدیر، انسان کی سر نوشت بدلنے سے خشک ہوچکا ہے اور رک گیا ہے، اگر ایسا تصور صحیح ہو تو کبھی گناہ گار اپنے گناہ سے توبہ ہی نہیں کرے گا بلکہ اپنے کام کا سلسلہ جاری رکھے گا، کیونکہ وہ سوچ چکا ہے کہ شقاوت اور بد بختی اس کی یقینی اور قطعی سر نوشت ہے اور اس میں تبدیلی ناممکن ہے !دوسری طرف، شیطان نیکوکار بندوں کو وسوسہ کرے

[1] بحار ج ۴، ص۱۰۲ ،بہ نقل از علل الشرائع
[2] بحار ج۴ ص۱۱۱بہ نقل از اکمال الدین

گا کہ تم نیک بخت ہو،اشقیاء اور بد بختوں کے زمرہ میں داخل نہیں ہوگے اورعبادت و اطاعت میں سستی پیدا کرنے کے لئے اتنا وسوسہ کافی ہےاورپھراس کے ساتھ ایسا کرے گا جو نہیں ہونا چاہئے ۔

بعض مسلمان جنھوں نے ''مشیت '' کے سلسلہ میں واردآیات و روایات کے معانی واضح اور کامل طور سے درک نہیں کئے مختلف گروہ میں تقسیم ہو گئے ہیں ،ایک گروہ کاخیال ہے کہ انسان اپنے کاموں میں مجبور ہے اور دوسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ تمام امور انسان کے حوالے اور پر چھوڑ دئے گے ہیں ہم آئندہ بحث میں انشاء اللہ اس موضوع کی تحقیق کر کے راہ حق و صواب کی شناسائی کریں گے ۔

جبر وتفویض اور اختیار:

الف :جبر کے لغوی معنی ''جبر'' لغت میں زورزبر دستی سے کوئی کام کرانے کو کہتے ہیں اور ''مجبور'' اس کو کہتے ہیں جس کوزور زبردستی سے کوئی کام کرایا جائے ۔

ب: جبر اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں ''جبر'' اس اصطلاح میں یہ ہے : خدا وند عالم نے بندوں کو جو اعمال وہ بجالاتے ہیں ان پر مجبور کیا ہے،خواہ نیک کام ہو یا بد ،براہو یا اچھا وہ بھی اس طرح سے کہ بندہ اس سلسلہ میں اس کی نا فرمانی،خلاف ورزی اور ترک فعل پر ارادہ واختیار نہیں رکھتا ۔مکتب جبر کے ماننے والوں کا عقیدہ یہ ہے انسان کو جو کچھ پیش آتا ہے وہی اس کی پہلے سے تعین شدہ سر نوشت ہے، انسان مجبور ہے وہ کوئی اختیار نہیں رکھتا ہے،یہ اشاعرہ کا قول ہے[1] ۔

ج: تفویض کے لغوی معنی تفویض لغت میں حوالہ کرنے اور اختیار دینے کے معنی میں ہے ۔

[1] اشاعرہ کی تعریف اور ان کی شناخت کے لئے شہر ستانی کی کتاب ملل و نحل کے حا شیہ میں (الفصل فی الملل و الا ھواء و النحل) ابن حزم، ج،١،ص١١٩،تا ١٥٣ ،ملاحظہ ہو.

د: تفویض اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں ''تفویض'' اس اصطلاح میں یعنی: خدا وند عالم نے بندوں کے امور (افعال) خود ان کے سپرد کر دئے ہیں جو چاہیں آزادی اور اختیار سے انجام دیں اور خدا وند عالم ان کے افعال پر کوئی قدرت نہیں رکھتا، یہ فرقۂ ''معتزلہ'' کا قول ہے[1]۔

ھ: اختیار کے لغوی معنی ''اختیار'' لغت میں حق انتخاب کے معنی میں ہے، انتخاب کرنا پسند کرنا اور انتخاب میں آزاد ہونے کو اختیار کہتے ہیں۔

و: اختیار اسلامی عقائد کے علماء کی اصطلاح میں خدا وند عالم نے اپنے بندوں کو اپنے انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ بعض امور میں مکلف بنایا یعنی ان کے انجام دینے کا مطالبہ کیا تو بعض سے نہی اور ممانعت فرمائی، خدا نے کسی کام کے انجام دینے یا اس کے ترک یعنی نہ کرنے کی بندوں کو قدرت عطا کی جو امور وہ انجام دیتے ہیں ان کے انتخاب کا انھیں حق دیا اور کسی کو اس سلسلہ میں مجبور نہیں کیا، پھر اس کے بعد ان سے مطالبہ کیا ہے کہ اس کی امر و نہی میں اطاعت کریں۔ اس موضوع سے متعلق استدلال انشاء اللہ آئندہ بحث میں آئے گا۔

قضا و قدر:

الف:۔ قضا و قدر کے معنی

ب:۔ قضا و قدر کے بارے میں ائمہ اہل بیت کی روایات

ج:۔ سوال و جواب

---

1) [1] ''معتز لہ'' کی شناخت کے لئے شہر ستانی کی کتاب ملل و نحل ،ابن حزم کے حاشیہ (الفصل فی الملل والا ھواء و النحل) ج١، ص ٥٥، ٥٧ پر ملاحظہ ہو۔

قضا و قدر

قضا وقدر کے معنی ''قضا و قدر'' کا مادہ مختلف اور متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے جو کچھ اس بحث سے متعلق ہے اسے ذکر کرتے ہیں۔الف:۔ مادّۂ قضا کے بعض معانی :

ا۔ ''قضا'' دو آپس میں جھگڑنے والوں کے درمیان قضاوت اور فیصلہ کرنے کے معنی میں ہے، جیسے۔(ان ربک یقضی بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون[1]) تمہارا پروردگار قیامت کے دن جس چیز کے بارے میں وہ لوگ اختلاف کرتے تھے ان کے درمیان قضاوت اور فیصلہ کرے گا۔

٢۔ ''قضا'' آگاہ کرنے کے معنی میں ہے،جیسے خداوند عالم کا قول لوط کی داستان سے متعلق اور ان کو ان کی قوم کے نتائج سے آگاہ کرنا کہ فرماتا ہے: (وقضینا اِلیہ ذٰلک الأمر انّ دابر ھٰؤلآء مقطوع مُّصبحین)ہم نے لوط کو اس موضوع سے با خبر کر دیا کہ ہنگام صبح سب کے سب بیخ وبن سے اکھاڑ دئے جائیں گے[2]۔

٣۔ ''قضا'' واجب کرنے اور حکم دینے کے معنی میں ہے،جیسے:(وقضیٰ ربک ألا تعبدوا الّا ایّاہ[3])تمہارے رب کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کرو۔

٤۔ ''قضا'' تقدیر اور ارادہ کے معنی میں ہے، جیسے: (واِذا قضیٰ أمراً فأنّما یقول لہ کن فیکون[4]) جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے ،تو صرف کہتا ہے ہو جا، تو ہو جاتی ہے۔(ھو الذی خلقکم من طین ثُمَّ قضیٰ أجلاً[5])وہ ایسا خدا ہے جس نے تمھیں مٹی سے خلق کیا ہے،پھر (ہر ایک کے لئے) ایک مدت مقدر (معین) فرمائی،یعنی انسان کی حیات کے لئے ایک معین مقدار اور اندازہ قرار دیا

---

[1] یونس، ٩٣
[2] حجر ، ۶۶
[3] اسراء، ٢٣
[4] بقرہ، ١١٧
[5] انعام، ٢

۔ب:مادۂ قد ر کے بعض معا نی ا۔قدر ؛یعنی قادر ہوا ،اقدام کی قدرت پیدا کی ، ''قادر ''یعنی توانا اور ''قدیر ''یعنی قدرت مند.

خدا وند متعال سورہ ٔیٰس میں فرماتا ہے:(أو لیس الذی خلق السّموات و الأرض بقٰدرٍ علیٰ أن یخلق مثلھم[1])(٣)آیا جس نے زمین و آسمان کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا ہے وہ اس جیسا خلق کرنے پر قادر نہیں ہے؟

سورۂ بقرہ ،٢٠میں ارشاد فرماتا ہے:(ولوشاء اللہ لذھب بسمعھم وأبصا رھم اِن اللہ علیٰ کلّ شی ءقدیر[2])(٤)اگر خدا چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو زائل کر دے ،کیو نکہ ،خدا وند عالم ہر چیز پر قادر ہے ۔یعنی خدا وند عالم ہر کام کے انجام دینے پر جس طرح اس کی حکمت اقتضاء کرتی ہے قادر ہے ۔

٢۔قدر:یعنی تنگی اور سختی میں قرار دیا ،''قدَرَ الرزق علیہ ویقدر ''یعنی اسے معیشت کی تنگی میں قرار دیا اور دیتا ہے ۔خدا سورۂ سبا کی ٣٦ویں آیت میں فرماتا ہے:(قل اِن ربّی یبسط الرّزق لمن یشاء ویقدر)کہو:خدا وند عالم جس کے رزق میں چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے اور جس کے رزق میں چاہتا ہے تنگی کرتا ہے۔

٣۔قَدَرَ :تدبیر کی اور اندازہ لگایا ،''قدر اللہ الامر بقدرہ ''خدا وند سبحان نے اسکی تدبیر کی یا اس کے واقع ہونے کا خواہشمند ہوا ،جیسا کہ سورۂ قمر کی بارہویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:(وفجّرنا الأرض عیوناً فالتقی الماء علی أمر قد قدر)اور ہم نے زمین کوشگا ف کیا اور چشمے نکالے اور یہ دونوں پانی (بارش اور چشمے کے)تدبیر اور خواہش کے بقدر آپس میں مل گئے ۔

ج:۔ قدّر کے معنیٰ ا۔قدر ''یعنی اس نے حکم کیا ،فرمان دیا ،قدّرَ اللہ الأمر یعنی خدا وند رحمان نے حکم صادر فرمایا اور فرمان دے دیا کہ کام ،اس طرح سے ہو جیسا کہ سورۂ نمل کی ٥٧ویں آیت میں لوط کی بیوی کے بارے میں فرماتا ہے:(فأ نجینا ہ و أہلہ اِلّاامرأ تہ قدرنا ھا من الغا برین)ہم نے انھیں (لوط)اور ان کے اہل و عیال کو نجات دی ،جز ان کی بیوی کے کہ ہم نے فرمایا : وہ پیچھے رہ

---

[1] یس،٨١
[2] بقرہ،٢٠

جانے والوں میں ہو گی، یعنی ہما را حکم اور فرمان یہ تھا کہ وہ عورت ہلاک ہو نے والوں میں رہے گی۔

۲۔ ''قَدَّر''یعنی مدارات کی، توقف و تامل اور تفکر کیا، ''قدر فی الامر''یعنی کام کی انجام دہی میں توقف و تامل کیا اور اس کے اتھ رفق و مدارات کی، جیسا کہ خدا وند عالم سورہ سبا کی ۱۱ویں آیت میں داؤد ؑسے فرماتا ہے: (أن أعمل سابغات وقدر فی السّرد) کمل اور کشادہ زر ہیں بناؤ نیز اس کے بنانے میں غور و خوض اور نرمی سے کام لو ۔یعنی زرہ بنانے میں جلد بازی سے کام نہ لو بلکہ کافی غور و فکر، توجہ اور دقت کے ساتھ زرہ بناؤ تاکہ تمہارے کام کا نتیجہ محکم اور استوار ہو۔

د: ۔ قدر کے معنی ۱۔قَدَر: مقدار، اندازہ اور کمیت کے معنی میں استعال ہوا ہے جیسا کہ سورۂ حجر کی ۲۱ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے: (واِن من شی ءٍاِلّا عند نا خزائنہ و ما ننزّ لہ اِلّا بقدرٍمعلوم)اور جو کچھ ہے اس کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم معین اندازہ اور مقدار کے علاوہ نازل نہیں کرتے ۔

۲ ۔ قدر: زمان و مکان کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ سورۂ مرسلات کی ۲۰ویں تا ۲۲ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے :(ألم نخلقکم مِّن ماءٍ مَّھینٍ، فجعلناہ فی قرارٍمکینٍ ۔ اِلیٰ قدرٍمعلوم) کیا ہم نے تم کو پست اور معمولی پانی سے خلق نہیں کیا ، اس کے بعد ہم نے اسے محفوظ اور آمادہ جگہ پر قرار دیا، معین اور معلوم زمانہ تک ؟!

۳ ۔قدر: قطعی اور نافذ حکم کے معنی میں، قَدَرُ اللہ خدا وند سبحان کا قطعی، نافذ اور محکم حکم ،جیسا کہ سورۂ احزاب کی ۳۸ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:(سنّۃ اللہ فی الذّین خلوا من قبل وکان أمر اللہ قدراً مقدوراً) اللہ کی یہ سنت گزشتگان میں بھی جاری تھی اور خدا کا فرمان قطعی اور، نافذ ہونے والا ہے۔ قول مؤلف: شاید قضا و قدر کے متعدد معنی اور اس کی خدا وند منان کی طرف نسبت باعث ہوئی کہ بعض مسلمان غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہیں اور اس طرح خیال کرتے ہیں کہ ''قضا و قدر'' کے معنی قرآن و حدیث میں یہ ہیں کہ انسان اپنی زندگی میں جو کچھ کرتا ہے خواہ نیک ہو یا بد اسی ''قضا و قدر'' اور سر نوشت کی بنیاد پر ہے، جسے خدا وند عالم نے اس کی

خلقت سے پہلے اسکے لئے مقرر کر دیا تھا۔ جیسا کہ ہماری روایتوں میں کلمہ قدری کا اطلاق ''جبری'' اور ''تفویضی'' دونوں پر ہوا ہے۔

اور اس اطلاق کی بنا پر کلمہ ''قدر''، کسی شئ اور اس کی ضد دونوں کا نام ہو جاتا ہے، جیسے کلمہ ''قرء''، کہ حیض'' اور پاکی'' دونوں کا نام ہے یعنی متضاد معنی میں استعمال ہوا ہے۔ خاتمہ میں قدریوں کے اقوال اور ان کے جواب سے اس بناء پر صرف نظر کرتے ہیں کہ کہیں بحث طولانی نہ ہو جائے اور صرف ان احادیث پر اکتفاء کرتے ہیں جن میں ان کے جوابات پائے جاتے ہیں، تاکہ خدا کی تائید و توفیق سے، جواب کے علاوہ موضوع کی توضیح اور تشریح بھی ہو جائے۔

قضا و قدر سے متعلق ائمہ اہل بیتؑ کی روایات:

پہلی روایت: صدوقؒ نے کتاب توحید میں اپنی سند کے سلسلہ کو امام حسن مجتبیٰؑ تک لے جاتے ہوئے اور ابن عساکر نے تاریخ میں اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے: (عبارت صدوقؒ کی ہے) ''دخل رجل من أهل العراق علی أمیر المؤمینؑ فقال: اخبرنا عن خروجنا الی اهل الشام أبقضاء من الله وقدر؟ فقال له أمیر المومنینؑ أجل یا شیخ، فوالله ما علوتم تلعة ولا هبطتم بطن وادٍ الّا بقضاءٍ من الله و قدرٍ، فقال الشیخ: عند الله احتسب عنائی یا أمیر المومنینؑ، فقالؑ مهلاً یا شیخ! لعلک تظن قضاءً حتماً و قدراً لازماً، لو کان کذلک لبطل الثواب والعقاب و الامر والنهی و الزّجر، و لسقط معنی الوعید والوعد، ولم یکن علی مسیءٍ لائمة و لا لمحسن محمدة، و لکان المحسن اولیٰ با للائمة من المذنب و المذنب اولی بالاحسان من المحسن تلک مقالة عبدة الاوثان و خصماء الرحمان و قدریة هذه الأمة و مجوسها، یا شیخ! ان الله عزوجل کلف تخییراً، ونهی تحذیرا، واعطی علی القلیل کثیراً ولم یعص مغلوبا، ولم یطع مکرهاً ولم یخلق السموات و الأرض و ما بینهما باطلاً ذلک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النّار'' ایک عراقی حضرت امیر المومینؑ کے پاس آیا اور کہا: کیا ہمارا شامیوں کے خلاف خروج ''قضا و قدر الٰہی'' کی بنیاد پر ہے؟ امام نے اس سے فرمایا! ہاں، اے شیخ! خدا کی قسم کسی بلندی پر نہیں گئے اور نہ ہی کسی وادی کے درمیان اترے مگر! قضا وقدر الٰہی کے تحت ایسا ہوا ہے، اس شخص نے کہا: امید کرتا ہوں کی میری

تکلیف خدا کے نزدیک کسی اہمیت کی حامل ہو[1]۔امام نے اس سے کہا : ٹھہر جا اے شیخ ! شاید تو نے خیال کیا کہ ہم قضا و قدر کو بیان کر رہے ہیں اگر ایسا ہو تو ثواب و عقاب ، امر و نہی اور زجر سب باطل ہو جائے ، ڈرانا اور بشارت دینا بے معنی ہو جائے ، نہ گنا ہگار کی ملامت بجا ہوگی اور نہ نیکو کار کی ستائش روا ، بلکہ نیکو کار بد کار کی بہ نسبت ملامت کا زیادہ سزا وار ہوگا[2] اور گنا ہگار نیکی کا نیک شخص سے زیادہ سزاوار ہوگا، یہ سب بت پرستوں، خداوند رحمان کے دشمنوں اور اس امت کے ''قدریوں'' اور مجوسیوں کی باتیں ہیں ! اے شیخ! خداوند عز وجل نے بندوں کو مکلف بنایا ہے تاکہ وہ اپنے اختیار سے کام کریں اور انھیں نہی کی تاکہ وہ خود اس سے باز رہیں اور معمولی کام پر زیادہ جزا دے، مغلوب ہو کر یعنی شکست خوردگی کے عالم میں اس کی نافرمانی نہیں ہوئی اور زبردستی اس کی اطاعت نہیں ہوئی اس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان تمام موجودات کو بے کار اور لغو پیدا نہیں کیا، یہاں لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہوگئے ہیں، پس ان لوگوں پر وائے ہو جو آتش جہنم کے عذاب کا انکار کرتے ہیں[3]۔

روای کہتا ہے: وہ شخص اٹھا اور یہ اشعار پڑھنے لگا: أنت الِامام الذّی نرجو بطا عتہ :: یوم النّجا ۃ من الرّحمن غفرا نًا أوضحت من دیننا ما کان مُلتبسًا :: جزا کَ ربُّکَ عنّا فیہ اِحسا نًا فلیس معذرۃ فی فعل فا حشۃ :: قدکُنت راکبھا فسقًا و عصیا نًا

تم وہی امام ہو جس کی اطاعت کے ذریعہ قیامت کے دن ہم خداوند رحمن سے عفو و بخشش کے امیدوار ہیں ۔ تم نے ہمارے دین سے یکبارگی تمام شکوک و شبہات کو دور کر دیا ہم تمہارے رب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تمھیں اس کی نیک جزا دے ۔ لہٰذا اس واضح اور روشن بیان کے بعد مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ

[1] یعنی اگر ہمارا خروج اور جہاد کرنا'' قضا و قدر'' الٰہی کی بنیاد پر ہے تو جزا کے مستحق نہیں ہیں ، پس میں امید وار ہوں کہ ہماری مشقت وزحمت راہ خدا میں محسوب ہو اورہم ان لوگوں کے اعمال کی ردیف میں واقع ہو جو قیامت کے دن خدا کے فضل ورحمت کے سایہ میں ہوں گے

[2] کیونکہ دونوں در اصل مساوی اور برابر ہیں چونکہ عمل ان کے ارادہ اور اختیار سے نہیں تھا، دوسری طرف چونکہ نیکو کار لوگوں کی ستائش کا مستحق ہوتا ہے اوراسے اپنا حق سمجھتا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے ، اس گمان و خیال کی بنیاد پر وہ شخص گناہگار سے زیادہ ملامت کا حقدار ہے، کیونکہ گناہ گارلوگوں کی ملامت کا نشانہ بنتا ہے اور وہ خود کو اس ملامت کا مستحق جانتا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے ، لہٰذا اس پر احسان ہونا چاہئے تاکہ لوگوں کے آزارو اذیت اور ان کی سرزنش و ملامت برداشت کرنے کی اس سے تلافی کرے، نہ کہ نیکوکار پر احسان ہونا چاہیئے سے

[3] سورۂ ص کی ۲۷ ویں آیت سے اقتباس ہے.ہو کہ جس پر نہ معذرت کر سکوں اور نہ میری نجات ہو ۔

دوسری روایت:ائمہ اہل بیتؑ میں سے چھٹے امام حضرت امام جعفر صادقؑ سے دوسری روایت ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''اِن الناس فی القدر علیٰ ثلاثۃ أوجہ: رجل زعم أنَ اللہ عزّو جلّ أجبر النّاس علیٰ المعاصی فھذا قد ظلم اللہ فی حکمہ فھو کافر،ورجل یزعم ان الأمر مفوّض الیھم فھذا قد أوھن اللہ فی سلطانہ فھو کافر، و رجل یزعم ان اللہ کلّف العباد مایُطیقون و لم یُکلّفھم ما لا یُطیقون و اِذاأحسن حمد اللہ واِذا أساء استغفر اللہ فھذا مسلم بالغ[1]''''قدر'' کے مسئلہ میں لوگ تین گروہ میں تقسیم ہیں:

١۔ جس کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا وند عزوجل نے لوگوں کو گناہ پر مجبور کیا ہے،اس نے فرمان خدا وندی کے بارے میں خدا پر ظلم کیا ہےاور وہ کافر ہے۔

٢۔ جس کا عقیدہ ہے کہ تمام امور لوگوں کے سپرد کر دئے گئے ہیں،اس نے خدا کواس کی قدرت اور بادشاہی میں ضعیف و ناتواں تصور کیا ہے لہٰذا وہ بھی کافر ہے۔

٣۔ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا وند سبحان نے بندوں کو انھیں چیزوں پر مکلف بنایا ہے جن کی وہ طاقت رکھتے ہیں اور جن کی وہ طاقت نہیں رکھتے اس کا ان سے مطالبہ نہیں کیا ہے، وہ جب بھی کوئی نیک کام کرتا ہے تو خدا کی حمد ادا کرتا ہےاور اگر کوئی بُرا فعل سرزد ہوتا ہے تو خدا سے مغفرت اور بخشش طلب کرتا ہے،یہ وہی مسلمان ہے جس نے حق کو درک کیا ہے۔

تیسری روایت :ائمہ اہل بیتؑ میں سے آٹھویں امام ، حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ سے ہے کہ آپ نے فرمایا:

١۔ ''ان اللہ عزّوجلّ لم یطع بإکراہٍ، ولم یعص بغلبۃٍ ولم یُھمل العباد فی ملکہ، ھو المالک لما ملّکھم و القادر علیٰ ما أقدرھم علیہ فاِن ائتمر العباد بطاعتہ لم یکن اللہ منھا صاداً، ولا منھا مانعاً، واِن أئتمروا بمعصیۃٍ فشاء أن یحول بینھم و بین ذلک فعل واِن لم یحل و فعلوہُ فلیس ھو الذی ادخلھم فیہ[2]''خدا وند عالم کی جبر واکراہ کے ذریعہ اطاعت نہیں کی گئی ہے نیز ضعف و شکست اور مغلوب ہونے کی بنا پر

[1] توحید صدوق، ص٣٦١،٣٦٠.
[2] توحید صدوق ص٣٦١

اس کی نا فرمانی نہیں کی گئی، اس نے اپنے بندوں کو اپنی حکومت اور مملکت میں لغو و بیہودہ نہیں چھوڑا ہے، وہ ان تمام چیزوں کا جس پر انھیں اختیار دیا ہے مالک ہے اوران تمام امور پر جس کی توانائی دی ہے قادر ہے اگر بندے اطاعت گزار ہوں تو خدا ان کے راستوں کو بند نہیں کرے گا اور اطاعت سے انھیں نہیں روکے گا اور اگر وہ لوگ نافرمانی و عصیان کے در پے ہوں گے اور وہ چاہے کہ گناہ اور ان کے درمیان فاصلہ ہو جائے تو وہ کر دے گا اور اگر گناہ سے نہ روکا اور انھوں نے گناہ انجام دیا، تو اس نے ان لوگوں کو گناہ کے راستہ نہیں پر ڈالا ہے۔

یعنی جو انسان خدا کی اطاعت کرتا ہے وہ اس اطاعت و پیروی پر مجبور نہیں ہے اور جو انسان خدا کی نافرمانی کرتا ہے وہ اللہ کی مرضی اور اس کے ارادہ پر غالب نہیں آگیا ہے بلکہ یہ خود خدا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ بندہ اپنے کام میں آزاد و مختار ہو۔

۲۔ اور فرمایا: خداوند متعال فرماتا ہے: (یاابن آدم بمشیئتی کُنت انت الذی تشاء لنفسک ما تشاء، و بقوّتی ادّیت الیّ فرائضی، و بنعمتی قویت علی معصیتی، جعلتک سمیعاً بصیراً قویاً، ما اصابک من حسنۃٍ فمن اللہ و ما أصابک من سیّءۃٍ فمن نفسک[1])اے فرزند آدم! میری مشیت اور مرضی سے تو انتخاب کرنے والا ہو گیا ہے اور جو چاہتا ہے اپنے لئے اختیار کر لیتا ہے اور میری ہوئی طاقت سے میرے واجبات بجا لاتا ہے اور میری ہی نعمتیں ہیں جن کے ذریعہ تو میری نا فرمانی پر قادر ہے، میں نے تجھے سننے والا، دیکھنے والا اور طاقتور بنایا ہے(پس یہ جان لے کہ) جو کچھ تجھے نیکی حاصل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو بدی تجھ تک پہنچتی ہے تیری وجہ سے ہے۔ایک دوسری روایت میں آیا ہے ’’: عملت با لمعا صی بقوتی التی جعلتھا فیک[2]‘‘ہم نے جو توانائی تیرے وجود میں قرار دی تو نے اس کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب کیا ۔

حضرت امام جعفر صادق ؑسے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ’’: لا جبرولا تفویض ولکن أمر بین أمرین، قال قُلتُ: و ما أمر بین أمر ین؟ قال، مثل ذلک رجل رأیتہ علیٰ معصیۃٍ فنھیتہ فلم ینتہ فترکتہ ففعل تلک المعصیۃ، فلیس حیثُ لم یقبل منک فترکتہ کنت أنت الذّی

[1] تو حید صدو ق، ص ۳۲۷، ۳۴۰ اور ۳۶۲ اور کافی ،ج، ۱،ص ۱۶۰، سورہ نساء ۷۹.
[2] تو حید صدوق، ص ۳۶۲.

أمرته بالمعصية[1]''، نہ جبر ہے اور نہ تفویض، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک چیز ہے، راوی کہتا ہے: میں نے کہا: ان دونوں کے درمیان ایک چیز کیا ہے؟ فرمایا: اس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو گناہ کی حالت میں ہو اور تم اسے منع کرو اور وہ قبول نہ کرے اس کے بعد تم اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو اور وہ اس گناہ کو انجام دے، پس چونکہ اس نے تمہاری بات نہیں مانی اور تم نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا، لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ تم ہی نے اسے گناہ کی دعوت دی ہے۔

۲۔ ''ما استطعت أن تلوم العبد عليه فهو منه و ما لم تستطع أن تلوم العبد عليه فهو من فعل الله، يقول الله للعبد: لم عصيت؟ لم فسقت؟ لم شربت الخمر؟ لم زنيت؟ فهذا فعل العبد ولا يقول له لم مرضت؟ لم قصرت؟ لم ابيضضت؟ لم اسوددت؟ لأنه من فعل الله تعالى[2]''

جس کام پر بندہ کو ملامت و سرزنش کرسکو وہ اس کی طرف سے ہے اور جس کام پر ملامت و سرزنش نہ کرسکو وہ خدا کی طرف سے ہے، خدا اپنے بندوں سے فرماتا ہے: تم نے کیوں سرکشی کی؟ کیوں نافرمانی کی؟ کیوں شراب پی؟ کیوں زنا کیا؟ کیونکہ یہ بندے کا کام ہے، خدا اپنے بندوں سے یہ نہیں پوچھتا: کیوں مریض ہوگئے؟ کیوں تمہارا قد چھوٹا ہے؟ کیوں سفید رنگ ہو؟ کیوں سیاہ رو ہو؟ کیونکہ یہ سارے امور خدا کے ہیں۔

روایات کی تشریح:

جبر وتفویض کے دو پہلو ہیں: ۱۔ ایک پہلو وہ ہے جو خدا اور اس کے صفات سے متعلق ہے۔

۲۔ دوسرا پہلووہ ہے جس کی انسان اور اس کے صفات کی طرف بازگشت ہوتی ہے۔ ''جبر و تفویض'' میں سے جو کچھ خدا اور اس کے صفات سے مربوط اور متعلق ہے، اس بات کا سزاوار ہے کہ اس کو خدا، اس کے انبیاء اور ان کے اوصیاء سے اخذ کریں اور جو چیز انسان اور اس کے صفات اور افعال سے متعلق ہوتی ہے، اسی حد کافی ہے کہ ہم کہیں: میں یہ کام کروں گا، میں وہ

---

[1] کافی، ج، ۱، ص ۱۶۰ اور توحید صدوق، ص ۳۶۲
[2] بحار ج۵، ص۵۹ ح۱۰۹

کام نہیں کروں گا تا کہ جانیں جو کچھ ہم انجام دیتے ہیں اپنے اختیار سے انجام دیتے ہیں، گزشتہ بحثوں میں بھی ہم نے یہ بھی جانا کہ انسان کی زندگی کی رفتار ذرہ ،ایٹم، سیارات اور کہکشانوں نیز خدا کے حکم سے دیگر مسخرات کی رفتار سے حرکات اور نتائج میں یکساں نہیں ہے، یہ ایک طرف، دوسری طرف خداوند سبحان نے انسان کو اس کے حال پر نہیں چھوڑا اور اسے خود اس کے حوالے نہیں کیا تا کہ جو چاہے، جس طرح چاہے اور نفسیانی خواہشات جس کا حکم دیں اسی کو انجام دے،

بلکہ خداوند عالم نے اپنے انبیاء کے ذریعہ اس کی راہنمائی کی ہے: اسے قلبی ایمان کی راہ بھی حق کے ساتھ دکھائی نیز اعمال شائستہ جو اس کے لئے جسمانی اعتبار سے مفید ہیں ان کی طرف بھی راہنمائی کی اور نقصان دہ اعمال سے بھی آگاہ کیا ہے، اگر وہ خدا کی ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ کی سیدھی راہ پر ایک قدم آگے بڑھ جائے تو خداوند عالم اسے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دس قدم آگے بڑھا دیتا ہے پھر دنیا و آخرت میں آثار عمل کی بناء پر اس کو سات سو گنا زیادہ جزا دیتا ہے اور خداوند عالم اپنی حکمت کے اقتضاء اور اپنی سنت کے مطابق جس کے لئے چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔

ہم نے اس سے قبل مثال دی اور کہا: خداوند عالم نے اس دنیا کو ''سلف سروس'' والے ہوٹل کے مانند مومن اور کافر دونوں کے لئے آمادہ کیا ہے، جیسا کہ سورۂ اسراء کی بیسویں آیت میں فرماتا ہے: (کلاًّ نمدّ ھٰؤلآء و ھٰؤلآء من عطاء ربّک و ما کان عطاء ربّک محظورا) ہم دونوں گروہوں کو خواہ یہ خواہ وہ تمہارے رب کی عطا سے امداد کرتے ہیں، کیونکہ تمہارے رب کی عطا کسی پر بند نہیں ہے۔ یقیناً اگر خدا کی امداد نہ ہوتی اور خدا کے بندے جسمی اور فکری توانائی اور اس عالم کے آمادہ و مسخر اسباب و وسائل خدا کی طرف سے نہ رکھتے تو نہ راہ یافتہ مومن عمل صالح اور نیک و شائستہ عمل انجام دے سکتا تھا اور نہ ہی گمراہ کافر نقصان دہ اور فاسد اقدامات کی صلاحیت رکھتا، سچ یہ ہے کہ اگر خدا ایک آن کے لئے اپنی عطا انسان سے سلب کرلے چاہے اس عطا کا ایک معمولی اور ادنیٰ جز ہی کیوں نہ ہو جیسے بینائی، سلامتی، عقل اور خرد وغیرہ... تو یہ انسان کیا کر سکتا ہے؟ اس لحاظ سے انسان جو بھی کرتا ہے اپنے اختیار سے اور ان وسائل و اسباب کے ذریعہ کرتا ہے جو خدا نے اسے بخشے ہیں لہٰذا انسان انتخاب اور اکتساب میں مختار

ہے۔ جی ہاں،انسان اس عالم میں مختار کل بھی نہیں ہے جس طرح سے وہ صرف مجبور بھی نہیں ہے، نہ اس عالم کے تمام امور اس کے حوالے اور سپرد کر دئے گئے ہیں اور نہ ہی اپنے انتخاب کر دہ امور میں مجبور ہے، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک امر ہے اور وہ ہے (امر بین امرین) اور یہ وہی خدا کی مشیت اور بندوں کے افعال کے سلسلے میں اس کا قانون اور سنت ہے، ''ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً''، ہرگز سنت الٰہی میں تغیر و تبدیلی نہیں پاؤ گے!

چند سوال اور جواب:

اس حصہ میں درج ذیل چار سوال پیش کئے جا رہے ہیں:۱۔ انسان جو کچھ کرتا ہے اس میں مختار کیسے ہے، باوجودیکہ شیطان اس پر تسلط اور غلبہ رکھتا ہے جب کہ وہ دکھائی بھی نہیں دیتا آدمی کو اغوا (گمراہ) کرنے کے چکر میں لگا رہتا ہے اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے اور اپنے شر آمیز کاموں کی دعوت دیتا ہے؟

۲۔انسان فاسد ماحول اور برے کلچر میں بھی ایسا ہی ہے، وہ فساد اور شر کے علاوہ کوئی چیز نہیں دیکھتا پھر کس طرح وہ اپنے اختیار سے عمل کرتا ہے؟

۳۔ایسا انسان جس تک پیغمبروں کی دعوت نہیں پہنچی ہے اوردور درازافتادہ علاقہ میں زندگی گزارتا ہے وہ کیا کرے؟

۴۔ ''زنا زادہ'' کا گناہ کیا ہے؟ (یعنی ناجائز بچہ کا کیا گناہ ہے) کیوں وہ دوسروں کی رفتار کی بناء پر شر پسند ہوتا ہے اور شرارت و برائی کرتا ہے؟

پہلے اور دوسرے سوال کا جواب:ان دو سوالوں کا جواب ابتدائے کتاب میں جو ہم نے میثاق کی بحث کی ہے اس میں تلاش کیجئے[1]۔ وہاں پر ہم نے کہا کہ خدا نے انسان پر اپنی حجت تمام کر دی ہے اور تمام موجودات کے سبب سب کے متعلق جستجو اور تلاش

[1] اسی کتاب کی پہلی جلد، بحث میثاق .ملاحظہ ہو.

کے غریزہ کو ودیعت کرکے اس کی بہانہ بازی کا دروازہ بند کردیا ہے، لہٰذا اسے چاہیئے کہ اس غریزہ کی مدد سے اس اصلی سبب سازتک پہنچے، اسی لئے سورۂ اعراف کی ۱۷۲ویں آیت میں میثاق خداوندی سے متعلق ارشاد فرمایا :(أن تقولوا یوم القیامۃ اِنا کُنا عن ھذا غافلین)تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم اس (پیمان) سے غافل تھے ہمیں ۔

انسان جس طرح ہر حالت میں بھوک کے غریزہ سے غافل نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اپنی شکم کو غذا سے سیر نہ کرلے، اسی طرح معرفت طلبی کے غریزہ سے بھی غافل نہیں ہوتا یہاں تک کہ حقیقی مسب الاسباب کی شناخت حاصل کرلے۔

تیسرے سوال کا جواب: ہم اس سوال کے جواب میں کہیں گے : خداوند سبحان نے سورہ بقرہ کی ۲۸۶ویں آیت میں ارشاد فرمایا :(لایکلف اللّٰہ نفساً اِلّاوسعھا)خدا کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ۔

چوتھے سوال کا جواب: ناجائز اولاد بھی بُرے کام انجام دینے پر مجبور نہیں ہے، جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ بدکار مرد اور عورت کی روحی حالت اور کیفیت ارتکاب گناہ کے وقت اس طرح ہوتی ہے کہ خود کو سماجی قوانین کا مجرم اور خائن تصور کرتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ معاشرہ ان کے کام کو برااور گنا جانتا ہے اور اگر ان کی رفتار سے آگاہ ہو جائے اور ایسی گندگی اور پستی کے ارتکاب کے وقت دیکھ لے تو ان سے دشمنی کرتے ہوئے انھیں اپنے سے دور کر دیگا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تمام نیکوکار، پاکیزہ کردار اور اخلاق کریمہ کے مالک ایسے کام سے بیزاری کرتے ہیں یہ روحی حالت اور اندرونی کیفیت نطفہ پر اثر انداز ہوتی ہے اور میراث کے ذریعہ اس نومولود تک منتقل ہوتی ہے اور نوزاد پر اثر انداز ہوتی ہے جو اسے شر دوست اور نیکیوں کا دشمن بناتی ہے اور سماج کے نیک افراد اور مشہور و معروف لوگوں سے جنگ پر آمادہ کرتی ہے اس سیرت کا بارز نمونہ ''زیاد ابن ابیہ'' اور اس کا بیٹا ابن زیاد ہے کہ انھوں نے عراق میں اپنی حکومت کے دوران جو نہیں کرنا چاہیئے تھا وہ کیا بالخصوص ''ابن زیاد'' کہ اسکے حکم سے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ اور آپ کے پاکیزہ اصحاب کے جسم اطہر کو مثلہ کیاگیا اور سروں کو شہروں میں پھرایا گیا

اور رسول اللہؐ کے حرم کو اسیر کر کے کوفہ و شام پہنچا یا گیا اور دیگر امور جو اس کے حکم سے انجام پائے اور یہ ایسے حال میں ہوا کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کوئی فرد ایسی نہیں بچی تھی جو ان لوگوں کی حکومت کا مقابلہ کرے ۔

اور کسی قسم کی توجیہ اس کے ان افعال کیلئے نہیں تھی، بجز اس کے کہ وہ شر و برائی کا خوگر تھا اس کی خواہش یہ تھی کہ عرب اور اسلام کے شریف ترین گھرانے کی شان و شوکت، عظمت و سطوت ختم کر کے انھیں بے اعتبار بنا دے، ہاں وہ ذاتی طور پر برائی کا دوست اور نیکیوں کا دشمن تھا اور سماج و معاشرہ کے کریم و شریف افراد سے بر سر پیکار تھا[1]۔

اس بنا پر (صحیح ہے اور ہم قبول کرتے ہیں کہ) شر سے دوستی، نیکی سے دشمنی، نیکو کاروں کو آزار و اذیت دنیا اور سماج کے پاکیزہ لوگوں کو تکلیف پہنچانا زنا زادہ میں حلال زادہ کے بر خلاف تقریباً اس کی ذات اور فطرت کا حصہ ہے، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ان دو میں سے کوئی بھی خواہ امور خیر ہوں یا شر جو وہ انجام دیتے ہیں یا نہیں دیتے مجبور ،ان پر نہیں ہیں، ان دونوں کی مثال ایک تندرست و صحت مند ،بالغ و قوی جوان اور کمر خمیدہ بوڑھے مرد کی سی ہے: پہلا جمانی شہوت میں غرق اور نفسانی خواہشات تک پہنچنے کا خواہاں ہے اور دوسرا وہ ہے جس کے یہاں جوانی کی قوت ختم ہو چکی ہے

اور جسمانی شہوت کا تارک ہے! ایسے حال میں واضح ہے کہ کمر خمیدہ مرد ''زنا ''نہیں کر سکتا اور وہ جوان جس کی جنسی توانائی اوج پر ہے وہ زنا کرنے پر مجبور بھی نہیں کہ مجبوری کی حالت میں وہ ایسے ناپسندیدہ فعل کا مرتکب ہو تو معذور کہلائے، بلکہ اگر زنا کا موقع اور ماحول فراہم ہو اور وہ ''خاف مقام ربہ'' اپنے رب کے حضور سے خوفزدہ ہو، (ونہیٰ النفس عن الھوی) اور اپنے نفس کو بیجا خواہشوں سے روک رکھے تو (فانّ الجنۃ ھی المأویٰ) یقیناً اس کا ٹھکانہ بہشت ہے[2]۔ اس طرح ہم اگر انسان کی زندگی کے پہلوؤں کی تحقیق کریں اور ان کے بارے میں غور و فکر کریں، تو اسے اپنے امور میں صاحب اختیار پائیں گے، جز ان امور کے جو غفلت اور

---

[1] زیادکے الحاق (معاویہ کا اسے اپنا پدری بھائی بنانے) کی بحث آپ کتاب عبداللہ بن سبا کی جلد اول میں ، اور شہادت امام حسین کی بحث معالم المدر ستین کی جلد ٣ میں ملاحظہ کریں.

[2] سورۂ ناز عا ت کی چا لیسویں آیت ''و امّا من خاف...'' سے اقتبا س ہے.

عدم آگاہی کی بنیاد پر صادر ہوتے ہیں اور اخروی آثار نہیں رکھتے ہیں ۔یہاں تک مباحث کی بنیاد قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں ''عقائد اسلام '' کے بیان پر تھی آئندہ بحثوں میں انشاء اللہ خدا کے اذن سے مبلغین الٰہی کی سیرت کی قرآن کریم کی رو سے تحقیق و بررسی کریں گے اور جس قدر توریت ،انجیل اور سیرت کی کتابوں سے قرآن کریم کی آیات کی تشریح و تبیین میں مفید پائیں گے ذکر کریں گے۔

''الحمد للہ رب العالمین''

Translation Movement

ملحقات:

اسلامی عقائد میں بحث و تحقیق کے راستے اور راہ اہل بیتؑ کی فوقیت و برتری[1] اسلامی عقائد ہمیشہ مسلمانوں اور اسلامی محققین کی بحث و تحقیق کا موضوع رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ اسلامی عقائد کا مرجع قرآن اور حدیث ہی ہے، وہ اس بات پر اتفاق نظر رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود گزشتہ زمانے میں صدیوں سے، مختلف وجوہ اور متعدد اسباب[2](۲) کی بنا پر مختلف خیالات اور نظریات اسلامی عقائد کے سلسلہ میں پیدا ہوئے کہ ان میں بعض اسباب کی جانب اشارہ کر رہے ہیں۔

۱۔ بحث و تحقیق اور استنباط کے طریقے اور روش میں اختلاف.

۲۔ علمائے یہود و نصاریٰ (احبار و رہبان) کا مسلمانوں کی صفوں میں نفوذ اور رخنہ اندازی اور اسلامی روایات کا ''اسرائیلیات''اور جعلی داستانوں سے مخلوط ہونا۔

۳۔ بدعتیں اور اسلامی نصوص کی غلط اور نادرست تاویلیں اور تفسیریں۔

۴۔ سیاسی رجحانات اور قبائلی جھگڑے۔

۵۔ اسلامی نصوص سے ناواقفیت اور بے اعتنائی۔

ہم اس مقالہ میں سب سے پہلے سبب ''راہ اور روش میں اختلاف''کی تحقیق وبررسی کریں گے اور اسلامی عقائد کی تحقیق و بررسی میں جو موجودہ طریقے اور راہیں ہیں ان کا اہل بیتؑ کی راہ و روش سے موازنہ کرکے قارئین کے حوالے کریں گے، نیز آخری روش کی فوقیت وضاحت کے ساتھ بیان کریں گے۔

---

[1] مجمع جہانی اہل البیت ، تہران کے نشریہ رسالۃ الثقلین نامی مجلہ میں آقا شیخ عباس علی براتی کے مقالہ کا ترجمہ ملاحظہ ہونمبر ۱۰، سال سوم ۱۴۱۵ ھ، ق.

[2] مقدمہ کتاب '' فی علم الکتاب '' : ڈاکٹر احمد محمود صبحی ج۱، ص ۴۶پانچواں ایڈیشن، بیروت، ۱۴۰۵ ھ، ۱۹۸۵

عقیدتی اختلافات اور اس کی بنیاد اور تاریخ :

مسلمانوں کے درمیان فکری اور عقیدتی اختلاف پیغمبر اکرمؐ کے زمانے سے ہی ظاہر ہو چکا تھا ،لیکن اس حد تک نہیں تھا کہ، کلامی اور فکری مکاتب و مذاہب کے وجود کا سبب قرار پائے، کیونکہ رسول خدا بنفس نفیس اس کا تدارک کرتے تھے اور اس کے پھیلنے کی گنجائش باقی نہیں رکھتے تھے، بالخصوص روح صداقت وبرادری، اخوت و محبت اس طرح سے اسلامی معاشرہ پر حاکم تھی کہ تاریخ میں بے مثال یا کم نظیر ہے۔

نمونہ کے طور پر اورانسانوں کی سرنوشت ''قدر'' کا موضوع تھا جس نے پیغمبر کے اصحاب اور انصار کے ذہن و فکر کو مکمل طور پر اپنے میں حصار میں لے لیا تھا اور انھیں اس کے متعلق بحث کرنے پر مجبور کردیا تھا ،یہاں تک کہ آخر میں بات جنگ و جدال اور جھگڑے تک پہنچ گئی جھگڑے کی آواز پیغمبرؐ کے کان سے ٹکرائی تو آنحضرتؐ نے (جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں ذکر ہوا ہے) اس طرح سے ان لوگوں کو اس موضوع کے آگے بڑھانے کے عواقب و انجام سے ڈرایا: احمد ابن حنبل نے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا : ایک دن رسول خداؐ اپنے گھر سے باہر نکلے تو لوگوں کو قدر کے موضوع پر گفتگو کرتے دیکھا،راوی کہتا ہے : پیغمبر اکرمؐ کے چہرہ کا رنگ غیظ و غضب کی شدت سے اس طرح سرخ ہوگیا تھا، گویا انار کے دانے ان کے رخسار مبارک پر بکھرے ہوئے ہوں!فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ کتاب خدا کی جرح وتعدیل اور تجزیہ و تحلیل کر رہے ہو اسکے بعض حصّہ کا بعض سے موازنہ کر رہے ہو(اس کی نفی و اثبات کررہے ہو)؟ تم سے پہلے والے افراد انہی کاموں کی وجہ سے نابود ہوگئے ہیں[1]۔

(قرآن کریم اور پیغمبرؐ کی سنت میں اسلامی عقائد کے اصول اور اس کے بنیادی مبانی بطور کلی امت اسلام کے لئے بیان کیے گئے ہیں بعد میں بعض سوالات اس لئے پیش آئے کہ (ظاہراً)قرآن و سنت میں ان کا صریح اور واضح جواب ان لوگوں کے پاس

[1] مسند احمد ج۳،ص۱۷۸تا ۱۹۶.

نہیں تھا اور مسلمان اجتہاد و استنباط کے محتاج ہوئے تو یہ ذمہ داری عقائد و احکام میں فقہاء و مجتہدین کے کاندھوں پر آئی، اس لئے اصحاب پیغمبر بھی کبھی کبھی اعتقادی مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتے تھے، اگرچہ پیغمبر کی حیات میں ان کے اختلاف کے آثار و نتائج، بعد کے زمانوں میں ان کے اختلاف کے آثار و نتائج سے مختلف تھے، کیونکہ، پیغمبر اکرمؐ اپنی حیات میں خود ہی ان کے درمیان قضاوت کرتے تھے اور اپنی راہنمائی سے اختلاف کی بنیاد کو اکھاڑ دیتے تھے[1]! لیکن پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد لوگ مجبور ہوئے کہ کسی صحابی یا ان کے ایک گروہ سے (جو کہ خلفاء و حکام کے برگزیدہ تھے) اجتہاد کا سہارا لیں اور ان سے قضاوت طلب کریں جب کہ دوسرے اصحاب اپنے آراء و نظریات کو محفوظ رکھتے تھے (اور یہ خود ہی اختلاف میں اضافہ کا سبب بنا) اس اختلاف کے واضح نمونے مندرجہ ذیل باتیں ہیں۔

۱۔ پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد امت کا خلافت اور امامت کے بارے میں اختلاف[2]۔

۲۔ زکوۃ نہ دینے والوں کا قتل اور یہ کہ آیا زکوۃ نہ دینا ارتداد اور دین سے خارج ہونے کا باعث ہے یا نہیں؟ اس طرح سے ہر اختلاف، خاص آراء و خیالات، گروہ اور کلامی اور اعتقادی مکاتب کی پیدائش کا سرچشمہ بن گیا جس کے نتیجہ میں ہر ایک اس روش کے ساتھ جو اس نے استدلال و استنباط میں اختیار کی تھی اپنے آراء و عقائد کی ترویج و تدوین میں مشغول ہوگیا، ہماری تحقیق کے مطابق ان مکاتب میں اہم ترین مکاتب مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ خالص نقلی مکتب۔

۲۔ خالص عقلی مکتب

۳۔ ذوقی و اشراقی مکتب

[1] سیرۂ ابن ہشام ، ص ۳۴۱،۳۴۲ ،اورڈاکٹرمحمد حمیداللہ مجموعۃ الوثائق السیاسۃج۱،ص۷

[2] اشعری " مقا لات الاسلامیین و اختلاف المصلین " ج ۱، ص ۳۴، ۳۹ اور ابن حزم " الفصل فی الملل والاہواء والنحل " ج ۲، ص ۱۱۱ اور احمد امین " فجر الاسلام."

۴۔ حسی و تجربی مکتب

۵۔ فطری مکتب

الف ۔ خالص نقلی مکتب ''؛احمد ابن حنبل'' حنبلی مذہب کے امام (متوفی ۲۴۱ھ) اپنے زمانے میں اس مکتب کے پیشوا اور پیشرو شمار کئے جاتے تھے، یہ مکتب ،اہل حدیث (اخبار بین عامہ) کے مکتب کے مانند ہے: ان لوگوں کا روایات کی حفاظت وپاسداری نیز ان کے نقل کرنے کے علاوہ کوئی کام نہ تھااوران کے مطالب میں تدبر اور غور خوض کرنے نیز صحیح کو غلط سے جدا کرنے سے انھیں کوئی تعلق نہ تھا ،اس طرح کی جہت گیری کو آخری زمانوں میں ''سلفیہ'' کہتے ہیں،اور فقہ میں اہل سنت کے حنبلی مذہب والے میں اس روش کی پیروی کرتے ہیں، وہ لوگ دینی مسائل میں رائے و نظر کو حرام(سبب و علت کے بارے میں) سوال کو بدعت اور تحقیق اور استدلال کو بدعت پرستی اورہوا پرستوں کے مقابلے میں عقب نشینی جانتے ہیں، اس گروہ نے اپنی ساری طاقت سنت کے تعقل وتفکر سے خالی درس و بحث پر وقف کر دی اوراس کو سنت کی پیروی کرنااوراس کے علاوہ کو ''بدعت پرستی'' کہتے ہیں۔

ان کی سب سے زیادہ اور عظیم ترین کوشش و تلاش یہ ہے کہ اعتقادی مسائل سے مربوط احادیث کی تدوین اور جمع بندی کرکے اس کے الفاظ و کلمات اور اسناد کی شرح کریں جیسا کہ بخاری، احمد ابن حنبل، ابن خزیمہ، بیہقی اور ابن بطہ نے کیا ہے، وہ یہاں تک آگے بڑھ گئے کہ عقیدتی مسائل میں علم کلام اور عقلی نظریات کو حرام قراردے دیا،ان میں سے بعض نے اس سلسلہ میں مخصوص رسالہ بھی تدوین کیا، جیسے ابن قدامہ نے ''تحریم النظر فی علم الکلام'' نامی رسالہ تحریر کیا ہے۔

احمد ابن حنبل نے کہا ہے: اہل کلام کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، ممکن نہیں کہ کوئی کلام یا کلامی نظریہ کا حامل ہو اور اس کے دل میں مکر و حیلہ نہ ہو،اس نے متکلمین کی اس درجہ بد گوئی کی کہ حارث محاسبی جیسے (زاہد و پرہیز گار) انسان سے بھی دور ہوگیا اور

اس سے کنا رہ کشی اختیا ر کر لی، کیونکہ اس نے بد عت پر ست افراد کی رد میں کتا ب تصنیف کی تھی احمد نے اس سے کہا : تم پر وا ئے ہو!کیا تم پہلے ان کی بد عتوں کا ذکر نہیں کروگے تاکہ بعد میں اس کی رد کر و؟کیا تم اس نوشتہ سے لوگوں کو بد عتوں کا مطا لعہ اور شبہو ں میں غو ر و فکر کرنے پر مجبور نہیں کروگے یہ بذات خود ان لو گو ں کو تلا ش و جستجو اورفکرونظر کی دعوت دینا ہے۔

احمد بن حنبل نے یہ بھی کہا ہے: علما ئے کلام زندیق اور تخریب کا ر ہیں۔ زعفرا نی کہتا ہے :شا فعی نے کہا : اہل کلام کے بارے میں میرا حکم یہ ہے کہ انھیں کھجور کی شاخ سے زدو کوب کرکے عشا ئر اور قبا ئل کے درمیا ن گھما ئیں اور کہیں: یہ سزا اس شخص کی ہے جوکتاب و سنت کو چھوڑ کر علم کلام سے وابستہ ہوگیا ہے !

تمام اہل حدیث سلفیو ں (اخبار یین عا مہ) کا اس سلسلہ میں متفقہ فیصلہ ہے اور متکلمین کے مقا بل ان کے عمل کی شدت اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا لوگوں نے نقل کیا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں :پیغمبرؐ کے اصحاب باوجودیکہ حقائق کے سب سے زیا دہ عالم اور گفتا ر میں دوسرو ں سے زیا دہ محکم تھے، انہوں نے عقائد سے متعلق بات کر نے میں اجتنا ب نہیں کیا مگر صرف اس لئے کہ وہ جا نتے تھے کہ کلام سے شر و فسا د پیدا ہوگا ۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک ہی جملے کی تین با ر تکرا ر کی اور فر مایا : (ھلک المتعمقون، ھلک المتعمقون ،ھلک المتعمقون)غو ر وخو ض کرنے وا لے ہلاک ہوگئے، غو ر وخو ض کرنے وا لے ہلاک ہوگئے، غو ر و خو ض کر نے وا لے ہلاک ہوگئے، یعنی (دینی) مسا ئل گہرائی کے ساتھ غور و فکر کرنے وا لے ہلاک ہوگئے،یہ گروہ (اخبا ریین عا مہ) عقیدہ میں تجسیم اور تشبیہ (یعنی خدا کے جسم اور شبا ہت) کا قائل ہے، ''قدر'' اور سر نوشت کے ناقابل تغییر ہونے اور انسا ن کے مسلو ب الا را دہ ہونے کا معتقد ہے[1]۔

یہ لوگ عقائد میں تقلید کو جا ئز جا نتے ہیں اور اس کے سلسلہ میں را ئے و نظر کو جیسا کہ گز ر چکا ہے حرام سمجھتے ہیں ۔ڈاکٹر احمد محمود صبحی فر ماتے ہیں '': با وجودیکہ عقائد میں تقلید- عبد اللہ بن حسن عنبری، حشویہ اور تعلیمیہ[2] کے نظریہ کے بر خلا ف نہ ممکن ہے اور نہ جائز

[1] صابونی ؛ ابو عثمان اسماعیل ؛رسالۃ عقیدۃالسلف و اصحاب الحدیث(فی الرسائل المنیرۃ
[2] آمری؛ ''الاحکام فی اصول الاحکام'' ،ج۴ ، ص ۳۰۰

ہے،یہی نظریہ ''محصل '' میں فخر رازی کا ہے[1] اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے اور استاد ابو اسحاق نے ''شرح الترتیب'' میں اس کی نسبت اجماع اہل حق اور اس کے علاوہ کی طرف دی ہے اور امام الحرمین نے کتاب ''الشامل'' میں کہا ہے کہ حنبلیوں کے علاوہ کوئی بھی عقائد میں تقلید کا قائل نہیں ہے، اس کے باوجود، امام شوکانی نے لوگوں پر عقائد میں غور و فکر کو واجب جاننے کو ''تکلیف مالایطاق'' (ایسی تکلیف جو قدرت و توانائی سے باہر ہو) سے تعبیر کیا ہے، وہ بزرگان دین کے نظریات اور اقوال پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں: خدا کی پناہ! یہ کتنی عجیب و غریب باتیں ہیں یقیناً یہ، لوگوں کے حق میں بہت بڑا ظلم ہے کہ امت مرحومہ کو ایسی چیز کا مکلف بنایا جائے جس کی ان میں قدرت نہیں ہے، (کیا ایسا نہیں ہے) وہی صحابہ کا حمی اور تقلیدی ایمان جو اجتہاد و نظر کی منزل تک نہیں پہنچے تھے، بلکہ اس سے نزدیک بھی نہیں ہوئے تھے، ان کے لئے کافی ہو؟۔

انھوں نے اس سلسلے میں نظر دینے کو بہت سارے لوگوں پر حرام اور اس کو گمراہی اور نادانی میں شمار کیا ہے[2]۔ اس لحاظ سے ان کے نزدیک علم منطق بھی حرام ہے اور ان کے نزدیک منطق انسانی شناخت اور معرفت تک رسائی کی روش بھی شمار نہیں ہوتی ہے، باوجودیکہ علم منطق ایک مشہور ترین اور قدیم ترین مقیاس و معیار ہے یہ ایک ایسا علم ہے جس کو ارسطو نے ''ارغنون'' نامی کتاب میں تدوین کیا ہے اور اس کا نام علم سنجش و میزان رکھا ہے۔

اس روش کو اپنانے والوں کی نظر میں تنہا علم منطق ذہن کو خطا و غلط فہمی سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی نہیں ہے یہ لوگ کہتے ہیں بہت سارے اسلامی مفکرین جیسے کندی، فارابی، ابن سینا، امام غزالی، ابن ماجہ، ابن طفیل اور ابن رشد علم منطق میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں، لیکن آراء و افکار اور نظریات میں آپس میں شدید اور بنیادی اختلافات کا شکار ہو گئے ہیں، لہٰذا منطق حق و باطل کی میزان نہیں ہے۔ البتہ آخری دور میں اس گروہ کا موقف علم منطق اور علم کلام کے مقابلہ میں بہت نرم ہو گیا تھا جیسے ابن تیمیہ کے موقف

---

[1] شوکانی: '' ارشاد الفحول '' ص۲۶۶-۲۶۷.
[2] امام جوینی: '' الارشاد الی قواطع الادلۃ '' ص۲۵، غزالی '' الجام العوام عن العلم الکلام '' ص ۶۶، ۶۷۔ڈاکٹر احمد محمود صبحی : '' فی علم الکلام'' مقدمۂ جلد اول

کو علم کلام کے مقابل مضطرب دیکھتے ہیں ،وہ علم کلام کو کلی طور پر حرام نہیں کرتا بلکہ اگر ضرورت اقتضاء کرے اور کلام عقلی اور شرعی دلائل پر مستند ہو اور تخریب کا روں، زندیقوں اور ملحدوں کے شبہوں کو جدا کرنے کا سبب ہو تو اسے جائز سمجھتا ہے[1]۔ اس کے باوجود اس نے منطق کو حرام کیا اور اس کی ردّ میں ''رسالۃ الرد علیٰ المنطقین'' نامی رسالہ لکھا ہے: اور اس کے پیرو کہتے ہیں: ''ڈیکارٹ فرانسیسی'' (١۵٩٦۔١٦۵٠ء) نے خطا وصواب کی تشخیص کے لئے ارسطا طالیس کی منطق کے بجائے ایک نئی میزان اور معیار اختراع کیا اور تاکید کی کہ اگر انسان اپنے تفکر میں قدم بہ قدم اس کے اختراعی مقیاس کو اپنائے تو صواب کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں پائے گا '' ڈکارٹ'' کی روش کا استعمال کرنا یقین آور نتیجہ دیتا ہے، لیکن ایسا نہیں ہوا اور دورمعاصر میں ڈکارٹ کی روش سے جو امیدیں جاگیں تھیں ان کا حال بھی منطق ارسطو سے پائی جانے والی امیدوں کی طرح رہا اور میلاد مسیح سے لے کر اب تک کے موضوع بحث مسائل ویسے کے ویسے پڑے رہ گئے[2]۔

یہ وہی چیز ہے جس کے باعث بہت سارے پہلے کے مسلمان مفکرین منجملہ امام غزالی (۴۵٠۔۵٠۵ھ) روش عقلی کے ترک کر نے اور اسے مطرود قرار دینے کے قائل ہوئے، غزالی اپنی کتاب (تھافۃ الفلاسفہ) میں عقلی دلائل سے فلسفیوں کے آراء وخیالا ت کو باطل اور رد کرتا ہے، غزالی کی اس کتاب میں دقت اس بات کی گواہ ہے کہ وہ عقل جو کہ دلائل کا مبنیٰ ہے، وہی عقل ہے جو ان سب کو برباد کر دیتی ہے۔

غزالی ثابت کرتا ہے کہ عالم الٰہیات اور اخلاق میں انسانی عقل سے ظن و گمان کے علاوہ کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔اسلامی فلسفی ابن رشد اندلسی (متوفی۔۵٩۵ھ) نے اپنی کتاب (تھافۃالتھافت) میں غزالی کے آراء وخیالات کی رد کی ہے، ابن رشد وہ شخص ہے جو اثبات کرتا ہے کہ عقل صریح اور نقل صحیح کے درمیان کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے،اوریہ بات اس کی کتاب (فصل المقال بین الحکمۃ والشریعۃ من الاتصال) سے واضح ہوتی ہے، حیرت انگیز یہ ہے کہ وہ اس موقف میں ''ابن تیمیہ'' کے

[1] ابن تیمیہ :''مجموع الفتاوی ''ج٣ ،ص ٣٠٦ ، ٣٠٧
[2] ڈاکٹر عبد الحلیم محمود : '' التوحید الخالص'' ، ص ۵تا ٢٠.

ساتھ اپنی کتاب (عقل صریح کی نقل صحیح سے موافقت) میں ایک نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ پھر ابن تیمیہ کے دونوں موقف: ''عقلی روش سے مخالفت اور عقل صریح کے حکم سے موافقت'' کے درمیان جمع کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ نہیں معلوم۔

مکتب خلفاء کے اہل حدیث اور مکتب اہل بیتؑ کے اخباریوں کی روش ؛ نصوص شرعی،آیات وروایات کے ظواہر کی پیروی کرنا اوررائے وقیاس سے حتی الامکان اجتناب کرنا ہے[1]۔ (سلفی مکتب) یا اہل حدیث کا مرکز اس وقت جزیرۃ العرب[نجد کا علاقہ] ہے نیز ان کے کچھ گروہ عراق، شام اور مصر میں بھی پائے جاتے ہیں[2]۔ ب: خالص عقلی مکتب اس مکتب کے ماننے والے عقل انسانی کی عظمت وشان پر تکیہ کرتے ہوئے، شناخت ومعرفت کے اسباب ووسائل کے مانند، دوسروں سے ممتاز اور الگ ہیں، یہ لوگ اسلامی نقطہ نظر سے ''مکتب رائے'' کے ماننے والے اور عقیدہ میں ''معتزلہ'' کہلاتے ہیں۔

اس مکتب کی پیدائش تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ہوئی ہے، سب سے پہلے مکتب اعتزال کی بنیاد ''واصل ابن عطا[۸۰ھ، ۱۳۱ھ]اور اس کے ہم کلاس ''عمرو بن عبید''[۸۰ھ۔ ۱۴۴ھ] منصور دوانقی کے معاصر نے ڈالی، اس کے بعد مامون عباسی کے وزیر ''ابی داؤد''اور قاضی عبد الجبار بن احمد ہمدانی،متوفی ۴۱۵ھ'' جیسے کچھ پیشوا اس مکتب نے پیدا کئے اس گروہ کے بزرگوں میں ''نظّام''،''ابوہذیل علّاف''،''جاحظ''اور جبائیان کا نام لیا جاسکتا ہے۔

اس نظریہ نے انسانی عقل کو بہت اہمیت دی،خداوند سبحان اور اس کے صفات کی شناخت اور معرفت میں اسے اہم ترین اور قوی ترین شمار کرتا ہے، شریعت اسلامی کا ادراک اور اس کی تطبیق وموازنہ اس گروہ کی نگاہ میں، عقل انسانی کے بغیر انجام نہیں پا سکتا۔یہ مکتب (معتزلہ) ہمارے زمانے میں اس نام سے اپنے پیرو اور یار ویاور نہیں رکھتا صرف ان کے بعض افکار ''زیدیہ'' اور اباضیہ فرقے میں داخل ہوگئے ہیں اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ ''معتزلہ'' کے ساتھ بعض افکار ونظریات میں شریک ہیں اسی

---

[1] شیخ مفید ، '' اوائل المقالات ''؛سیوطی'' صون المنطق والکلام عن علمی المنطق والکلام'' ص ۲۵۲.شوکانی : ارشاد الفحول ؛ ص ۲۰۲ ؛ علی سامی النشار : ''مناھج البحث عند مفکری الاسلام''ص ۱۹۴ تا ۱۹۵،علی حسین الجابری ،الفکرالسلفی عند الاثنی عشر یہ ،ص ۱۵۴، ۱۶۷، ۲۰۴ ، ۲۴۰ ، ۴۲۴، ۴۳۹

[2] قاسمی '' تاریخ الجہمیہ والمعتزلۃ ''ص ۵۶۔ ۵۷ .

طرح ''معتزلہ'' شیعہ اثنا عشری اور اسماعلیہ کے ساتھ بعض جوانب کے لحاظ سے ایک ہیں، اہل حدیث (اخباریین عامہ) نے '' معتزلہ'' کو اس لحاظ سے کہ ارادہ اور انتخاب میں انسان کی آزادی کے قائل ہیں '' قدریہ'' کا لقب دیا ہے۔ عقائد میں ان کی سب سے اہم کتاب '' شرح الاصول الخمسة'' قاضی عبد الجبار معتزلی کی تالیف اور ''رسائل العدل والتوحید'' ہے جو کہ معتزلہ کے رہبروں کے ایک گروہ جیسے حسن بصری، قاسم رسی اور عبد الجبار بن احمد کی تالیف کردہ کتاب ہے۔ معتزلہ ایسے تھے کہ جب بھی ایسی قرانی آیات نیز مروی سنت سے روبرو ہوتے تھے جو ان کے عقائد کے بر خلاف ہوتی تھی اس کی تاویل کرتے تھے اسی لئے انھیں ''مکتب تاویل'' کے ماننے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

اس کے باوجود ان لوگوں نے اسلام کیلئے عظیم خدمتیں انجام دی ہیں اور عباسی دور کے آغاز میں جب کہ اسلام کے خلاف زبردست فکری اور ثقافتی یلغار تھی اس کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، بعض خلفاء جیسے '' مامون'' اور '' معتصم ''ان سے منسلک ہوگئے، لیکن کچھ دنوں بعد ہی '' متوکل'' کے زمانے میں قضیہ برعکس ہوگیا اور ان کے نقصان پر تمام ہوا اور کفر و گمراہی اور فسق کے احکام یکے بعد دیگرے ان کے خلاف صادر ہوئے، بالکل اسی طرح جس طرح خود یہ لوگ درباروں پر اپنے غلبہ و اقتدار کے زمانے میں اپنے مخالفین کے ساتھ کرتے تھے اور جو ان کے آراء و نظریات کو قبول نہیں کرتے تھے انھیں اذیت و آزار دیتے تھے۔ اس کی مزید وضاحت معتزلہ کے متعلق جدید اور قدیم تالیفات میں ملاحظہ کیجئے[1]۔

فرقۂ معتزلہ حسب ذیل پانچ اصول سے معروف و مشہور ہے: ۱۔ توحید، اس معنی میں کہ خداوند عالم مخلوقین کے صفات سے منزہ ہے اور نگاہوں سے خدا کو دیکھنا بطور مطلق ممکن نہیں ہے۔

۲۔ عدل، یعنی خداوند سبحان نے اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا ہے اور اپنی مخلوقات کو گناہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا ہے

---

[1] زهدی حسن جار الله:(المعتز لة) طبع بيروت، دار الا هلية للنشر و التو زيع، ۱۹۷۴

۳۔ ''المنزلة بين المنزلتين''، یعنی جو گناہ کبیرہ انجام دیتا ہے نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ فاسق ہے۔

۴۔ وعد و وعید، یعنی خدا پر واجب ہے کہ جو وعدہ (بہشت کی خوشخبری) اور وعید (جہنم سے ڈرانا) مومنین اور کافرین سے کیا ہے اسے وفا کرے۔

۵۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، یعنی ظالم حکام جو اپنے ظلم سے باز نہیں آتے، ان کی مخالفت واجب ہے[1]۔

مکتب اشعری :ماتریدی یا اہل سنت میں متوسط راہ ''مکتب اشعری'' کہ آج زیادہ تر اہل سنت اسی مکتب کے ہم خیال ہیں، ''معتزلہ مکتب'' اور اہل حدیث کے درمیان کا راستہ ہے، اس کے بانی شیخ ابوالحسن اشعری (متوفی ۳۲۴ھ) خود ابتدا میں (چالیس سال تک) معتزلی مذہب رکھتے تھے، لیکن تقریباً ۳۰۰ھ کے آس پاس جامع بصرہ کے منبر پر جاکر مذہب اعتزال سے بیزاری اور مذہب سنت وجماعت کی طرف لوٹنے کا اعلان کیا اور اس بات کی کوشش کی کہ ایک میانہ اور معتدل روش جو کہ معتزلہ کی عقلی روش اور اہل حدیث کی نقلی روش سے مرکب ہو، لوگوں کے درمیان عام کریں، وہ اسی تگ ودو میں لگ گئے، تاکہ مکتب اہل حدیث کو تقویت پہنچائیں اور اس کی تائید و نصرت کریں۔

لیکن یہ کام معتزلہ کی اسی بروش یعنی : عقلی اور برہانی استدلال سے انجام دیا کرتے تھے اس وجہ سے معتزلہ اور اہل حدیث کے نزدیک مردود و مطرود ہوگئے اور دونوں گروہوں میں سے ہر ایک اب تک اہم اور اساسی اعتراضات وارد کرکے ان کی روش کو انحرافی اور گمراہ کن جانتا ہے، یہاں تک کہ ان کے بعض شدت پسندوں نے ان کے کفر کا فتویٰ دے دیا۔

ایک دوسرا عالم جو کہ اشعری کا معاصر تھا، بغیر اس کے کہ اس سے کوئی رابطہ اور تعلق ہو، اس بات کی کوشش کی کہ اسی راہ وروش کو انتخاب کرکے اسے باقی رکھے اور آگے بڑھائے، وہ ابو منصور ماتریدی سمرقندی (متوفی ۳۳۳ھ) ہے وہ بھی اہل سنت کے ایک

[1] قاسم رسی،'' رسائل العدل و التوحید و نفی التشبیہ عن اللہ الواحد الصمد'' ج۱،ص ۱۰۵۔

گروہ کا عقیدتی پیشوا ہے، یہ دونوں رہبر مجموعی طور پر آپس میںآراء و نظریات میں اختلاف بھی رکھتے ہیں بعض لوگوں نے ان میں سے اہم ترین اختلاف کو گیارہ تک ذکر کیا ہے[1]۔ اشعری مکتب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایک طرف آیات و روایات کے ظاہری معنی کی تاویل سے شدت کے ساتھ اجتناب کرتا ہے، دوسری طرف کوشش کرتا ہے کہ ''بلا کیف'' کے قول کے ذریعہ یعنی یہ کہ باری تعالیٰ کے صفات میں کیفیت کا گزر نہیں ہے ''تشبیہ و تجسیم'' کے ہلاکت بار گڈھے میں سے فرار کرتا ہے اور ''بالکسب'' کے قول سے یعنی یہ کہ انسان اپنے کردار میں جو کچھ انجام دیتا ہے کسب کے ذریعہ ہے نہ اقدام کے ذریعہ ''جبر'' کی دلدل میں پھنسنے سے دوری اختیار کرتا ہے، اگرچہ علماء کے ایک گروہ کی نظر میں یہ روش بھی فکری واعتقادی مسائل کے حل کے لئے ناکافی اور ضعیف و ناتواں شمار کی گئی ہے، ''اشعری مکتب'' نے تدریجاً اپنے استقلال اور ثبات قدم میں اضافہ کیا ہے اور اہل حدیث (اخباریین عامہ) کے بالمقابل استقامت کا مظاہرہ کیا اور عالم اسلام میں پھیل گیا[2]۔

ج:۔ ذوقی و اشراقی مکتبات کا رخ دوسری طرف موڑتے ہیں اور ایک علیحدہ اور جداگانہ روش کہ جس میں کلامی مسائل جن کا اپنے محور بحث اور مناقشہ ہے ان سے آزاد ہوکر صوفیوں کے رمزی اور عشقی مسلک کی پیروی کرتے ہیں، یہ مسلک تمام پہلوؤں میں فلسفیوں اور متکلمین کی روش کا جوکہ عقل و نقل پر استوار ہے، مخالف رہا ہے۔ ''منصور حلاج'' (متوفی ۳۰۹ھ) کو بغداد میں اس مذہب کا بانی اور ''امام غزالی'' کو اس کا عظیم رہبر شمار کیا ہے، غزالی اپنی کتاب ''الجام العوام عن علم الکلام'' میں کہتا ہے! یہ راہ ''خواص'' اور برگزیدہ افراد کی راہ ہے اور اس راہ کے علاوہ [کلام و فلسفہ وغیرہ] ''عوام'' اور کمتر درجے والوں نیز ان لوگوں کی راہ ہے جن کے اور عوام کے درمیان فرق صرف ادلہ کے جاننے میں ہے اور صرف ادلہ سے آگاہی استدلال نہیں ہے[3]۔

---

[1] دیکھئے: محمد ابو زہرہ؛ '' تاریخ المذاہب الاسلامیۃ'' قسم الاشاعرہ و الماتریدیۃ، آیۃ اللہ شیخ جعفر سبحانی ، الملل والنحل، ج، ۲،۱، ۴، الفرد بل : (الفرق الاسلامیۃ فی الشمال الافریقی) ص ۱۱۸۔ ۱۳۰، احمد محمود صبحی: (فی علم الکلام).

[2] سبکی : ''الطبقات الشافعیۃ ج ۳، ص ۳۹۱ . الیافعی '' مرآۃ الجنان '' ج ۳، ص۳۴۳. ابن کثیر ؛ '' البدایۃ والنہایۃ '' ج ۱۴، ص ۷۶ .

[3] الجام العوام عن علم الکلام '' ص ۶۶تا ۶۷

بعض محققین نے عقائد اسلامی کے دریافت کرنے میں امام غزالی اور صوفیوں کی روش کے بارے میں مخصوص کتاب تالیف کی ہے[1] ۔ (ڈاکٹر صبحی، غزالی کی راہ و روش کو صحیح درک کرنے کے بعد کہتے ہیں:اگر چہ غزالی ذات خداوندی کی حقیقت کے بارے میں غور و خوض کرنے کو عوام پر حرام جانتے ہیں اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کا ان کے متعلق کوئی انکار نہیں کرتا ، لیکن انھوں نے ادباء، نحویوں، محدثین ،فقہاء اور متکلمین کو عوام کی صف میں قرار دیا ہے اور تاویل کو راسخون فی العلم میں محدود و منحصر جانا ہے اور وہ لوگ ان کی نظر میں اولیاء ہیں جو معرفت کے دریا میں غرق اور نفسانی خواہشات سے منزہ ہیں اور یہ عبارت بعض محققین کے اس دعویٰ کی صحت پر خود ہی قرینہ ہے کہ ''غزالی''، حکمت اشراقی و ذوقی وغیرہ... میں ایک مخصوص اور مرموز عقیدہ رکھتے ہیں جو کہ ان کے عام اور آشکار اعتقاد کے مغائر ہے کہ جس کی بناء پر وہ لوگوں کے نزدیک حجتالاسلام کی منزل پر فائز ہوئے ۔

ڈاکٹر صبحی سوال کرتے ہیں:کیا حقیقت میں راسخون فی العلم صرف صوفی حضرات ہیں اور فقہاء، مفسرین اور متکلمین حضرات ان سے خارج ہیں؟!اگر ایسا ہے کہ فن کلام کی پیدائش اور اس کے ظاہر ہونے سے برائیوں میں اضافہ ہوا ہے تو کیا یہ استثناء (صرف صوفیوں کو راسخون فی العلم جاننا) ان کے لئے ایک خاص موقع فراہم نہیں کرتا ہے کہ وہ اس خاص موقع سے فائدہ اٹھائیں اور نا روا دعوے اور نازیبا گستاخیاں کریں؟

تصوف فلسفی کے نظریات جیسے فیض، اشراق اور اس کے (شرع سے) بیگانہ اصول بہت زیادہ واضح ہیں،اور ان کا اسلامی عقائد کے سلسلے میں شر و نقصان متکلمین کے شرور سے کسی صورت میں کم نہیں ہے[2]۔ لیکن بہر صورت، اس گروہ نے اسلامی عقائد میں صوفیانہ طرز کے کثرت سے آثار چھوڑے ہیں کہ ان کے نمونوں میں سے ایک نمونہ ''فتوحات مکیہ'' نامی کتاب ہے[3]۔

د: حسی و تجربی مکتب(آج کی اصطلاح میں علمی مکتب) یہ روش اسلامی فکر میں ایک نئی روش ہے کہ بعض مسلمان دانشوروں نے

[1] ڈاکٹر سلیمان دنیا ؛ '' الحقیقۃ فی نظر الغزالی

[2] ڈاکٹر احمد محمود صبحی ؛ '' فی علم الکلام '' ج ۲، ص۶۰۴ تا۶۰۶ .

[3] شعرانی عبد الوہاب بن احمد ؛ '' الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر '' . سمیع عاطف الزین ؛ '' الصوفیۃ فی نظر الاسلام '' تیسرا ایڈیشن ، دار الکتاب اللبنانی ، ۱۴۰۵ ھ ، ۱۹۸۵ ء.

آخری صدی میں، یورپ کے معاصر فکری رہبروں کی پیروی میں اس کو بنایا ہے، اس روش کا اتباع کرنے والے جدید مصر، ہند، عراق اور ان دیگر اسلامی ممالک میں نظر آتے ہیں جو غرب کے استعماری تمدن اور عالم اسلام پر وارد ہونے والی فکری امواج سے متاثر ہوگئے ہیں۔ وہ لوگ انسانی معرفت و شناخت کے وسائل کے بارے میں مخصوص نظریات رکھتے ہیں، حسی اور تجربی روشوں پر مکمل اعتماد کرنا اور پرانی عقلی راہ وروش اور ارسطوئی منطق کو بالکل چھوڑ دینا ان کے اہم خصوصیات میں سے ہے. یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ ''معارف الٰہی'' کی بحث اور ما وراء الطبیعت مسائل کو ''علوم تجربی'' کی روشوں سے اور میدان حس وعمل میں پیشکریں[1]۔

اس جدید کلامی مکتب کے منجملہ آثار میں سے معجزات کی تفسیر اس دنیا کی مادی علتوں کے ذریعہ کرنا ہے، اور نبوت کی تفسیر انسانی نبوغ اور خصوصیات سے کرنا ہے، بعض محققین نے ان نظریات کی تحقیق و بررسی کے لئے مستقل کتاب تالیف کی ہے[2]۔ اس نظریہ کے کچھ نمونے ہمیں ''سرسید احمد خان ہندی'' کے نوشتوں میں ملتے ہیں اگر انھیں اس مکتب کا پیرو نہ مانیں، تب بھی وہ ان لوگوں میں سے ضرور ہیں جو اس نظریہ سے ہموئی اور نزدیکی رکھتے ہیں، اس نزدیکی کا سبب بھی یہ ہے کہ انھوں نے غرب کے جدید دانشوروں کے آراء و نظریات کو قرآن کی تفسیر میں پیش کرکے اور اپنی تفسیر کو ان نظریات سے پُر کرکے یہ کوشش کی ہے کہ یہ ثابت کریں کہ قرآن تمام جدید انکشافات سے موافق اور ہماہنگ ہے، سرسید احمد خان ہندی بغیر اس کے کہ اپنے نظریئے کے لئے کوئی حد ومرز مشخص کریں، اور دینی مسائل اور جدید علمی مباحث میں اپنا ہدف، روش اور موضوع واضح کریں، ایک جملہ میں کہتے ہیں: ''پورا قرآن علوم تجربی انکشافات سے موافق اور ہم آہنگ ہے[3]''۔

ھ: اہل بیتؑ کا مکتب راہ فطرت اس مکتب یعنی راہ فطرت کا خمیر، اہل بیتؑ کی تعلیمات میں موجود ہے، ان حضرات نے لوگوں

---

[1] ڈاکٹر عبد الحلیم محمود: '' التو حید الخا لص اوا لا سلا م و العقل''مقدمہ.
[2] ڈا کٹر عبد الر زّ اق نو فل؛ '' المسلمو ن و العلم الحدیث''. فر ید وجدی؛'' الا سلام فی عصر العلم.''
[3] محمود شلو ت '' تفسیر القرآن الکریم'' الا جزاء العشر ة الا ولی'' ص ۱۱ ۔ ۱۴، اقبال لاہو ری: (احیا ئے تفکر دینی در اسلا م) احمد آرام کا تر جمہ ص ۱۴۷۔۱۵۱ ، سید جمال الدین اسد آبادی: (العر وة الو ثقیٰ) شمار ہ ۷ ،ص ۳۸۳ ، روم، اٹلی ملا حظہ ہو.

کے لئے بیان کیا ہے : ''اسلامی عقائد کا صحیح طریقہ سے سمجھنا انسانی فطرت سے ہم آہنگی اور مطابقت کے بغیر ممکن نہیں ہے''
اس بیان کی اصل قرآن و سنت میں موجود ہے، کیونکہ قرآن کریم جہاں باطل کا کسی صورت سے گزر نہیں ہے اس میں ذکر ہوا ہے:(فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم و لکن اکثر الناس لایعلمون)سورہ روم :۳۰.اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے انسانوں کو خلق کیا ہے،اللہ کی آفرینش میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں ہے، یہ ہے محکم آئین لیکن اکثر لوگ نہیں جانتےپروردگار عالم نے اس آیت میں اشارہ فرمایا: دینی معارف تک پہنچنے کی سب سے اچھی راہ انسان کی فطرت سلیم ہے۔

ایسی فطرت کہ جسے غلط اور فاسد معاشرہ نیز بری تربیت کا ماحول بھی بدل نہیں سکتا اوراسے خواہشات، جنگ و جدال محوا ورنابود نہیں کر سکتے اور اس بات کی علت کہ اکثر لوگ حق و حقیقت کو صحیح طریقے سے درک نہیں کر سکتے یہ ہے کہ خود خواہی (خود پسند ی) اور بے جا تعصب نے ان کے نور فطرت کو خاموش کر دیا ہے،اور ان کے اور اللہ کے واقعی علوم و حقائق کے اور ان کی فطری درک و ہدایت کے درمیان طغیانی اور سرکشی حائل ہوگئی ہےاور دونوں کے درمیان فاصلہ ہوگیا ہے۔

اس معنی کی سنت نبویؐ میں بھی تاکید ہوئی ہے اور رسول خداؐ سے ایک روایت میں مذکور ہے '': کل مولودٍ یولد علی الفطرۃِ فابُواہ یھوّدانہ اوینصّرانہ اوےُ مجسانہ[1]''ہر بچہ اللہ کی پاکیزہ فطرت پرپیدا ہوتاہے یہ تو اس کے ماں باپ ہیں جواسے (اپنی تربیت سے) یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

راہ فطرت کسی صورت عقل و نقل، شہود و اشراق، علمی و تجربی روش سے استفادہ کے مخالف نہیں ہے،اہم بات یہ ہے کہ یہ راہ شناخت کے اسباب و وسائل میں سے کسی ایک سبب اور وسیلہ میں محدود و منحصر نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو اپنی جگہ پر خداوند عالم کی ہدایت کے مطابق میں استعمال کرتی ہے، وہ ہدایت جس کے بارے میں قرآن کریم خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:(یمنون علیک أن

[1] صحیح بخاری: کتاب جنائز و کتاب تفسیر ؛ صحیح مسلم : کتاب قدر ، حدیث ۲۲تا ۲۴.مسند احمد : ج ۲، ص ۲۳۳، ۲۷۵، ۲۹۳، ۴۱۰، ۴۸۱، ج۳،ص ۳۵۳؛ صراط الحق: آصف محسنی

أسلموا قل لاتمنوا علیّ اِسلامکم بل اللہ یمن علیکم أن ھداکم للاِیمان اِن کنتم صادقین[1]) (اے پیغمبرؐ)وہ لوگ تم پر اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں، تو ان سے کہہ دو! اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ ،بلکہ خدا تم پر احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی طرف ہدایت کی ہے، اگر ایمان کے دعوے میں سچے ہو! دوسری جگہ فرماتا ہے : (و لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ ما زکیٰ منکم من أحدٍ أبداً[2] اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا ۔

اس راہ کا ایک امتیاز اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ماننے والے کلامی مناظرے اور پیچیدہ شکوک و شبہات میں نہیں الجھتے اور اس سے دوری اختیار کرتے ہیں اور اس سلسلے میں اہل بیتؑ کی ان احادیث سے استناد کرتے ہیں جو دشمنی اور جنگ و جدال سے روکتی ہیں، ان کی نظر میں وہ متکلمین جنھیں اس راہ کی توفیق نہیں ہوئی ہے ان کے اختلاف کی تعداد ایک مذہب کے اعتقادی مسائل میں کبھی کبھی (تقریبا) سینکڑوں مسائل تک پہنچ جاتی ہے[3]۔یہ پاکیزہ ''فطرت'' جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے، اہل بیتؑ کی روایات میں کبھی ''طینت اور سرشت'' اور کبھی ''عقل طبیعی'' سے تعبیر ہوتی ہے،اس موضوع کی مزید معلومات کے لئے اہل بیتؑ کی گرانبہا میراث کے محافظ اور ان کے شیعوں کی حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں[4]۔

اسلامی عقائد کے بیان میں مکتب اہل بیتؑ کے اصول و مبانی :

عقائد میں ایک مہم ترین بحث اس کے ماخذ و مدارک کی بحث ہے ، اسلامی عقائد کے مدارک جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے،صرف کتاب خداوندی اور سنت نبوی ہیں، لیکن مکتب اہل بیتؑ اور دیگر مکاتب میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مکتب اہل بیتؑ پوری طرح سے اپنے آپ کو ان مدارک کا تابع جانتا ہے اور کسی قسم بھی کی خواہشات ،ہوائے نفس اوردلی جذبات اور تعصب کو ان پر مقدم نہیں کرتا اور ان دونوں مرجع سے عقائد حاصل کرنے میں صرف قرآن کریم اور روایات رسول اسلام میں اجتہاد کے

---

[1] صحیح بخاری: کتاب جنائز و کتاب تفسیر ؛ صحیح مسلم : کتاب قدر ، حدیث ۲۲تا ۲۴.مسند احمد : ج ۲، ص ۲۳۳، ۲۷۵، ۲۹۳، ۴۱۰، ۴۸۱، ج۳،ص ۳۵۳؛ صراط الحق: آصف محسنی

[2] سورہ حجرات ، ۱۷

[3] علی ابن طاؤوس ، ''کشف المحجۃ لثمرۃ الحجۃ '' ص ۱۱اور ص ۲۰، پریس داروی قم.

[4] کافی کلینی: ترجمہ ، ج۳، ص ۲، باب طینۃ المؤمن والکافر ، چوتھا ایڈیشن ، اسلامیہ تہران ، ۱۳۹۲ ھ

اصول عامہ کو ملحوظ رکھتا ہے، ان میں سے بعض اصول یہ ہیں:۱۔ان نصوص و تصریحات کے مقابلے میں، جو معارض سے خالی ہوں یا معارض ہو لیکن نص کے مقابل استقامت کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، کبھی اجتہاد کو نص پر مقدم نہیں رکھتے اس حال میں کہ بعض ہوا پرستوں اور نت نئے مکتب بنانے والوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ لغو اور بیہودہ تاویلات کے ذریعہ اپنے آپ کو نصوص کی قید سے آزاد کرلیں، عنقریب اس کے ہم چند نمونوں کی نشان دہی کریں گے۔

حضرت امام امیر المومنین ۔ ''حارث بن حوط'' کے جواب میں فرماتے ہیں '': انک لم تعرف الحق فتعرف من اتاہ و لم تعرف الباطل فتعرف مَن أتاہ[1] ''تم نے حق ہی کو نہیں پہچانا کہ اس پر عمل کرنے والوں کو پہچانو اور تم نے باطل ہی کو نہیں پہچانا کہ اس پر عمل کرنے والوں کو پہچانو۔

۲۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں: مکتب اہل بیتؑ کے ماننے والے کسی چیز کو نص اور اس روایت پر جو قطعی اور متواتر ہو مقدم نہیں کرتے اور یہ اسلام کے عقیدہ میں نہایت اہم اصلی ہے، کیونکہ عقائد میں ظن و گمان اور اوہام کا گزر نہیں ہے، اس پر ان لوگوں کو توجہ دینی چاہیئے جو کہ ''سلفی'' نقطۂ نظر رکھتے ہیں، نیزوہ لوگ جو آحاد اور ضعیف روایات کو عقائد میں قبول کرتے ہیں اور اس کا شدت کے ساتھ دفاع کرتے ہیں، نیز اسی بنا پر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، ''سلفی حضرات'' اور اہل سنت کے اخباریوں کو توجہ کرنا چاہئے کہ روایات میں '' حق و باطل اور سچ وجھوٹ، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، محکم و متشابہ حفظ (حقیقت)ووہم ''سب کچھ پائے جاتے ہیں[2]۔بہت جلد ہی اس موضوع کی مزید شرح و وضاحت پیش کی جائے گی۔

۳۔ اسلامی عقائد دو حصّوں پر مشتمل ہیں: ضروری و نظری: ضروری اسلامی عقائد: ضروری وہ ہیں جن کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرتا مگر یہ کہ دین کے دائرہ سے خارج ہو جائے کیونکہ ضروری کا شمار، دین کے بدیہیات وواضحات میں ہوتا ہے جیسے: توحید، نبوت اور معا

---

[1] نہج البلا غہ، حکمت:۲۶۲:

[2] نہج البلاغہ : خطبہ ۲۱۰.

دوغیرہ۔نظری اسلامی عقائد:نظری وہ ہیں جو تحقیق و برہان، شاہد و دلیل کا محتاج ہو اور اس میں صاحبان آراء و مذاہب کا اختلاف ممکن ہو، ضروری عقائد کا منکر کافر ہو جاتا ہے لیکن نظری عقائد کے منکر تکفیر سے روکا گیا ہے۔

۴۔ عقیدہ میں قیاس اور استحسان کی کوئی اہمیت نہیں جانتے ہیں۔

۵۔ حکم صریح عقلی کی حکم صحیح نقلی سے مقافقت پر ایمان رکھتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ تمام اوصاف لازم کی ان دونوں میں رعایت کی گئی ہو اور کبھی بھی ظن و گمان کو یقین کی جگہ قرار نہیں دیتے وہ لوگ کبھی ضعیف خبر سے استناد نہیں کرتے اور نہ ہی خبر واحد کو صحیح متواتر کی جگہ اپناتے ہیں۔

٦۔ ذاتی اجتہاد، خیال بافی اور گمان آفرینی سے عقائد میں اجتناب کرتے ہوئے ان تعبیروں سے جو بدعت شمار ہوتی ہیں کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔

۷۔ اللہ کے تمام انبیاء اور بارہ ائمہ کو صلوات اللہ اجمعین معصوم جانتے ہیں اور اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے آثار نیز صحیح و معتبر روایات پر ایمان رکھنا واجب ہے اور مجتہدین حضرات ان آثار میں کبھی درست اور صواب کی راہ اختیار کرتے ہیں تو کبھی خطا کر جاتے ہیں، لیکن وہ اجتہاد کی تمام شرطوں کی رعایت کریں اور اپنی تمام کوششوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں تو معذور قرار پائیں گے[1]۔ ۸۔ امت کے درمیان ایسے لوگ بھی ہیں جنھیں ''محدّث'' اور ''مُلھَم'' کہتے ہیں: نیز ایسے لوگ بھی ہیں جو صحیح خواب دیکھتے ہیں اور اس کے ذریعہ حقائق تک رسائی حاصل کرتے ہیں، لیکن یہ ساری باتیں اثبات چاہتی ہیں اور ان کا استعمال ذاتی عقیدہ کی حد تک ہے اور اس پر عمل انفرادی دائرہ سے آگے نہیں بڑھتا۔

[1] سید مرتضی علی ابن الحسین الموسوی (وفات ۴۳۶ ھ ، رسائل الشریف المرتضی ، رسالۃ الحدود والحقائق

۹۔ عقائد میں مناظرہ اور مناقشہ اگر افہام و تفہیم کے قصد سے آداب تقویٰ کی رعایت کے ساتھ ہو تو پسندیدہ ہے، لیکن یہ انسان کا فریضہ ہے کہ جو نہیں جانتا اس کے بارے میں کچھ نہ کہے ،بحث ومناظرہ اگر ضد،ہٹ دھرمی ، خود نمائی کے ساتھ نازیبا کلمات اور بد اخلاقی کے ذریعہ ہو تو یہ امر ناپسندیدہ اور قبیح ہے اور اس سے عقیدہ کی حفاظت کے لئے اجتناب واجب ہے۔

۱۰۔ ''بدعت'' دین کے نام پر ایک اختراعی اور جعلی چیز ہے جو کہ دین سے تعلق نہیں رکھتی اور نہ ہی شریعت میں کوئی اصل رکھتی ہے کبھی ایسی چیز کو بھی ''بدعت'' کہہ دیتے ہیں کہ اگر دقت اور غور و خوض سے کام لیا جائے تو وہ ''بدعت'' نہیں ہے، جیسا کہ بعض ان چیزوں کو جو ''سنت'' نہیں ہیں سنت کہہ دیتے ہیں، لہٰذا فتویٰ دینے سے پہلے غور و فکر کرنا لازم ہے[1]۔

۱۱۔ ''تکفیر'' کے بارے میں غور و فکر اور دقت نظر واجب ہے اس لئے کہ جب تک کسی کا کفر خود اس کے قرار یا قطعی بینہ ذریعہ ثابت نہ ہو اس کے بارے میں کفر کا حکم جائیز نہیں ہے، کیونکہ (تکفیر) حد شرعی کا باعث ہے اور حد شرعی کے بارے میں فقہی قاعدہ یہ ہے کہ ''اِن الحدود تدرأ بالشبھات'' حدود شبہات سے بر طرف ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو کافر سمجھنا عظیم گناہ ہے مگر یہ کہ حق ہو۔

۱۲۔ اختلافی موارد میں ''کتاب، سنت اور عترت'' کی طرف رجوع کرنا واجب ہے جیسا کہ رسول خداؐ نے حکم دیا ہے اور خدا وند عالم اس کے بارے میں فرماتا ہے: (و لو ردّوہُ األی الرسول و األی أولی الأمر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم و لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ لاتَّبعتُم الشَّیطان اِلاَّ قلیلاً [2]) اوراگر (حوادث اور پیش آنے والی باتوں کے سلسلہ میں) پیغمبرؐ اور صاحبان امرکی طرف رجوع کریں تو انہیں بنیادی مسائل سے آگاہی و آشنائی ہو جائے گی، اگر تم پر خدا کی رحمت اور اس کا فضل نہ ہوتا تو کچھ لوگوں کے علاوہ تم سب کے سب شیطان کی پیروی کرتے۔

---

[1] سید مرتضی علی ابن الحسین الموسوی (وفات ۴۳۶ ھ ، رسائل الشریف المرتضی ، رسالۃ الحدود والحقائق

[2] نساء ، ۸۳

۱۳ ۔ خدا وند عالم کے صفات سے متعلق اہل بیتؑ کا نظریہ یہ ہے ''خدا وند عالم؛ حی،قادر اور اس کا علم ذاتی ہے ،یعنی حیات ،قدرت اور علم عین ذاتِ باری تعالیٰ ہے، خدا وند سبحان (مشبّہہ اور بد عت گزا روں جیسے ابو ہا شم جبائی کے قول کے بر خلاف) زائد بر ذات صفات و احوال سے منزہ و مبرا ہے، یہ ایسا نظریہ ہے جس پر تمام اما میہ اور معتز لہ (ما سوا ان لوگوں کے جن کا ہم نے نام لیا ہے) اکثر مرجۂ تمام زیدیہ اور اصحاب حدیث و حکمت کے ایک گروہ کا اتفاق ہے[1] ان کا اثبات و تعطیل کے درمیان ایک نظریہ ہے یعنی با و جو دیکہ خدا وند سبحا ن کو زا ئد بر ذات صفات رکھنے سے منزہ جانتے ہیں لیکن اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات سے متعلق بحث کو ممنوع اور بے فائدہ نہیں جانتے ہیں''۔

۱۴ ۔وہ لوگ ''حسن و قبح'' عقلی کے معتقد ہیں اور کہتے ہیں : بعض اشیاء کے ''حسن و قبح'' کا درک کرنا عقل کے نزدیک بد یہی اور آشکار ہے ۔

اہل بیتؑ کی راہ قرآن کی راہ ہے :

اسلامی عقائد میں مکتب اہل بیت کو جب بد یہی معلو مات اور با عظمت یقینیات کے ساتھ موازنہ کیا جاتاہے تو اس کی فوقیت و بر تری کی تجلی کچھ زیادہ ہی نمایاں ہو جاتی ہے، ہم اس کے کچھ نمو نوں کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں:۱ ۔ تو حید کے بارے میں:توحید کے سلسلے میں اہل بیتؑ کا مکتب قرآن کریم کی تعلیم کی بنیا د پر خدا وند عالم کو مخلوقات سے ہر قسم کی تشبیہ اور مثال و نظیر سے بطور مطلق منزہ قرار دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا : (لیس کمثلہ شیءوھو السمیع البصیر[2]) کوئی چیز اس (خدا) کے جیسی نہیں ہے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ۔اسی طرح نگا ہوں سے رویت خدا وندی کو قرآن کریم کے الہام کے ذریعہ مردود جانتا ہے ،جیسا کہ ارشاد ہوا : (لاتد رکہ الأبصا روھوید رک الأبصار وھوا للطیف الخبیر[3]) نگا ہیں (آنکھیں) اسے نہیں دیکھتیں لیکن وہ تمام آنکھوں کو دیکھتا ہے

---

[1] شیخ مفید؛'' اوا ئل المقا لات'' ص ۱۸
[2] شوری ، ۱۱
[3] انعام ، ۱۰۳

اور وہ لطیف و آگاہ ہے۔ نیز مخلوقات کے صفات سے خدا کی توصیف کرنا مخلوقات کی طرف سے ناممکن جانتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا: الف ۔ (سبحانہ وتعالیٰ عمّا یصفون[1]) جو کچھ وہ توصیف کرتے ہیں خدا اس سے منزہ اور برتر ہے! ب ۔ (سبحان ربک رب العزۃ عمّا یصفون[2]) تمہارا پروردگار پروردگارِ عزت ان کی توصیف سے منزہ اور مبرا ہے۔

۲ ۔ عدل کے بارے میں: مکتب اہل بیت نے خدا سے ہر قسم کے ظلم وستم کی نفی کی ہے اور ذات باری تعالیٰ کو عدل مطلق جانتا ہے، جیسا کہ خدا وند عالم نے فرمایا: الف ۔ (ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ (بیشک خدا وند عالم ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ۔ ب ۔ (ان اللہ لایظلم الناس شیئاً و لکن الناس أنفسھم یظلمون[3]) بیشک خداوند عالم لوگوں کے اوپر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر کچھ بھی ظلم کرتے ہیں ۔

۳ ۔ نبوت کے بارے میں : نبوت کے بارے میں مکتب اہل بیت کا نظریہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام مطلقاً معصوم ہیں، کیونکہ خدا وند عالم کا ارشاد ہے: الف: ۔ (وما کان لنبیٍ أن یغلّ ومن یغلل ےأت بما غلّ یوم القیامۃ[4]) اور کوئی پیغمبر خیانت نہیں کرتا اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن جس چیز میں خیانت کی ہے اسے اپنے ہمراہ لائے گا ۔

ب: ۔ (قل انیّ أخاف ان عصیت ربیّ عذاب یومِ عظیم[5]) اے پیغمبرؐ) کہہ دو! میں بھی اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو اس عظیم دن کے عذاب سے خوف زدہ ہوں۔

ج: ۔ (ولو تقوّل علینا بعض الأقاویلِ) (لاخذنا منہ بالیمین ۔ ثُمّ لقطعنا منہ الوتین[6]) اگر وہ (پیغمبر) ہم پر جھوٹا الزام لگاتا تو ہم اسے قدرت کے ساتھ پکڑ لیتے، پھر اس کے دل کی رگ کو قطع کر دیتے۔

---

[1] انعام، ۱۰۰
[2] صافات، ۱۸۰
[3] یونس ، ۴۴
[4] آل عمران ، ۱۶۱
[5] انعام ، ۱۵.
[6] حاقہ، ۴۴۔۴۶

اسی طرح مکتب اہل بیتؑ تمام فرشتوں کو بھی معصوم جانتا ہے، کیونکہ خدا وند عالم نے فرمایا ہے: (علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ماأمرھم ویفعلون مایؤمرون) اُس (جہنم) پر سخت گیر اور درشت مزاج فرشتے مامور ہیں اور کبھی خدا کی جس کے بارے میں اس نے حکم دیا ہے نافرمانی نہیں کرتے اور جس پر وہ مامور ہیں اس پر عمل کرتے ہیں[1]۔

۴۔امامت کے بارے میں: مکتب اہل بیت کہتا ہے: امامت یعنی، پیغمبر اکرمؐ کی دینی اور دنیاوی امور میں نیابت یہ ایک ایسا اللہ کا عہد وپیمان ہے کہ جو غیر معصوم کو نہیں ملتا، کیونکہ، خدا وند عالم نے فرمایا ہے: (واذ ابتلیٰ ابراھیم ربّہ بکلمات فاتمھن قال انّی جاعلک للناس اماماً قال و من ذُرّیتی قال لاینال عھدی الظّالمین[2]) اور جب ابراہیم۔کو ان کے رب نے چند کلمات (طریقوں) سے آزمایا اور وہ بحسن و خوبی اس سے عہدہ برآ ہوگئے تو خدا وند عالم نے فرمایا: میں نے تم کو لوگوں کا امام اور پیشوا قرار دیا! ابراہیمؑ نے عرض کیا: میری ذریت میں بھی اس عہد کو قرار دے گا؟ فرمایا: میرا یہ عہد ظالموں کو نصیب نہیں ہوگا۔

آیت شریفہ کے [مضمون اور ابراہیمؑ کے امتحان دینے کی کیفیت] سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تمام رسولوں، انبیاء اور ائمہ کے خواب جھوٹ سے محفوظ بلکہ صادق ہوتے ہیں اور خدا وند عالم انھیں خواب میں بھی غلطی اور اشتباہ سے محفوظ رکھتا ہے[3]۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ راہ اہل بیتؑ کی قرآن کریم سے مطابقت اور ہماہنگی کا ایک نمونہ تھا۔

مکتب اہل بیتؑ میں ''عقل'' کا مقام:

مکتب اہل بیتؑ کا نظریہ عقل کے استعمال اور اس کی اہمیت کے متعلق ایک درمیانی نظریہ ہے جو معتزلہ کی تند روئی اور شدت پسندی سے اور اہل حدیث کے ظاہر بین افراد کی سستی اور جمود سے محفوظ ہے۔ شیخ مفیدؒ [متوفی ۴۱۳ھ] کہتے ہیں: یہ جو بات امامیہ کے مخالفین کہتے ہیں: ''تمہارے ائمہ کی امامت پر صریح اخبار تواتر کی حد کو نہیں پہنچتے ہیں اور آحاد خبریں حجت نہیں ہیں'' ہمارے

---

[1] تحریم،۶

[2] بقرہ، ۱۲۴

[3] شیخ مفید، اوائل المقا لا ت، ص ۴۱۔

مکتب کے لئے ضرر رساں نہیں ہے اور ہماری حجت و دلیل کو بے اعتبار نہیں کرتی، کیونکہ ہماری خبریں ''عقلی دلائل کے ہمراہ ہے، یعنی وہ دلائل ماضی میں جن کی تفصیل اماموں کی امامت اور ان کے صفات کے بارے میں گزر چکی ہے، وہ دلائل (جیسا ہمارے مخالفین نے تصور کیا ہے) اگر باطل ہوں، تو ''ائمہ پر نص کے وجوب کے عقلی دلائل'' بھی باطل ہو جائیں گے[1]

اور یہ بھی کہتے ہیں: ''ہم خدا کی مرضی اور اس کی توفیق سے، اس کتاب میں مکتب شیعہ اور مکتب معتزلہ کے درمیان فرق اور عدلیہ شیعہ اور عدلیہ معتزلہ کے درمیان افتراق وجدائی کے اسباب کا اثبات کریں گے[2]۔''

شیخ صدوقؒ محمد بن بابویہ (متوفی ۳۸۱ھ) فرماتے ہیں: ''خداوند عالم کسی سبب کی سمت دعوت نہیں دیتا مگر یہ کہ اس کی حقانیت کو عقول میں اجاگر کر دے اور اگر اس کی حقانیت کو عقلوں میں اجاگر اور روشن نہ کیا ہو تو دعوت نا روا اور بے جا ہو گی اور حجت نا تمام کہلائے گی، کیونکہ اشیاء اپنے اشکال کو جمع کرنے والی اور اپنی ضد کے بارے میں خبر دینے والی ہیں، لہٰذا اگر عقل میں رسولوں کے انکار کی جگہ اور گنجائش ہوتی تو خداوند عالم کسی پیغمبر کو ہرگز مبعوث نہ کرتا[3]۔''

مزید کہتے ہیں: اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ کہا جائے: ہم نے خدا کو اس کی تائید و نصرت سے پہچانا، کیونکہ، اگر خدا کو اپنی عقل کے ذریعہ پہچانا تو وہی عقل عطا کرنے والا ہے اور اگر ہم نے اسے انبیاء، رسولوں اور اس کی حجتوں کے ذریعہ پہچانا تو اسی نے تمام انبیاء رسولوں اور ائمہ کا انتخاب کیا ہے اور اگر اپنے نفس کے ذریعہ معرفت حاصل کی تو اس کا بھی وجود میں لانے والا خداوند ذوالجلال ہے لہٰذا اسی کے ذریعہ ہم نے اس کو پہچانا[4]۔'' اس طرح سے عقل کا استعمال اور اس سے استفادہ کرنا، یعنی اس کا کتاب، سنت اور ائمہ معصومینؑ کے ہمراہ کرنا اہل بیتؑ کی روش کے علاوہ کہیں کسی دوسری اسلامی روش میں نہیں ملتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''لولا اللہ ماعرفنا ولولانحن ماعرف اللہ'' اگر خدا نہ ہوتا تو ہم پہچانے نہیں جاتے اور

---

[1] شیخ مفید؛ '' المسائل الجارودیہ'' ص۴۶، طبع، شیخ مفید،ہزار سالہ عالمیکانفرنس ،قم، ۱۴۱۳ھ
[2] شیخ مفید؛ ''اوائل المقالات فی المذاہب و المختارات''
[3] ابن بابویہ ؛ ''کمال الدین و تمام النعمۃ '' طبع سنگی ، تہران ، ۱۳۰۱ ھ سہ.
[4] توحید شیخ صدوق ؛ ص ۲۹۰.

اگر ہم نہ ہوتے تو خدا پہچانا نہیں جاتا[1]۔ اس حدیث کی شرح میں شیخ صدوق کہتے ہیں: یعنی اگر خدا کی حجتیں نہ ہوتیں تو خدا جیسا کہ وہ مستحق اور سزا وار ہے پہچانا نہیں جاتا اور اگر خدا نہ ہوتا تو خدا کی حجتیں پہچانی نہیں جاتیں[2]۔ '

کلامی مناظرہ اور اہل بیت ۔ کا نظریہ:

گزشتہ بحثوں میں ان لوگوں کے نظریہ سے آگاہ ہوچکے جو دین میں بطور مطلق ہر طرح کے بحث و مناظرہ کو ممنوع جانتے ہیں نیز ان لوگوں کے نظریہ سے آشنا ہوئے جو معتدل رہتے ہوئے اقسام مناظرہ کے درمیان تفصیل اور جدائی کے قائل ہیں۔ اہل بیت کی روش بھی اس سلسلے میں معتدل اور درمیانی ہے، وہ لوگ کتاب خداوندی کی پیروی میں جدال کی دو قسم کرتے ہیں

:ا ۔جدال حسن ۲ ۔ جدال قبیح خداوند متعال فرماتا ہے: (أدع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ان ربک ھواعلم بمن ضلّ عن سبیلہ وھوأعلم بالمھتدین) (لوگوں کو) حکمت اور نیک موعظہ کے ذریعہ سے اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو اور ان سے نیک روش سے جدال و مناظرہ کرو تمہارا رب ان لوگوں کے حال سے جو اس کی راہ سے بھٹک چکے اور گمراہ ہوگئے ہیں زیادہ واقف ہے اور وہی ہدایت یافتہ افراد کو بہتر جانتا ہے[3]۔

اس سلسلہ میں شیخ مفید فرماتے ہیں :ہمارے ائمہ صادقین نے اپنے شیعوں کے ایک گروہ کو حکم دیا کہ وہ اظہار حق سے باز رہیں اور اپنا تحفظ کریں '' اور حق کو اپنے اندر دین کے دشمنوں سے چھپائے رکھیں اور ان سے ملاقات کے وقت اس طرح برتاؤ کریں کہ مخالف ہونے کا شبہ ان کے ذہن سے نکل جائے، کیونکہ یہ روش اس گروہ کے حال کے لئے زیادہ مفید تھی، نیز اسی حال میں شیعوں کے ایک دوسرے گروہ کو حکم دیا کہ مخالفین سے بحث و مناظرہ کرکے انھیں حق کی سمت دعوت دیں، کیونکہ ہمارے ائمہ جانتے تھے کہ اس طریقہ سے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا[4]۔ '' شیخ مفید کی اپنی گفتگو میں '' صادقین '' سے مراد رسول خدا کی عترت

---

[1] توحید صدوق، ص۲۹۰
[2] توحید صدوق، ص۲۹۰
[3] نحل ، ۱۲۵
[4] شیخ مفید ؛'' تصحیح الاعتقاد ''ص ۶۶.

سے ''منصوص ائمہ'' ہیں کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں جن کی طہارت کی گواہی دی اور انھیں گناہ و معصیت سے پاک و پاکیزہ قرار دیا اور انھیں مخاطب قرار دے کر فرمایا ہے: (اِنّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرّجس أھل البیت ویطھّرکم تطھیراً [۱]) خدا وند عالم کا صرف یہ ارادہ ہے کہ تم اہل بیتؑ سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تمھیں پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ خدا وند عالم نے امت اسلامی کو بھی تقوائے الٰہی اور عقیدہ و عمل میں ان حضرات کی ہمراہی کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے: (یا أیھا الذین آمنوا اتّقوا اللہ وکونوا مع الصّا دقین [۲]) اے اہل ایمان! تقوائے الٰہی اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ!. بیشک وہ ایسے امام ہیں جن کے اسمائے گرامی کو رسول خداؐ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا اور ہر ایک امام نے اپنے بعد والے امام کا بارہ اماموں تک واضح اور آشکار تعارف کرایا ہے، ان کے اولین وآخرین کے نام اور عدد پر نص اور صراحت رسول گرامیؐ کی سنت میں موجود ہے، جو چاہے رجوع کر سکتا ہے [۳]۔

عقل وحی کی محتاج ہے:

منجملہ ان باتوں کے جو عقل و شرع کے درمیان ملازمہ کے متعلق مکتب اہل بیتؑ میں تاکید کرتی ہیں وہ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات ہے، وہ کہتے ہیں: [عقل وحی کی محتاج ہے] لیکن حضرت ابراہیم خلیلؑ کا استدلال کہ زہرہ کی طرف نظر کر کے اس کے بعد چاند اس کے بعد سورج کی طرف نظر کرکے ان کے ڈوبنے کے وقت کہا: (یا قوم اِنّی بریٔ مما تشرکون [۴]) اے میری قوم! میں ان شرکاء سے جو تم خدا کے لئے قرار دیتے ہو بیزار ہوں۔

---

[۱] احزاب، ۳۳

[۲] توبہ، ۱۱۹.

[۳] ابن عباس، جوہری '' مقتضب الاثر فی ا لنص علی عدد الائمہ الاثنی عشر''؛ ابن طولون الدمشقی، الشذرات الذھبیہ فی ائمہ الاثناء عشریہ''؛ المفید، المسائل الجارودیۃ، ص ۴۵، ۴۶. طبع ہزار سالہ شیخ مفید کانفرس قم، ۱۴۱۳ھ؛ ''اثبات الھداۃ بالنصوص والمعجزات'' شیخ حر عاملی تحقیق: ابو طالب تجلیل طبع قم، ۱۴۰۱ھ ، ملاحظہ ہو

[۴] سورہ انعام، ۷۸

یہ کلام اس وجہ سے تھا کہ آپ ملہم نبی اور الہام خدا وندی کے ذریعہ مبعوث پیغمبر تھے، کیونکہ خدا وند عالم نے خود ہی فرمایا ہے :

(وتلک حُجّتنا ءاتینا ھا اِبرا ھیم علیٰ قومہ[1]) یہ ہمارے دلائل تھے جن کو ہم نے ابرا ہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کیا ۔

اور تمام لوگ ابرا ہیمؑ کے مانند (غیبی الہام کے مالک) نہیں ہیں، اگر ہم توحید کی شناخت میں خدا کی نصرت اور اس کی شناسائی کرانے سے بے نیاز ہوتے اور عقلی شناخت ہمارے لئے کافی ہوتی تو خدا وند سبحان پیغمبر اکرمؐ سے نہیں فرماتا:

(فاعلَمْ أنَّہ لا اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ[2]) پھر جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ ابن بابویہ کی مراد یہ ہے کہ عقل بغیر وحی کی نصرت وتائید کے جیسا خدا کو پہچاننا چاہئے نہیں پہچان سکتی، نہ یہ کہ عقلی نتائج بے اعتبار ہیں[3]۔یہی مطلب شیخ مفید کی بات کا بھی ہے کہ فرماتے ہیں: عقل مقدمات اور نتائج میں وحی کی محتاج ہے[4]۔

لیکن اسی حال میں، وہ خود عقل کے استعمال کو عقائد اسلامی کے سمجھنے میں تقویت دیتے ہیں اور کہتے ہیں: خدا کے بارے میں گفتگو کرنے کی ممانعت صرف اس لئے ہے کہ خلق سے خدا کی مشابہت اور ظلم و ستم کی خالق کی طرف نسبت دینے سے لوگ باز آئیں[5]۔

انھوں نے عقل و نظر کے استعمال کے لئے مخالفین سے احتجاج کرنے میں دلیل پیش کی ہے اور ان لوگوں کو فکر (رائے) و نظر کے اعتبار سے ناتواں اور ضعیف تصور کرتے ہوئے فرماتے ہیں '': عقل و نظر کے استعمال سے روگردانی کی بازگزشت تقلید کی طرف ہے کہ جس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ وہ مذموم اور ناپسند ہے[6]۔

---

[1] سورہ انعام، ۸۳.
[2] سورہ محمد، ۱۹ .
[3] توحید :ص ۲۹۲.
[4] شیخ مفید ؛ '' اوائل المقالات '' ص ۱۱-۱۲.
[5] تصحیح الاعتقاد بصواب الانتقاد : ص ۲۶، ۲۷.
[6] تصحیح الاعتقاد بصواب الانتقاد : ص ۲۸، طبع شدہ با اوائل المقالات ، تبریز ، ۱۳۷۰ ، ھ ، ش.

نقل کا مرتبہ:

پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ''عقل'' اہل بیتؑ کے مکتب میں اپنی تمام تر ارزش و اہمیت کے باوجود ''معرفت دینی'' میں نور وحی سے بے نیاز نہیں ہے اور اس سے کوئی بھی کلامی اور اسلامی مکتب فکر انکار نہیں کرتا، جو کچھ بحث ہے نقل پر اعتماد کے حدود کے سلسلے میں ہے، کیونکہ نقل (یہاں پر اس سے مراد حدیث ہے چونکہ قرآن کریم کی نقل متواتر اور قطعی ہے) کبھی ہم تک متواتر صورت میں پہنچتی ہے، یعنی راویوں اور ناقلین کی کثرت کی وجہ سے ہر طرح کے شکوک و شبہات بر طرف ہو جاتے ہیں، اس طرح سے کہ انسان کو رسول اکرمؐ یا عترت طاہرہؑ یا آنحضرتؐ کے اصحاب سے حدیث صادر ہونے کا اطمینان پیدا ہو جاتا ہے، لیکن کبھی حدیث اس حد کو نہیں پہنچتی ہے، بلکہ صرف ظن قوی یا گمان ضعیف حاصل ہوتا ہے اور کبھی اس حد تک پہنچتی ہے کہ اسے خبر واحد کہتے ہیں، یعنی وہ خبر جو ایک آدمی نے روایت کی ہو اور صرف ایک شخص اس خبر کے معصوم سے صادر ہونے کا مدعی ہو اس حالت میں بھی بہت سارے مقامات پر شک و جہل کی طرف مائل ظن اور گمان پیدا ہوتا ہے۔

مکتب اہل بیتؑ کا اس آخری حالت میں موقف یہ ہے '': اس طرح کی روایات کے صدق و صحت پر اگر کوئی قرینہ نہ ہو تو قابل اعتماد اور لائق استناد نہیں ہیں۔'' عقائد میں خبر واحد کا بے اعتبار ہونا مکتب اہل بیتؑ میں خبر واحد پر بے اعتمادی جب عقیدتی مسائل تک پہنچتی ہے تو جو کچھ ہم نے کہا اس سے بھی زیادہ شدید ہو جاتی ہے، کیونکہ عقائد اپنی اہمیت کے ساتھ ضعیف دلائل اور کمزور براہین سے ثابت نہیں ہوتے ہیں، بالخصوص ہمارے زمانہ میں جب کہ ہمارے اور رسول اکرمؐ نیز سلف صالح کے زمانے میں کافی فاصلہ ہوگیا ہے اور ہم پر فرض ہے کہ کافی کوشش و تلاش کے ساتھ مشکوک اور گمان آور باتوں سے اجتناب کرتے ہوئے یقینیات یقین کرنے والی باتیں یا جو ان سے نزدیک ہوں ان کی طرف رخ کریں، تاکہ ان فتنوں اور جدلی اختلافات اور جنجالوں میں واقع ہونے سے محفوظ رہیں جو دین اور امت کے اتحاد کو بزرگترین خطرہ سے دوچار کرتے ہیں۔

شیخ مفید اس سلسلے میں فرماتے ہیں '' : ہمارا کہنا یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ اخبار آحاد سے آگاہی اور ان پر عمل کرنا واجب نہیں ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے دین میں خبر واحد کے ذریعہ قطع و یقین تک پہنچے مگر یہ کہ اس خبر کے ہمراہ کوئی قرینہ ہو جو اس کے راوی کے بیان کی صداقت پر دلالت کرے ،یہ مذہب تمام شیعہ کا اور بہت سے معتزلہ، محکمہ کا اور مرجۂ کے ایک گروہ کا ہے کہ جو عامہ کے فقیہ نما افراد اور اصحاب رائے کے خلاف ہے[1]۔ '' جی ہاں! عقیدتی مسائل میں مکتب اہل بیتؑ کے پیرو محتاط ہیں کیونکہ اہل بیتؑ نے اپنے ماننے والوں کو احتیاط کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب ورع وہ ہے جو شبہات کے وقت اپنا قدم روک لے اور احتیاط سے کام لے۔

بحث کا خاتمہ:

اب ہم اپنی بحث کے خاتمہ پر عقائد اسلامی سے متعلق مکتب اہل بیت علیہم السلام کی روش بیان کرنے اس سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ اہل بیتؑ کا نہج اور راستہ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کامل اور اکمل نہج اور راستہ ہے ، جو اپنی جگہ پر شناخت کے تمام وسائل سے بہرہ مند ہے ،مثال کے طور پر الہیات کے مسائل اور باری تعالیٰ کے صفات کو تجربہ کی راہ سے درک نہیں کرتا ، کیونکہ یہ مسائل ایسے وسائل کی دسترس سے دور ہیں ، اسی طرح ایک وسیلہ پر جمود اور اڑے رہنے جیسے باطنی اشراق اور صوفی عشق و ذوق کو بھی جائز نہیں سمجھتا، جس طرح کہ عقل کے بارے میں بھی زیادہ روی اور غلو سے کام نہیں لیتا اور اسے مستقل اور تمام امور (منجملہ ان کے غیب اور نہاں نیز جزئیات معاد) کا درک کرنے والا نہیں جانتا اور وحی (نقل) کے بارے میں کہتا ہے کہ وحی کا درک کرنا نور عقل سے استفادہ کئے بغیر ناممکن ہے۔

اہل بیتؑ کا مکتب یہ ہے کہ جو بھی روایت ، سنت اور نقل کی صورت میں ہو-جب تک کہ اس کی نسبت کی صحت پیغمبر اکرمؐ، ائمہؑ اور صحابہ کی طرف ثابت نہ ہو نیز جب تک اس کا تمام نصوص اور قرآن کی تصریحات سے مقابلہ نہ کرلے اور اس کے عام و خاص،

---

[1] اوائل المقالات ، ص ۱۰۰ ،طبع تبریز ۱۳۷۰ ،ھ ش.

ناسخ و منسوخ، محکم و متشا بہ اور حقیقت و مجا ز کو پہچا ن نہ لے، اس وقت تک اس کے قبول کرنے میں سبقت نہیں کرتا، مختصر یہ کہ مکتب اہل بیت علیہم السلام اس ''اجتہا د '' پر موقوف ہے جو نصوص سے شر عی مقصود کے سمجھنے میں جد و جہد اور قوت صرف کرنے اور اپنی تمام تر توانائی کا استعمال کرنے کے معنی میں ہے، اس کے با وجود نقد و تحقیق اور علمی منا ظرہ اور منا قشہ سے جب تک عوا طف وجذبات کو بر انگیختہ نہ کیا جائے، یا دشمنی نہ پیدا ہو۔

نہ صرف یہ کہ منع نہیں کرتا بلکہ اسے راہ پروردگار کی طرف دعوت، جدال احسن، حکمت اور موعظۂ حسنہ سمجھتا ہے، جیسا کہ خدا وند متعال نے فرمایا ہے :(و الذّین آمنوا و عملو االصا لحا ت لا نکلف نفساً اِلّاو سعھا اولآئک أصحاب الجنۃ ھم فیھا خا لدون)(ونزعنا ما فی صدورھم من غلّ تجری من تحتھم الأنھاروقالوا ألحمد للّٰہ الذی ھدا نا لھٰذا وما کُنا لنھتدی لو لاأن ھدا نا اللّٰہ لقد جائت رُسل ربّنا با لحق و نو دوا أن تلکم الجنّۃأورثتمو ھا بما کنتم تعلمون[1])اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیا ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیا دہ تکلیف نہیں دیتے، وہ اہل بہشت ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ان کے دلوں میں کینہ ہے، اسے ہم نے یکسر ختم کردیا ہے، ان کے نیچے نہریں جا ری ہیں،وہ کہتے ہیں: خدا کی ستا ئش اور اس کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس راستہ کی ہدایت کی'' ایسا راستہ کہ اگر خدا ہماری ہدایت نہ کرتا تو ہم راہ گم کر جاتے!یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لائے !(''ایسے موقع پر) ان سے کہا جائے گا : یہ بہشت ان اعمال کے عوض اور بدلے میں جو تم نے انجام دئے ہیں، تمھیں بطور میراث ملی ہے ۔

روایات میں آغاز خلقت اور مخلوقات کے بعض صفات:

ا ۔ مسعودی کی روایت کے مطابق آغاز خلقت: مسعودی اپنی سند کے ساتھ حضرت امام علیؑ سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرتؑ نے ابتدائے خلقت کو اپنے مختصر سے خطبہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے'' فتح اأارض علی ظھر الماء، وأخرج من الماء دخا ناً فجعلہ السماء، ثم ا ستجلبھا اِلی الطا عۃ فا ذعنتا با لا ستجا بۃ، ثم أنشأ اللّٰہ الملا ئکۃ من أأوار أأدعھا و ارواح اختر عھا ، و قرن بتو حید ہ نبوَّۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ و

---

[1] اعراف ، ۴۲،۴۳

سلم فشهرت فِی السماء قبل بعثتہ فِی اأارض، فلما خلق اللہ آ دم أ بان فضلہ للملا ئکۃ، و أرا ھم ما خصّہ بہ من سا بق العلم من حیث عرّ فہ عند استنبا ءِ ایا ہ أ سماء الا شیاء، فجعل اللہ آدم محرا باً وکعبۃ وبا باً و قبلۃ أ سجد الیھا اأا برار والر وحا نیین الأ نوار ثم نبۃ آدم علی مستو د عہ، وکشف لہ عن خطر ما ائتمنہ علیہ، بعد ما سماہ اِ ما ماً عند الملائکۃ''[1] اس (خدا) نے پا نی کی پشت پر ز مین بچھا ئی اور پانی سے بھاپ اور دھوا ں نکا لا اور اسے آسمان بنایا، پھر ان دونوں کو اطا عت کی دعوت دی، ان دونوں نے بھی عا جزانہ جواب دیا اور لبیک کہی، اس کے بعد اس نور سے جسے خود پیدا کیا تھا اور اس روح سے جسے خود ایجا د کیا تھا فرشتوں کی تخلیق کی، اپنی تو حید و یکتا پر ستی سے محمدؐ کی نبو ت کو وابستہ کیا اس وجہ سے پیغمبر اکرمؐ زمین پر مبعوث ہونے سے پہلے آسمان پر مشہور تھے، جب خدا نے حضرت آدمؑ کو خلق کیا تو ان کی فو قیت و بر تری فرشتوں پر برملاوآشکا رکی، نیز علم و دانش کی وہ خصوصیت جو اس نے پہلے ہی حقیقت اشیا ءکے بارے میں خبر دینے کے واسطے آدمؑ کو دے رکھی تھی، فرشتوںکو بتائی پس خدا نے آدم کو محراب، کعبہ، باب اور قبلہ قرار دیا تا کہ نیک لوگ، رو حا نی اور نو را نی افراد اس کی طرف سجدہ کو آئیں، پھرا نھیں (فرشتوں کے سا منے اما م پکا رنے کے بعد) ان کے اما نت دار ہونے سے آگاہ کیا اوراس کے خطرات اور اس کی لغزشوں کوان کے سا منے نما یا ں کیا ۔

۲ ۔نہج البلا غہ کے پہلے خطبہ میں خلقت وآفرینش کا آغاز '' : أنشأ الخلق إنشاء ، وابتدأہ ابتداء ، بلا رویّۃ أ جا لھا ، ولا تجر بۃ استفا دھا ، و لا حرکۃ أحد ثھا، ولا ھما مۃ نفس اضطرب فیھا، أ حا ل الا شیا ء لاوقا تھا ، و لأم بین مختلفا تھا، و غرّز غرا ئزھا ، و ألز مھا أشبا حھا ؛ عالماً بھا قبل ابتداءھا ، محیطاً بحدود ھا وأنتھا ءھا ، عا رفاً بقرائنھا و أحنا ءھا، ثمّ أنشأ سبحا نہ فتق الأجواء ، و شق الأرجاء ، و سکا ئک الھواء ، فأجری فیھا ما ء متلا طماً تیاّرہ ، متراکماً زخّارہ، حملہ علی متن الریح العا صفۃ، والز عزع القا صفۃ، فأ مرھا بردّہ ، و سلّطھا علی شدہ و قرنھا الی حدّہ ؛ الھواء من تحتھا فتیق ، و الماء من فوقھا دفیق ، ثم أنشأ سبحا نہ ریحاً اعتقم مھبّھا، وأ دام مربّھا ، و أعصف مجرا ھا ، و أبعد منشاھا ، فأ مرھا بتصفیق الماء الزّخّار ، و اِثا رۃ موج البحا ر ، فمخضتہ مخض السقاء ، و عصفت بہ عصفھا با لفضاء ، تردّ أوّ لہ اِلی آخرہ و سا جیہ اِلی ما ئرہ ، حتیّ عبّ عبا بہ ، و رمی

---

[1] مروج الذہب ، ج١ ، ص ٤٣

بالزّبد رکامه، فرفعه فی هواء منفتق، وجوّ منفهق، فسوی منه سبع سموات جعل سفلاهنّ موجاً مکفوفاً، وعلیاهنّ سقفاً محفوظاً، وسمکاً مرفوعاً، بغیر عمد یدعمها، ولا دسار ینظمها، ثم زینها بزینة الکواکب، وضیاء الثواقب، وأجری فیها سراجاً مستطیراً، وقمراً منیراً، فی فلک دائر، وسقف سائر، ورقیم مائر'' اس نے بغیر غور و خوض اور سابق تجربہ کے اور ہر طرح کی اثر پذیری، انفعال اور داخلی اضطراب سے دور مخلوقات کو پیدا کیا اور موجودات کو ان کے ظرف زمان میں ایجاد اور ثابت کیا، ان کے تفاوت اور اختلاف کو مناسب پیوند اور ان کی سرشت کو ایک خوشگوار ترکیب بخشی، جبکہ خلقت سے پہلے ہی ان کی کیفیت کو جانتا تھا اور ان کی ابتداء انتہاء، حدود اور ماہیت اور ان کی حقیقت پر محیط تھا، ہر ایک کی فطرت اور سرشت اس کے ملازم اور ہمراہ قرار دی۔ پھر فضا کو وسعت بخشی اور اس کے اطراف و اکناف اور ہواؤں کے طبقات ایجاد کئے پھر اس میں موج مارتے، سرکش، مضطرب اور تہ بہ تہ، تلاطم خیز پانی کو جاری کیا۔ اور اس کو تند و تیز اور پر صلابت ہواؤں کے دائرۂ اقتدار میں دیا اور اس کو حکم دیا تاکہ اس کو گرنے اور ٹوٹنے سے روکے اور محکم طور پر اس کے دائرۂ کار میں اس کی حفاظت کرے، حالانکہ اس کے نیچے ہوا پھیلی اور کھلی ہوئی تھی اور اس کے اوپر پانی اچھلنے اچھل رہا تھا۔

پھر اس کے بعد دوسری عقیم ہوا پیدا کی تاکہ ہمیشہ پانی کے ساتھ رہے، اور اسے مرکز پر روک کر اس کے جھونکوں کو تیز کردیا اور اس کے میدان کو وسیع تر بنا دیا، پھر اس کو حکم دیا تاکہ اس آب زخار کو تھپیڑے لگائے اور سمندر کی موجوں کو جنبش اور تحریک میں لائے اور دریا کے ٹھہرے ہوئے پانی کو موج آفرینی پر مجبور کرے، چنانچہ اس ہوا نے پر سکون اور ٹھہرے ہوئے دریا کو مشک آب کے مانند متھ ڈالا اور اس زور کی ہوا چلی کہ اس کے تھپیڑوں نے اس کے اول و آخر اور ساکن و متحرک، سب کو آپس میں ملادیا، یہاں تک کہ پانی کی ایک سطح بلند ہوگئی اور اس کے اوپر تہ بہ تہ جھاگ پیدا ہو گیا پھر اس کے جھاگ کو کھلی ہوئی ہوا اور وسیع فضا میں بلندی پر لے گیا اور اس سے ساتوں آسمان بنائے ایسے آسمان جن کے نچلے طبقہ کو موج ثابت اور اوپری طبقہ کو بلند و محفوظ چھت اور

بے ستون سائبان قرار دیا ، پھر ان کو ستاروں اور نورانی شہابوں سے زینت بخشی اور ضو فگن آفتاب اور روشن ماہتاب کی قندیلیں آسمانِ پُر نقش و نگار،فلک دوار، سائبان سیار اور صفحۂ تاباں و زر نگار میں لگائیں ۔

کلمات کی تشریح:

۱ ۔ ''الرّویّۃ'': تفکر اور غور و خوض۔

۲ ۔ ''ھمامۃ النفس'': روح کا متاثر ہونا اور اثر قبول کرنا ۔

۳ ۔ ''أحال الاشیاء لأوقاتھا'' موجودات کو ان کے ظرف زمان میں عدم سے عالم وجود میں لایا ۔

۴ ۔ ''لأم'': اتصال اور ہم آہنگی بخشی یعنی ان کے تفاوت و اختلاف کو تناسب و توافق بخشا ، جس طرح جسم و روح کے پیوند اور اتصال سے انسان کی ترکیب دل آرا کو وجود بخشا '':فتبارکَ اللہُ أحسن الخالقین''

۵ ۔ ''غرّز الغرائز'' : غرائز غریزہ کی جمع سرشت اور طبیعت کے معنی میں ہے یعنی ہر موجود میں ایک خاص سرشت قرار دی۔

۶ ۔ ''ألزمھا أشباحھا'' : شَبَح،اشیاء کا وہمی سایہ اور ان کی خیالی تصویر اور یہاں پر مقصود یہ ہے کہ ہر خو اور طبیعت کے مالک کو جدا نہ ہونے والی سرشت اور طبیعت کے ہمراہ قرار دیا ہے، مثال کے طور پر ایک بہادر اور دلیر انسان ڈرپوک اور خوفزدہ نہیں ہوسکتا ۔

۷ ۔ ''عارفاً بقرائنها وأحناءها: ''قرائن قرین کی جمع مصاحب اور ہمراہ کے معنی میں ہے اور احناء حِنْوکی جمع، پہلو اور ہر ٹیڑھے پن اور کجی کے معنی میں ہے خواہ وہ جثہ ہو یا غیر جثہ لیکن یہاں پر پوشیدہ چیزوں سے کنایہ ہے، یعنی خدا وند عالم تمام موجودات کے تمام صفات اور ان کی طبیعتوں، خصلتوں سے آگاہ اور باخبر ہے۔

۸ ۔ ''أنشأ سبحانہ: فتق الأجواء و شقّ الأرجاء وسکائک الھواء۔فتق الاجواء'' فضاؤں کا شگاف ''شق الارجاء'' گرد و نواح اور اطراف کا کشادہ کرنا، ''سکائک الھوا''فضا اور ہوا کے اوپری حصے یعنی: خدا وند عالم نے کشادہ فضا اور اس کے مافوق ہوا کو تمام عالم ہستی کے اطراف میں خلق کیا اور اسے پھیلا دیا۔

۹ ۔ ''متلاطم''، ٹھاٹھیں مارنے والا، تھپیڑے کھانے والا، موج مارنے والا۔

۱۰۔ ''تیاّر'': موج، حرکت اور جنبش ۔

۱۱ ۔ ''متراکم'': ڈھیر، جمع شدہ (تہہ بہ تہہ)۔

۱۲۔ ''زخاّر'' لبریز اور ایک پر ایک سوار۔

نهضت ترجمه
Translation Movement

۱۳ ۔ ''الریح العاصفہ'': تیز و تند اور طوفان خیز ہوا۔

۱۴ ۔ ''الزّعزعُ القاصفة'': تیز و تند ہوا، گرج اور کڑک کے ساتھ ہوا ۔

۱۵ ۔ ''دفیق'': جہندہ اور اچھلنے والا۔

۱۶ ۔ ''اعتقم مھبّھا'' : اس کے چلنے والے رخ کو عقیم اور بانجھ بنا دیا یعنی اس ہوا کی خاصیت صرف پانی کو تحریک اور جنبش دینا ہے۔

۱۷ ۔ ’’اَدامَ مُربھا‘‘: ہمیشہ اس کے ہمراہ رہی۔

۱۸ ۔ ’’أمرھا بتصفیقِ الماء الزّخار و اثارۃ موج البحار‘‘ اسے حکم دیا تا کہ اس لبریز اور انبوہ کو تھپیڑے لگائے اور اس پر آپ دریا کو جنبش اور ہیجان میں لائے۔

۱۹ ۔ ’’مخض السقاء‘‘: وہ مشک جسے گردش دے کر (متھ کر) اس کے اندر دہی سے مکھن نکالتے ہیں یعنی یہ ہوا اس پانی کو اس مشک کے مانند گردش دیتی ہے جس سے مٹھا اور مکھن نکالتے ہیں۔

۲۰ ۔ ’’عصفت بہ عصفاً بالفضاء:‘‘ اسے شدت کے ساتھ ادھر اور ادھر جھکورے دیتی ہے۔

۲۱ ۔ ’’حتّی عب عبابہ و رفی بالزبد رکامہ‘‘ یہاں تک کے ایک دوسرے پر ڈھیر لگ گیا اور اس کی جنبش اور ڈھیر سے جھاگ پیدا ہوگیا ۔

۲۲ ۔ ’’مُنفتق‘‘: کھلا ہوا اور کشادہ۔

۲۳ ۔ ’’منفھق‘‘: وسیع و عریض

۲۴ ۔ ’’سفلیٰ‘‘: نچلا

۲۵ ۔ ’’عُلیا‘‘: اوپری۔

۲۶ ۔ ’’مکفوف‘‘: رکا ہوا، ٹھہرا ہوا ۔

۲۷ ۔ ’’سمک‘‘: بلند چھت۔

۲۸ ۔ ''دسار'': مسمار، کیل، ریسمان اور بندھن۔

۲۹ ۔ ''ثواقب'': ثاقب کی جمع ہے نور افشان یا نورانی شہاب۔

۳۰ ۔ ''فلک'': آسمان۔

۳۱ ۔ ''رقیم'': متحرک لوح اور صفحہ۔ قرآن کریم میں ''کون و ہستی'' یا ''عالم طبیعت'' [1] کلمۂ ''کون'' اور ''ہستی'' خارجی موجودات اور ظواہر طبیعت کو بیان کرتا ہے یعنی تمام مخلوقات انسان، حیوان، ستارے، سیارے، کہکشاں اور دیگر موجودات سب کو شامل ہے۔ ''کون'' اور ''ہستی'' ''مک میلان'' [2] کے دائرۃ المعارف کے مطابق، ان اجسام کے مجموعہ سے مرکب ہے جو شناخت کے قابل ہیں، جیسے: زمین، چاند، سورج، اجرام منظومۂ شمسی، کہکشائیں اور ان کے درمیان کی دیگر اشیاء، اسی طرح چٹانوں، معادن (کانیں) مٹی، گیس، حیوانات، انسان اور دیگر ثابت اور متحرک اجسام کو بھی شامل ہے۔ منجمین اور ماہرین فلکیات نے مجبوری اور ناچاری کی بنا پر لفظ ''کون'' کو آسمانی فضا اور اجرام کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ جبکہ مجموعہ ہستی کی وسعت اور کشادگی اتنی ہے کہ زمین آسمان، چاند سورج اور دیگر سیارے اس بیکراں، وسیع و عریض مجموعہ کے چھوٹے چھوٹے نقطے ہیں یہ خورشید اس کہکشاں کا صرف ایک ستارہ ہے کہ جس میں سو ملین (ایک ارب) کے قریب ستارے پائے جاتے ہیں۔

اور یہی ہماری زمین اور وہ دیگر سیارے جو سورج کے ارد گرد چکر لگاتے ہیں اور اس عالم کے نظم کو وجود میں لاتے ہیں، ہم انسانوں کی نگاہ میں بہت عظیم اور وسیع نظر آتے ہیں۔ ہماری زمین سے سورج کا فاصلہ تقریباً ۹۳ ملین میل کا ہے اور یہ انسان کی نظر میں کافی لمبی اور طولانی (۲) مسافت ہے، لیکن اگر اس مسافت کو اس مسافت سے جو کہ آفتاب منظومہ شمسی کے سب سے دور والے

---

[1] اقتباس از مقالۂ '' حافظ محمد سلیم '' ،مجلۂ ثقافتی ، نشریۂ سفارت پاکستان ، دمشق، فروری ـمارچ ، ۱۹۹۱ ء.

[2] MACMILLANENCILOPEDIA

سیارہ سے رکھتا ہے، موازنہ کیا جائے تو بہت کم اور مختصر لگے کی بطور مثال، ''پلوٹون'' سیارہ کی مسافت زمین سے تقریباً زمین اور خورشید کی مسافت کے چالیس گنا ہے یعنی ۳ ، ارب چھ سو بیس ملین (۳،۶۲۰،۰۰۰،۰۰۰) میل ہے۔

اصل ''کون و ہستی'' سے متعلق بہت سارے نظریات ہیں، ان میں سب سے جدید ''بیگ بانگ[۱]'' کی تھیوری ہے جو ۱۹۲۰ء میں جارج لا میٹر کے ذریعہ پیش کی گی ہے وہ واضح طور پر کہتا ہے: تمام مواد اور اشعہ ہستی میں ایک عظیم دھماکہ سے ظہور میںآئی ہیں اور طبیعت کی یہ وسیع شکل اسی کا نتیجہ ہے اور اسی طرح یہ وسیع تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس نظریہ کے مطابق مذکورہ دھماکہ تقریباً ۱۰ سے ۲۰ ، ہزار ملین سال قبل واقع ہوا ہے؛ اور اس بات کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہ ہائیڈروجن اور ہلیوم کا ابتدائی اور بلند ترین درجۂ حرارت اس طرح کی ناگہانی وسعت اور ہستی کی یکبارگی تشکیل کے لئے ہلیوم گیس سے کافی تھا، یہ نظریہ پریکٹیکل تجربات سے بخوبی ہماہنگی رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں حیرت انگیز اور قابل توجہ ایک دوسرا انکشاف ہے جو کہ ''ہابل[۲]'' (۲) کے قانون کے نام سے ہستی کی وسعت کے بارے میں معروف ہے، اس تھیوری کے مطابق ''کون وہستی'' کی وسعت ایک دائمی امر ہے اور یہ گسترش اور وسعت ہستی کی تمام جہات میں یکساں ہے، یہ تھیوری کہتی ہے: دور کی کہکشاؤں میں موجود ستاروں سے ساطع ہونے والے نور کا رنگ سُرخ طیف کی انتہا کی طرف حرکت کرتا ہے، یعنی ان کے طیفی خطوط بلند ترین موجوں کے طول کی طرف مکان بدلتے رہتے ہیں اور یہ یعنی کہکشاؤں کا ہم سے اور ہماری کہکشاؤں سے دور ہونا اور عالم میں کہکشاؤں کے درمیان فاصلوں کا اضافہ ہونا ہے۔

آخر میں ستارہ شناس دانشور اور علم نجوم کے ماہرین بہت عظیم کہکشاؤں کے بارے میں خبر دیتے ہیں جو راہ شیری کہکشاں[۳] کی کئی گنا ہیں، جن کا فاصلہ ہماری زمین سے دس ملین نوری سال ہے۔

---

[۱] BIGBANG THEORY

[۲] ''(اڈوین پاول ہابل ''ایک امریکی دانشور ہے کہ جو علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا۱۸۸۹ ـ ۱۹۵۳ء.

[۳] milkyway

ان کہکشاؤں کی شناخت پہلے مرحلہ میں تمام ہوئی اور بہت سارے دانشور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ''کون و ہستی'' بے انتہا وسعت اور پھیلاؤ کی جانب گامزن ہے یا ناچار اندر کی طرف سمٹ رہی ہے۔ کون و ہستی قرآن کریم کی روشنی میں قرآن کریم جوکہ آخری آسمانی کتاب ہے،بدرجۂ اکمل وضاحت کے ساتھ عالم ہستی و آفرینش کے بنیادی و اساسی حقائق سے پردہ اٹھاتی ہے اور اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ: جو کچھ ''کون و ہستی'' میں پایا جاتا ہے خداوند خالق و رب العالمین''کی تخلیق و آفرینش کی نشانی ہے،خداوند عالم نے چاند، سورج اور آسمان و زمین نیز ان کے مابین جو کچھ ہے سب کو متناسب اندازہ میں خلق کیا ہے۔

قرآن کریم اس سلسلے میں فرماتا ہے: (بدیع السموات والأرض واِذا قضیٰ أمراً فانّما یقول لہ کن فیکون[1]) زمین اور آسمانوں کو وجود دینے والا وہ ہے اور جب بھی کسی چیز کے ہونے کا حکم صادر کرتا ہے، تو صرف کہتا ہے: ہو جا، تو وہ چیز فوراً وجود میںآجاتی ہے۔ لفظ ''بدیع'' آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ خداوند عالم اشیاء کو عدم سے وجود میں لایا ہے،راغب اصفہانی ''مفردات'' نامی کتاب میں فرماتے ہیں: کلمۂ ''بدع'' اس معنی میں ہے کہ کوئی چیز بغیر ''مادہ'' اور نمونہ ''آئیڈیل'' کے وجود میں لائی جائے، یہ لفظ جب بھی خدا کے بارے میں اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات کی ردیف میں ذکر ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے اشیاء کوعدم سے خلق فرمایا ہے،''قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے: (وھوالذی خلق السّموات والأرض بالحق ویوم یقول کن فیکون[2]) وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ خلق فرمایا ہے اور جس دن کسی بھی چیز سے کہتا ہے: ہو جا! تو وہ فوراً موجود ہو جاتی ہے۔

راغب فرماتے ہیں: کلمۂ ''حق''کا استعمال کرنا بے مثال اور جدید چیز کی طرف اشارہ ہے، کہ جب بھی خالق کی صفت سے مربوط ہو، تو اس سے مراد کسی ئی چیز کو عدم سے وجود میں لانا ہے، یعنی خدا وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کو عدم سے وجود میں لایا۔ دوسری جگہ پر عالم خلقت کے مادی اور طبیعی مظاہر کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: (ھوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً

---

[1] بقرہ ،۱۱۷

[2] انعام ،۷۳

وقدّ رہُ منٰا زل لتعلموا عدد السّنین والحسا ب ما خلق اللہ ذٰلک الاّ با لحق یُ فصّل الا یات لقومٍ یعلمون[1])خدا وہ ہے جس نے سورج کوضیا باراور چاند کو نور بنا یا ہے اور اس (چا ند) کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ سال کا شمار اور کاموں کا حسا ب جان سکو، خدا وند عالم نے انھیں صرف حق کے ساتھ خلق کیا ،وہ (اپنی) آیات کی ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں تشریح کرتا ہے ۔

قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ خدا وند عالم عظمت تخلیق کی طرف اشارہ کر تے ہوئے فر ماتا ہے ۔ (أولم یروا أن اللہ الذی خلق السّموات والأرض ولم یعی بخلقھن بقا درٍ علیٰ أن یُ حیی الموتیٰ بلیٰ انہّ علیٰ کلّ شی ءٍ قدیر[2])کیا وہ نہیں جانتے جس خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق فرمایا اور ان کی تخلیق سے عا جز وناتواں نہیں ہے تھا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہی مردوں کو زندہ کر دے ہے؟ہاں وہ ہر چیز پر قادر وتوانا ہے ۔

گز شتہ آیات واضح طور پر بیان کر تی ہیں: صرف خدا وند عزوجل ہے جس نے اس عالم محوس کوبالکل صحیح اندازے کے مطابق موزوں اور منا سب طور پر خلق فرمایا ہے اور دوبارہ ان تمام موجو دکی تخلیق اوران کے لوٹانے پر قادر ہے، مادہ کی ہے تخلیق اور عالم ہستی کے تمام قوا نین اور ان کو حرکت میں لانے والی قوتوں میں اصل اصیل خدا وند عالم کا امر اور فرمان ہے ۔

تخلیق کی کیفیت :

قرآن کریم نے '' ہستی '' کی تخلیق کی کیفیت کو متعدد بار بیان کیا ہے؛ درج ذیل آیات تخلیق کے بنیا دی اصول و طرز کا خلا صہ ہما رے سا منے اس طرح پیش کرتی ہیں:الف ۔ (أولم یر الذین کفر وا أن السموات والأرض کا نتا رتقاً ففتقنٰھما و جعلنا من الماء کلّ شی ءٍ حیّ[3])آیا جو لوگ کافر ہو گئے ہیں کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین، متصل اورپیو ستہ تھے تو ہم نے انھیں جدا کیا اور وسیع بنایا اور ہر چیز کو پا نی سے حیات بخشی؟

---

[1] یونس ۵
[2] احقاف ۳۳
[3] انبیاء ۳۰

دوسری آیت میں زمین کی خلقت کے بعد آسمان کے شکل اختیار کرنے کے طریقے اور متقابل تاثیر اور امر خلقت کے پے در پے ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے ۔ب۔ (ثُمَّ استویٰ الی السماء وھی دُخان فقال لھا وللأرض ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا أتینا طائعین[1]) پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ ابھی وہ دھواں تھا، پھر اس سے اور زمین سے کہا : اپنی خواہش اور مرضی سے یا جبر واکراہ کے ساتھ آگے آؤ! دونوں نے کہا : ہم اطاعت گزار بن کر حاضر ہیں۔

پہلی آیت نے درج ذیل حقائق سے پردہ ہٹایا ہے:۱۔ جو مادہ ''ہستی'' کی پیدائش میں موثر ہے اس کی ایک ہی ماہیت اور حقیقت ہے۔

۲۔تمام ''ہستی'' ایک ٹکڑے کے مانند باہم پیوستہ اور جڑی ہوئی ہے۔

۳۔ اجزاءہستی کی وسعت اور اس میں تفکیک طبیعی قوانین اور مادہ کے تحول وتبدل کی روش پر مبتنی اور منظم ہے، یہ نظام صرف منظومہ شمسی اور ہماری کہکشاں میں جو سیارے انہیں سے وابستہ ہیں اس میں خلاصہ نہیں ہوتاہے، بلکہ خود کہکشائیں بھی،ایک برتر اور وسیع تر نظام کا جز ہیں جو کہ ایک دوسری شکلمیں،(منظومہ شمسی کے مانند) اپنے مرکزی محور پر گردش کر رہی ہیں۔

ڈاکٹر ''موریس بوکیل'' نے آخری زمانے میں ایک نظریہ کی بنا رکھی جو ''ہستی''کی شکل اختیار کرنے کے سلسلہ میں قرآن کی آیات کی روشنی میں بعض مسلمان علماء کے نظریہ کے مطابق ہے وہ ''کل کو قابل شمارش اجزاء میں تفکیک اور تبدیل کرنے کی فکر کے سلسلہ میں'' کہتا ہے :جدائی اور تفکیک ہمیشہ ایک مرکزی نقطہ سے ہوتی ہے جس کے عناصر ابتداء میں ایک دوسرے سے متصل اور جڑے ہوئے ہوتے ہیں''، یعنی وہی کہ جس کو آیہ شریفہ میں کلمہ ''رتق''، یعنی متصل اور پیوستہ سے اور ''فتق''،یعنی کھلا اور جدا سے تعبیر کیا گیاہے۔

[1] فصلت ، ۱۱

موجودہ علمی نظریہ کے مقابل جو کچھ ''انفجار ہستی[1]'' کے عنوان سے معروف ہوا ہے، وہ ایک زمانے میں ایک اتفاقی حادثہ کا نتیجہ ہے جو انتہائی درجہء حرارت کی وجہ سے استثنائی صورت میں پیش آیا تھا اور فرض یہ ہے کہ اس انفجار (دھماکہ) کے وقت تمام ہستی ایک نقطہ پر ایک جز کی حیثیت سے تھی اور یہ جدائی اس میں ظاہر ہوئی ہے سوائے اس کے کہ یہ مادی قوانین اس انفجار کا نتیجہ نہیں ہیں یہ نظریہ معلومات کے لحاظ سے ان معلومات کے مشابہ ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہوا ہے۔

جو بات حیرت میں اضافہ کا باعث ہے یہ ہے کہ قرآن کریم نے ۱۴۰۰ سو سال سے زیادہ پہلے اس راز سے پردہ اٹھایا ہے، جب کہ اس وقت کوئی علمی بحث اس طرح کی موجود نہیں تھی! ٹھیک اسی طرح سے قرآن کریم نے ''ہابل'' کے نظریہ میں جو کہ ہستی کی وسعت کے بارے میں حقائق بیان ہوئے ہیں ان اس سے بھی پردہ اٹھایا ہے اور سورہ ''ذاریات'' کی آیہ (۴۷) میں ارشاد ہوتا ہے (والسّماء بنینا ها بأیدٍ وانا لموسعون) ہم نے آسمان کی قدرت کے ساتھ بنیاد رکھی اور ہم ہمیشہ اسے وسعت بخشتے ہیں۔ جب ہم جدید نظریے کے مطابق ہستی کی وسعت اور اس کے طول و عرض کو سمجھنا چاہتے ہیں تو اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ خورشید میں موجود ''ہائیڈروجن'' ہمیشہ ایٹمی اور نیوکلیائی پگھلاؤ نے سے ہلیوم کے عنصر میں تبدیل ہوتا رہتا اور نورانی غبار[2] (۱) یعنی جو بہت چھوٹے چھوٹے ستاروں کے تودیغبار کے ذرات کے مانند نظر آتے ہیں، وہ حرارت آمیز ایٹمی اور نیوکلیائی شعلوں کے علاوہ کوئی دوسری شئی نہیں ہیں۔ اس طرح تمام ہستی بارور قدرت اور توانائی سے مرکب اور اسی پر مبنی ہے اور یہ صورت حال ہمیشہ توسعہ اور وسعت کی حالت میں ہے، یہ نتیجہ اس فرض کی بنیاد پر ہے کہ ''سرخ انتقال یا تحول[3]'' (۲) پیمانہ سرعت کے امکان کے ساتھ نور پر اجسام کی متقابل تاثیر کا نتیجہ ہے۔ ہم اس سلسلے میں، یعنی ہستی کی وسعت کے بارے میں جب قرآن کریم کی طرف مراجعہ کرتے ہیں تو اس کے لئے سب سے اہم کلمہ لفظ عالمین ہم کو نظر آتا ہے کہ جس کی دسیوں بار قرآن کریم میں تکرار ہوئی ہے، جیسے:

---

[1] bigbang
[2] stardust
[3] redshift

۱۔ (ولکن اللہ ذو فضلٍ علی العالمین) لیکن خداوند عالم ''عالمین'' کی نسبت لطف و احسان رکھتا ہے[1]۔

۲۔ (قل أن صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین[2]) کھو ہماری نماز، عبادت، زندگی اور موت سب کچھ عالمین کے رب کے لئے ہے۔

۳۔ (ألا لہ الخلق والأمر تبارک اللہ رب العالمین[3]) آگاہ ہو جاؤ! تخلیق و تدبیر اس کی طرف سے ہے، عالمین کا پروردگار بلند مرتبہ خدا ہے۔

۴۔ (وما أرسلناکَ اِلاّ رحمۃً للعالمین[4]) تمھیں عالمین کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

۵۔ (اِنّی اِنا اللہ ربُّ العالمین) میں ہوں ''عالمین'' کا پروردگار خدا۔ جن آیات کو ہم نے پیش کیا ہے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ عالم کا سید نظم بر قرار رکھنے والا، حافظ، خالق اور پروردگار اپنے وسیع معنی میں خداوند سبحان ہے اور کلمۂ ''عالمین'' ہستی یا عالم کے متعدد ہونے کے معنی میںآیا ہے۔ ان عوالم میں کروڑوں کہکشائیں پائی جاتی ہیں اور ایک کہکشاں کے ان گنت اور بے شمار منظوموں میں سے ہر ایک منظومہ میں ایسے کروڑوں ثابت اور سیار ستارے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے ارتباط اور اتصال رکھتے ہیں اور اگر کسی راہ شیری کہکشاں کے اربوں ستاروں میں سے کوئی ایک ستارہ کسی ایک سیاّرے سے پیوستہ مثلاً ہماری زمین سے اور مربوط ہو، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ کروڑوں سیاروں کے زمین سے متصل ہونے کا امکان ہے اور ''ہستی شناسی'' کے جدید علم کے مطابق دیگر سیارات سے ناگہانی ارتباط اور اتصال نہ آنے والے زمانے میں بعید نہیں ہے۔ ڈاکٹر ''موریس بوکیل'' نے ہستی کی وسعت اور ضخامت کے بارے میں جدید علمی معلومات فراہم کی ہیں، جیسے خورشید کی شعاع

[1] بقرہ۲۵۱
[2] انعام۱۶۳
[3] اعراف ۵۴
[4] انبیاء۱۰۷

اور نور کے پلوٹون تک پہنچنے کے لئے، جو کہ منظومہ شمسی کا ایک سیارہ ہے، نور کی رفتار سے (جس کی سرعت ہر سکینڈ میں تین لاکھ کیلو میٹر ہے) تقریبا چھ گھنٹہ کا وقت درکار ہے۔

اس لحاظ سے ، آسمانوں کے دور دراز ستاروں کے نور کو ہم تک پہنچنے کے لئے لاکھوں سال درکار ہوتے ہیں ۔عالم طبیعت کی یہ مختصراور بطور خلاصہ تحقیق کسی حد تک اس آیۂ شریفہ کے سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے:(والسّماء بنیناھا بأید و اِنا لموسعون[1])آسمان کو ہم نے قدرت سے بنایا اور مسلسل ہم اسے وسعت عطا کرتے رہتے ہیں۔

اور جب بات طبیعت اور ہستی کی تاریخ کی ابتداء میں ''خاکستر اور دھوئیں'' کے متعلق ہو تو قرآن کریم اس راز سے بھی پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتا ہے:(ثُمَّ استویٰ اِلیٰ السّماء و ھی دُخان[2]) پھر وہ آسمان کی تخلیق میں مشغول ہوگیا جب کہ وہ دھوئیں تھا ۔طبیعت و ہستی کے آغاز پیدائش میں ''دھوئیں'' کا وجود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت ہستی میں پایا جانے والا مادہ گیس کی صورت میں تھا ، جدید دانش میں محققین ''سدیمی ابر[3]'' کی تھیوری پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں : اپنے پہلے مرحلہ میں طبیعت و ہستی اسی طرح تھی۔

قرآن کریم فرماتا ہے:(قل أئنکم لتکفرون بالذی خلق الأرض فی یومین و تجعلون لہ انداداً ذلک ربُّ العالمین)(وجعل فیھا رواسی من فوقھا...ثُمَّ استویٰ اِلیٰ السّماء و ھی دُخان[4])کہو!کیا تم لوگ اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں خلق کیا ہے اور اس کے لئے شریک قرار دیتے ہو ؟وہ تمام عالمین کا رب ہے !اُس نے زمین میں استوار اور محکم پہاڑوں کو قرار دیا پھر آسمانوں کی تخلیق شروع کی جب کہ وہ دھوئیں کی شکل میں تھا ۔جب ہم ان آیات کی تلاوت کرتے ہیں تو درک کرتے ہیں کہ '' طبیعت و ہستی ''کا شکل اختیار کرنا اولین ''سدیمی'' بادلوں کا تہ بہ تہ ڈھیر ہونا پھران کی ایک دوسرے سے جدائی کا نتیجہ ہے ، یہ وہ چیز ہے کہ

[1] ذاریات،۴۷
[2] فصلت،۱۱
[3] nebula
[4] فصلت ،۹ تا۱۱

قرآن کریم وضاحت کے ساتھ جس کے راز سے پردہ اٹھاتا ہے پھر ان کاموں کی طرف اشارہ کرتے کرتے ہوئے کہ جن سے آسمانی '' دھوئیں اور دخان '' میں اتصال و انفصال پیدا ہوتا ہے، خلقت کا راز ہم پر کھولتا ہے، یہ وہی چیز ہے جس کو جدید علم اصل '' طبیعت و ہستی '' کے بارے میں بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

نهضة ترجمه
Translation Movement

فہرستیں

جلد اول و دوم ترتیب و پیشکش: سردارنیا

اسماء کی فہرست

آسیہ :۲۳۔ج۱.

آصف محنی : ۲۲۶

آل ابراہیمؑ: ۲۸۰۔ ج۱.

آل عمران : جلداول:۲۸۰۔جلددوم: ۳۷۔

آل فرعون : جلددوم : ۳۰۔۶۷۔

آل موسیٰؑ: جلددوم۴۸۔

آل ہارونؑ: جلددوم:۴۸۔

آمری : جلددوم:۲۱۷۔

براہیمؑ: ۲۲۸،۲۲۵،۲۱۸،۲۰۳،۱۸۶،۱۸۲،۱۷۳،۱۷۲،۱۶۶،۱۵۶،۱۴۸،۱۴۷،۸۰،۲۸،۲۶،۲۵،

۲۹۳،۲۸۰،۲۷۷،۲۷۶،۲۶۹،۲۴۴،۲۳۹،۲۳۸،۲۳۷۔

جلددوم: ۷،۱۳،۱تا ۱۵۲،۶۲،۶۱،۴۳،۳۷،۳۵،۳۴،۲۷۔

ابلیس: ۸۹،۱۰۲،۱۰۳،۱۰۷،۱۰۹،۱۱۱،۱۱۲،۱۱۵،۱۱۶،۱۱۸،۱۲۳،۱۲۴،۱۲۶،۱۲۷،۱۳۲،۱۳۷،۱۵۰،

۱۶۰،۱۶۱،۱۶۴،۱۶۳،۲۰۶،۲۲۱،۲۳۵،۲۳۷،۲۴۰ـ

جلد دوم: ۱۹،۵۳،۹۹،۱۲۰،۱۴۰،۱۵۵ـ

ابن ابی الحدید : ۱۳۲.

ابن ابی العوجاء : ۲۵۴،۲۵۵ـ

ابن اثیر : ۲۲۰ـ

ابن بابویہ : جلد دوم: ۲۳۴،۲۳۷ـ

ابن بطہ : جلد دوم : ۲۱۶.

ابن تیمیہ : جلد دوم : ۲۱۸ـ۲۱۹ـ

ابن حجر : ۲۵۵

ابن حزم : جلد دوم: ۱۹۳،۱۹۴،۲۱۵ـ

ابن حبان: ۲۵۵.

ابن خزیمہ : جلد دوم: ۲۱۶.

ابن خلکان : ۲۵۳.

ابن رشد : جلددوم:۲۱۸ـ ۲۱۹ـ

ابن زیاد : جلددوم:۲۰۸ـ

ابن سعد :۱۲۹ـ ۱۸۸ـ ۲۲۰ـ ۲۵۳ـ ۲۵۴ـ

جلددوم : ۱۸۵ـ

ابن سینا : جلددوم:۲۱۸ـ

ابن طفیل : جلددوم:۲۱۸ـ

ابن طولون : جلددوم:۲۳۷ .

ابن عباس : ۱۷ـ ۱۸۸ـ ۲۰۹ـ ۲۱۹ـ جلددوم:۱۵۲ـ ۱۸۲ـ ۱۸۳ـ ۲۰۱ـ

ابن عباس جوهری: جلددوم:۲۳۷ـ

ابن عساکر : جلددوم: ۱۳۲ـ ۲۰۱ـ

ابن قدامه: جلددوم: ۲۱۶ـ

ابن کثیر : ۱۸۸ـ ۲۲۰ـ ۲۸۴ـ جلددوم:۵۷ـ ۱۱۴ـ ۱۵۲ـ ۱۸۱ـ ۱۸۲ـ ۲۲۲ـ

ابن کلبی : جلددوم:۱۹ـ

ابن ماجه : جلددوم:۱۸۵ـ ۲۱۸ـ

ابن منظور : ۳۸۔

ابن ہشام : ۲۸۵۔ جلد دوم :۲۵۱۔

ابو الحسن اشعری:جلد دوم:۲۱۵۔۲۱۹۔

ابوبکر (خلیفہ)۲۷۹۔

ابو حاتم : ۲۵۵۔

ابو حنیفہ : ۲۶۲۔

ابو داؤد : ۱۲۹۔

ابو طالب تجلیل : جلد دوم:۲۳۷۔

ابو عبیدہ :۲۷۹۔

ابوملک بن یر بوشت :۲۵۸۔

ابو منصور ماتریدی سمرقندی؛ جلد دوم: ۲۲۲۔

ابو ہاشم جبائی: جلد دوم: ۲۳۰۔

ابو ہذیل علاف :جلد دوم:۲۲۰۔

ابو ہریرہ :۲۵۴.

ابوالهیثم : ۳۸ـ

ابووائل : جلددوم:۱۸۱ـ

احمدؑ: ۱۴ـ

احمد آرام : جلددوم: ۲۲۵ـ

احمد امین : جلددوم: ۲۱۵ـ

احمد ابن حنبل : ۱۴۸، جلددوم: ۱۰۲ـ ۱۱۳ـ ۱۸۵،۱۸۲ـ ۲۱۴ـ ۲۱۵ـ ۲۱۶ـ

سرسیداحمد خان ہندی : جلددوم: ۲۲۵،۲۲۴ـ

احمد محمود صبحی : جلددوم: ۲۲۴،۲۲۲،۲۱۸،۲۱۷،۲۱۳ـ

اخطل شاعر : جلددوم:۱۳۲ـ

خنوخ : ۲۲۰،۲۱۹ـ

ادریسؑ:۲۱۹ـ ۲۲۰ـ ۲۲۱ـ ۲۲۵جلددوم:۱۶۹ـ

اڈوین پاول ہابل : جلددوم:۲۴۷ـ

ارسطا طالیس : جلددوم:۲۱۸ـ

ارسطو : جلددوم:۲۱۸ـ ۲۲۴ـ

نهضة ترجمة
Translation Movement

اسامہ بن زید : ۲۶۶۔ ۲۶۷ ۔اسباطؑ: ۱۴۷۔ جلد دوم:۱۵۴ ۔

اسحقؑ:۱۴۷۔ ۱۴۸۔ جلد دوم:۲۲۔ ۲۷۔ ۵۳۔

اسرائیلؑ:۱۳۔۱۴۔ ۵۱۔ ۱۸۷۔۱۸۹۔۱۹۴۔۲۰۰۔۲۲۳۔۲۲۴۔۲۴۹۔۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۷۔ ۲۶۰۔

۲۶۱۔۲۶۳۔۲۹۰۔۲۹۲۳۔

جلد دوم:۱۰۳،۱،۷،۶۷،۶۶،۶۲،۶۱،۵۸،۵۶،۵۳،۵۲،۴۹،۴۸،۴۷،۴۵،۴۳،۴۲،۴۰،۳۸،۳۷،۳۴،۳۱،۱۵،۱۳۔

اسرافیلؑ:۹۰۔

اسماعیلؑ:۲۵۲،۱۹۹،۱۴۸،۱۴۷،۱۶۔ جلد دوم:۲۱۔ ۲۲۔ ۴۴،۳۵،۳۴،۲۷،۲۵،۲۴۔

اصحاب ۔ صحابی:۱۲۰،۱۰۳،۱۰،۹۔ جلد دوم:۱۱۹،۱۱۷،۸۷،۶۰،۴۰،۲۰۸،۱۸۱۔ ۱

لعازار کاہن:۲۲۳۔

الفرد بل : جلد دوم:۲۲۲۔

اقبال لاہوری : جلد دوم:۲۲۵۔

الیاسؑ:۲۲۵۔

امام ابوالحسنؑ:جلد دوم:۱۰۱۔

امام الحرمین : جلد دوم:۲۱۷ ۔

ائمہ اہل بیتؑ: ۲۷۷،۲۲۷،۱۲ ۔ جلد دوم :۲۰۳،۲۰۱،۱۹۵،۱۸۸،۱۸۶،۱۴ ۔

امام جعفر صادقؑ:۲۸۴،۲۷۳،۱۳۶،۱۱۰،۱۰۹ ۔ جلد دوم:۱۰۹،۱۰۶،۱۰۲،۱۰۱،۱۰۰،۹۶،۸۸،۱۹،

۲۳۵،۲۰۵،۲۰۳،۱۸۵،۱۵۳،۱۲۹،۱۱۴ ۔

امام حسن مجتبیؑ: جلد دوم ۲۰۱ ۔

امام حسینؑ: ۵۶ ۔ جلد دوم:۲۰۹،۲۰۸ ۔

امام زین العابدینؑ: جلد دوم ۱۰۶ ۔

امام علی بن ابی طالبؑ: ۱۳۵،۱۳۳،۱۳۲،۱۳۰،۶۹ ۔ جلد دوم: ۱۱۴،۱۰۳،۱۰۰،۶۱ ۔

امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ: ۲۷۹،۲۳۰،۱۳۷ ۔ جلد دوم ۲۰۳،۱۱۳،۱۸۷ ۔

امام کاظمؑ: جلد دوم :۱۱۳ ۔

امام محمد باقر ۔ :۱۳۶،۱۰۸ ۔ جلد دوم: ۱۸۸،۱۰۷،۱۰۱ ۔

امام امیر المومنین علیؑ: ۲۴۵ ۔ جلد دوم: ۲۲۷،۱۰۲،۱۱۳،۷۶ ۔

انس ابن مالک : ۲۵۲ ۔ ۲۵۵ ۔ ۲۶۱ ۔ ۲۶۲ ۔ ۲۸۴.

انصار : جلد دوم: ۲۹ ۔ ۶۹ ۔ ۷۰ ۔

انوش : ۲۱۹ ۔

اوریا : ۲۵۰ـ ۲۵۲ـ ۲۵٦ـ ۲۵۷ـ ۲۵۸ـ ۲۵۹ـ ۲٦۲ـ ۲۸۰ـ ۲۸۲ـ ۲۸۳.

اہل بیتؑ:۲۵٦. جلددوم:۲ـ ۵ـ ٦ـ ۷ـ ۸ـ ۱۴ـ ۱۱۵ـ ۲۱۹ـ ۲۲۵ـ ۲۲٦ـ ۲۲۷ـ ۲۳۰ـ ۳۲۱ـ ۲۳۲ـ

۲۳۳ـ ۲۳۴ـ ۲۳۵ ـ۲۳٦ـ ۲۳۷ـ ۲۳۹ـ ۲۴۰ـ

اےـ کریسی مرسیون :۳۴ـ

ایوبؑ: ۱۴۸ـ ۲۲۵ـ ۲۳۸.

(ب)

بحرانی :۱۲ـ

بخاری : ۲۲ـ ۲۱۰ـ

بشربن مروان : جلد دوم :۱۳۲ـ

بطلیموس :۹۱ـ

بلقیس :۱۱۱ـ ۲۲۹ـ

بوارد :۲۲۰ـ

بیگ بانگ : جلددوم : ۲۴۷ـ

بیہقی : جلد دوم : ۲۱۹ـ

(پ)

پطرس :۲۲۴ ۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم :۵۲۔۱۲۵۔۱۲۶۔۲۶۵۔۲۷۷۔۲۷۹۔۲۸۴۔

جلد دوم:۱۴۔۱۶۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۳۰۔ ۴۱۔ ۵۵۔ ۸۰۔ ۹۰۔ ۹۲۔ ۱۰۷۔ ۱۲۶۔ ۱۲۹۔

۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۶۔ ۱۴۲۔ ۱۵۶۔ ۱۶۲۔ ۱۷۴۔ ۱۸۵۔ ۱۹۶۔ ۲۰۳۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۵۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸ ۔

(ت)

تابعین :۲۶۱ ۔ جلد دوم :۱۸۱ ۔

ترمذی :۱۲۹۔ جلد دوم :۱۱۴۔ ۱۸۵۔

تمیم داری :۲۶۱ ۔

(ث)

ثقفی : ۱۳۴۔

(ج)

جاحظ؛ جلد : دوم :۲۲۰ ۔

جبائیان :جلد دوم: ۲۲۰۔

جبرائیلؑ:۶۴۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۵۶۔ ۲۵۲۔ جلد دوم :۱۷۔ ۹۰۔

جعفر سبحانی جلد:دوم : ۲۲۲۔

جمال الدین اسد آبادی جلد :دوم : ۲۲۵۔

ڈاکٹر جواد علی :۲۵۳۔

جورج لاییتر : جلد دوم :۲۴۷۔

جوہری : جلددوم : ۱۵۶۔

جوینی : جلددوم :۲۱۸۔

(ح)

حارث محاسبی : جلددوم :۲۲۷۔

حافظ محمد سیلم : جلددوم :۲۴۶۔

حام : ۲۲۱۔

حجاج ابن یوسف :۲۵۳۔

حر عاملی : جلددوم :۲۳۷ ۔

حسن بصری : ۲۵۱۔۲۵۳۔۲۵۴۔۲۵۵۔۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔۲۶۳۔

حمیری :۲۵۳۔

حوا : ۱۲۳۔ ۱۲۵۔ ۱۲۷۔ ۱۲۹۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۲۱۹۔ جلد دوم :۱۸۔

حواری ؛حواریوں ؛ حوارین : ۱۸۸۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔

(خ)

خاتم الانبیاء؛خاتم المرسلین؛خاتم النبیین:۱۳۔۲۶۔۲۸۔۳۰۔۷۰۔۸۸۔۹۰۔۹۱۔۹۸۔ ۹۹۔

۱۲۶۔۱۵۳۔۱۵۶۔۱۷۴۔۱۸۲۔۲۰۸۔۲۱۶۔۲۳۵۔۲۴۷۔ جلد دوم :۱۳۔ ۱۵ ۔ ۲۵ ۔۲۶۔۲۹۔ ۳۸۔۴۰۔ ۴۱۔

۴۴۔ ۴۵۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۸۔ ۷۰۔ ۸۳۔ ۱۱۲۔ ۱۴۰۔

خازن : ۲۶۳۔ ۲۸۳۔

خدیجہ ام المومنین علیہا السلام : ۲۶۶۔

حضرت خضر ۔: ۲۶۳۔

خنوخ : ۲۱۹۔ ۲۲۰۔

(د)

دارمی : جلد دوم :۲۔ ۸۹۔ داود:۱۰۸۔ ۱۴۷۔ ۱۸۹۔ ۲۳۵۔ ۲۳۸۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۷۶۔ ۲۸۰۔

۲۸۲۔ ۲۸۹۔ جلددوم :۵۸۔ ۱۸۶۔ ۱۸۸۔ ۱۹۹۔

ڈیکارٹ: جلد دوم :۲۱۸۔

(ذ)

ذوالکفل : ۲۲۵۔ ۲۳۸۔

ذوالنون: ۲۸۰۔ ۲۸۱۔

(ر)

راغب اصفہانی: ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۵۷۔ ۲۷۸۔ جلد دوم: ۴۷۔ ۲۲۷۔ ۲۴۸۔

ربیعۃ بن الحرث بن عبد المطلب : ۵ ۲۸۔ رسول خداء: ۱۰۔ ۱۱۔ ۵۶۔ ۷۵۔ ۱۲۹۔ ۱۳۷۔ ۱۶۱۔ ۱۷۷۔ ۲۱۰۔ ۲۴۴۔
۲۴۵۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۷۹۔ ۲۸۲۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ جلددوم: ۱۱۔ ۵ ۲۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۷۸۔ ۹۵۔
۱۰۰۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۶۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۵۳۔ ۱۵۵۔ ۱۸۰۔ ۱۸۶۔ ۲۲۶۔ ۲۳۷۔

روح الامین: ۱۱۔ ۶۴۔ ۶۹۔ ۷۱۔ ۱۳۴۔

روح القدس: ۵۶۔ ۵۷۔ ۶۴۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۱۳۴۔ ۱۹۳۔ جلددوم: ۳۲۔ ۳۶۔ ۴۳۔ ۴۴۔

ریچرڈ واٹس: ۱۲۴۔ جلددوم: ۳۸۔

(ز)

زعفرانی: جلددوم: ۲۱۶۔

زکریاء: ۵۴۔ ۱۵۶۔ ۲۳۸۔ جلددوم: ۱۶۹۔

زلیخا: ۲۳۷۔ ۲۴۱۔

زھدی حسن جار اللہ : جلد دوم :۲۲۱۔

زھیر بن ابی سلمی : ۲٦۲۔

زیاد ابن ابیہ : جلد دوم :۲۰۸۔

زید بن ثابت ؛ ۲۵۳۔

زید بن حارثہ : ۲۱۰۔ ۲٦۵۔ ۲٦٦۔

زید بن محمدؑ:۲٦٦۔

زین العابدین امام علی بن الحسینؑ:۲٦۳ ۔ جلد دوم :۱۰٦۔

زینب بنت جحش :۲٦۳۔ ۲٦۵۔

(س)

سام : ۲۲۲۔

سا مری : ۱۲۴۔ جلد دوم :۴۸۔ ۱۵۲۔

سا می البدری :۴ ۱۲ ۔

السبکی : جلد دوم :۲۲۲ ۔

سعد بن ابی وقاص: جلد دوم :۴۱ ۔

سفیان بن عیینہ : ۲۶۳۔

سکاکی : ۳۰۰ ۔

سلیمانؑ : ۹۷ ۔ ۹۸ ۔ ۱۰۸ ۔ ۱۰۹ ۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲ ۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۷۵۔ ۱۸۷۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۹۔ ۲۳۸۔

جلددوم : ۵۸۔ ۱۵۳۔

ڈاکٹر سلیمان دنیا : جلددوم : ۲۲۳۔

سمعون : ۲۲۴۔

سموئیل : ۲۵۶۔ ۲۶۰۔

سمیع عاطف الزین : جلد دوم : ۲۲۴۔

سواع : ۲۲۱ ۔ جلددوم : ۱۸۔

سیوطی : ۱۲۔ ۱۰۷۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۶۲۔ جلددوم : ۵۸۔

(ش)

شافعی : ۲۶۲ ۔ جلددوم : ۲۱۶۔

شعبہ : ۲۵۵۔

شعیبؑ : ۲۱۷۔ ۲۲۵۔ جلد دوم : ۱۷۔ ۲۷۔

شفیق بن سلمہ : جلددوم :۱۸۱۔

شمعون :۲۲۴۔

شوکانی : جلد دوم :۲۱۷۔۲۱۹۔

شہرستانی : جلددوم :۱۹۳۔۱۹۴۔

شیخ صدوق : ۱۱۱۔ ۱۲۹۔ ۲۸۳۔ جلددوم :۷۹۔۸۷۔ ۸۹۔ ۹۸۔۱۰۱۔۱۰۷۔۱۰۹۔۱۱۰۔۱۱۸۔۱۱۹۔ ۱۵۳۔۱۸۶۔۱۸۷۔۲۰۱۔

شیخ مفید : جلد دوم :۲۳۴۔۲۳۶۔

شیث: ۱۲۵۔۲۱۹۔ ۲۲۰۔۲۲۱۔

(ص)

صابونی : جلددوم :۲۱۷۔

صالحؑ: ۴۲۔۲۳۱۔ جلددوم : ۱۷۔

(ط)

طبری : ۲۲۰۔ ۲۴۸۔۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۶۱۔ ۲۶۴۔ جلددوم :۱۱۴۔ ۱۵۲۔۱۸۱۔۱۸۳۔۱۸۴۔

طیالسی : جلددوم :۱۸۔۱۸۶۔

ع)عباس بن عبد المطلب : ۲۸۵ ۔

عباس علی براتی : جلد دوم :۲۱۳۔

عبد الجبار بن احمد ہمدانی : جلد دوم :۲۲۰۔

عبد الحلیم محمود : جلد دوم :۲۱۸۔

عبد الرزاق نوفل : جلد دوم :۲۲۴۔

عبد اللہ بن عباس : ۲۶۲۔

عبد اللہ بن عمرو عاص :۲۶۱۔

عبد المطلب :۲۶۶

عبد الوھاب بن احمد : جلد دوم :۲۲۴۔

عبید اللہ بن حسن عنبری : جلد دوم : ۲۱۷۔

عثمان (خلیفہ) :۲۶۱۔

عزرائیلؑ : جلد دوم :۹۰

عزّیٰ :۴۹۔

عزیرؑ : ۔۵۰۔

علی بن ابراہیم :۲۸۳۔ جلد دوم :۱۸۸۔

علی بن ابی طالب علیہ السلام: یہ امام علی ۔ میں گزر چکا ہے.

علی بن حسین علیہ السلام: یہ امام زین العابدین ۔ میں گزر چکا ہے۔

علی بن حسین الموسوی: جلد دوم: ۲۲۹۔

علی بن جدعان: ۲۶۳

علی بن جہم: ۲۷۶ـ۲۸۱۔

علی بن زید: ۲۵۴۔

علی بن طاووس: جلد دوم: ۲۲۶۔

علی حسین الجابری: جلد دوم: ۲۱۹۔

علی سامی النشار؛ جلد دوم: ۲۱۹۔

عمر بن خطاب (خلیفہ): ۲۶۱ـ جلد دوم: ۱۸۱۔

عمر بن عبد العزیز: جلد دوم: ۱۸۱۔

عمرو بن شعیب: جلد دوم: ۲۱۴۔

عمرو بن عبید: جلد دوم: ۲۲۰۔

عیسیٰ علیہ السلام: ۱۳ـ۵۱ـ۵۲ـ۵۴ـ۵۶ـ۵۸ـ۶۴ـ۶۸ـ۱۴۷ـ۱۷۲ـ۱۷۳ـ۱۸۲ـ۱۸۸ـ۱۹۴۔

نهضة ترجمة
Translation Movement

جلد دوم :۱۳۔ ۱۷۔ ۶۳۔

عیسیٰ ناصری :۱۸۹۔

(غ)

غزالی : جلد دوم :۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۳۔

(ف)

فارابی : جلد دوم :۲۱۸ ۔

فخر رازی :۲۸۳۔ جلد دوم :۲۱۷۔

فرعون:۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۴۴۔ ۱۵۳۔ ۱۲۷۔ ۲۱۷۔ ۲۳۵۔ ۲۷۳۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔

جلد دوم :۲۶۔ ۲۷۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۴۷۔ ۵۴۔ ۶۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔

فرید وجدی : جلد دوم :۲۲۴ ۔

فروزآبادی : جلد دوم :۱۵۶۔

(ق)

قابیل : ۲۲۰۔ ۲۲۱۔

قاسم رسّی : جلد دوم : ۔۲۲۰۔ ۲۲۱۔

قاسمی : جلددوم :۲۱۹۔

قرطبی :۲۸۴۔ جلددوم :۱۰۰ ۔۱۱۴۔۱۸۳۔

قمی :۱۳۶۔۲۱۰۔۲۸۳۔

قینان : ۲۱۹۔۲۲۰۔

(ک)

کسریٰ :۲۵۳۔

کعب الاحبار :۲۶۱

کلینی : جلددوم :۲۲۷۔

کندی : جلددوم : ۲۱۸۔

(ل)

لات ۔۱۸۹۔

لقمان :۲۶۔۲۴۰۔۲۸۹۔

لمک :۲۲۰۔۲۲۱۔

لوط علیہ السلام :۲۳۔۲۵۔ ۶۲۔۶۳۔ ۱۸۷۔

جلددوم : ۷۔۲۔۱۳۴۔ ۷ ۱۹۔ ۱۹۹۔

(م)

مک میلان : جلددوم :۲۴۶ ۔

مالک : ٦١۔

مامون خلیفہ عباسی : ۱۳۷۔ ۲۷۹۔ جلددوم :۲۲۰۔۲۲۱۔

متوشلخ ؛ ۲۲۰۔۲۲۱۔

متوکل خلیفہ عباسی : جلددوم :۲۲۰۔

مجلسی : ۹۲۔۹۳۔ جلددوم :۱۹۔۱۸٦۔۱۸۸۔

محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم : ۷۔۹۔ ۱۸۲۔ ۲۲۵۔ ۲۳۱۔ ۲٦۵۔۲٦۸۔

جلددوم : ۷۔۱۳۔۱۷۔۲۰۔۳۹۔۴۴۔۵٦۔۵۹۔٦۰۔٦۳۔۱۰۷۔۱۱۷۔۱۴۰۔۱٦۷۔۲۳۷۔۲۴۱۔

محمد ابو زهره : جلددوم :۲۲۲۔

محمد بن علی الباقر علیہ السلام :۱۰۸۔۱۳٦۔ جلددوم :۱۰۷۔

محمد بن بابویہ : جلددوم :۲۳۴۔

محمد حمید حمد اللہ : جلد جلددوم :۲۱۵۔

محمد سلیم حافظ : جلد دوم: ۲۴۶۔

محمود شلتوت : جلد دوم : ۲۲۵۔

مخنف بن سلیم : ۲۴۵۔

مرتضی (الشریف) : جلد دوم:۲۲۹۔

حضرت مریم علیہ السلام :۲۳۔۲۴۔ ۲۵۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۴۔ ۵۶۔ ۶۲۔ ۶۸۔ ۷۰۔ ۱۳۴۔ ۱۹۴۔ ۱۹۹۔ ۲۰۲۔

جلد دوم :۵۱۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۱۱۱۔ ۱۴۳۔ ۱۶۷۔ ۱۶۹۔

مزّی :۲۵۵۔

مسعودی : ۲۲۰۔ جلد دوم :۲۴۱۔

مسلم :۵۱۔ جلد دوم :۲۔ ۱۸۲۔

مسیح علیہ السلام :۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۴۔ ۵۶۔ ۵۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۲۱۱۔ جلد دوم :۲۱۸۔

معتصم خلیفہ عباسی : جلد دوم :۲۲۰۔

معروف بن خربوذ : جلد دوم : ۱۰۱۔

مقاتل بن سلیمان : ۲۶۲۔

ملک الموت : ۶۵۔ ۷۱۔ ۱۰۸۔ جلد دوم :۸۶۔ ۸۸۔ ۹۰۔ ۹۱۔

منات : ۴۹۔

منصور حلاج : جلد دوم :۲۲۳۔

منصور دوانقی : جلد دوم :۲۲۰ ۔

موریس بوکیل : جلد دوم :۲۵۰۔ ۲۵۲۔

موسیٰ علیہ السلام : ۲۶۔۲۷۔۳۷۔۱۴۷۔ ۱۴۸۔۱۵۳۔۱۵۷۔۱۶۱۔ ۱۷۲۔۱۷۴۔۱۹۰۔ ۲۰۵۔۲۱۰۔ ۲۱۸۔ ۲۱۳۔ ۲۲۴۔

۲۲۵۔۲۲۹۔ ۲۳۴۔ ۲۷۲۔۲۷۴۔۲۷۵۔ ۲۷۹۔۲۸۹۔۲۹۰۔۲۹۱۔۳۰۱۔

جلد دوم :۱۳۔۱۹۔ ۲۲۔۲۷۔ ۲۹۔ ۳۲۔ ۳۳۔۳۸۔۳۹۔ ۴۰۔۴۴۔ ۴۶۔

۵۰۔۵۲۔۵۵۔۵۶۔۵۹۔۶۰۔۶۲۔۱۰۹۔۱۳۹۔۱۴۱۔۱۵۲۔۱۵۶۔۱۶۹۔۱۷۱۔

مہاجرین : جلد دوم :۲۹

مہلائیل :۲۲۱۔

میر جلال الدین حسینی ؛۱۳۴ ۔

میر داماد :۹۲۔

میکائیل :٦٧۔ جلد دوم :۹۰۔

(ن)

ناتان : ۲۵۸ـ۲۵۹ ـ

الندیم : ۳۰۰ ـ

نسائی : جلددوم : ۱۸۲ـ

نسر : جلددوم : ۱۸ـ

نسناس : ۱۳۲ـ

نصربن مزاحم : ۲۴۵ـ

نظّام : جلددوم : ۲۲۰ ـ

نمرود ؛ جلددوم : ۲۶ـ

نوح علیہ السلام : ۲۳ـ ۲۴ـ ۲۵ـ ۴۰ـ ۸۰ـ ۸۹ـ ۹۰ـ ۱۲۵ـ ۱۴۷ـ ۱۴۸ـ ۱۶۱ـ ۱۶۲ـ ۱۶۳ـ ۱۸۲ـ

۱۸۸ـ ۲۱۶ـ ۲۱۷ـ ۲۲۱ـ ۲۲۲ـ

جلد دوم : ۱۳ـ ۱۵ـ ۱۷ـ ۱۸ـ ۲۰ـ ۲۶ـ ۲۷ـ ۶۱ـ ۱۳۹ـ ۱۴۲ـ ۱۶۸ـ

(و)

واصل بن عطاء : ۲۵۴ـ جلد دوم : ۲۲۰ ـ

واقدی : ۲۶۸ـ ۲۶۹ـ

ودّ : ۲۲۱۔ جلددوم : ۱۸۔

وهب بن منبه : ۲۴۸۔ ۲۵۳۔ ۲۵۶۔ ۲۶۰۔ ۲۶۲۔ ۲۶۴۔

(ه)

ہابل : جلددوم : ۲۴۷۔

ہارون علیہ السلام : ۱۴۸۔ ۱۶۱۔ ۲۲۳۔ ۲۲۹۔ ۲۳۴۔ ۲۷۴۔ ۲۹۰۔ ۲۹۴۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔

جلددوم : ۴۸۔ ۵۸۔ ۵۳۔

ہاشم : ۲۶۶۔

ہبۃ اللہ : ۲۱۹۔

ہود علیہ السلام : ۱۷۶۔ ۲۱۷۔ جلددوم : ۱۷۔ ۱۲۱۔ ۱۳۰۔ ۱۳۹۔ ۱۷۹۔

Translation Movement

(ی)

الیافعی : جلددوم : ۲۲۲۔

یافث : ۲۲۱۔

یاقوت حموی : ۱۲۴۔

یتشبع دختر الیعام : ۲۵۶۔

یحییٰ علیہ السلام : ۵۴ ۔ جلد دوم : ۱۶۹۔

یزید بن معاویہ : ۲۸۵ ۔

یزید رقاشی : ۲۵۲ ۔ ۲۵۵ ۔ ۲۶۱ ۔ ۲۸۴ ۔

یسع : ۲۱۸۔

یعقوب علیہ السلام : ۱۴۷ ۔ ۱۸۶ ۔ ۱۹۹ ۔ جلد دوم : ۲۷ ۔ ۳۸ ۔ ۳۹ ۔ ۴۴ ۔ ۴۷ ۔ ۵۶ ۔ ۶۲ ۔

یعقوبی : ۲۲۰ ۔

یعوق : ۲۲۱ ۔ جلد دوم : ۱۸ ۔ ۱۹۔

یغوث : ۲۲۱ ۔ جلد دوم : ۱۸ ۔ ۱۹۔

یوآب : ۲۵۷۔

یوسف علیہ السلام : ۱۸۱ ۔ ۲۳۷ ۔ ۲۴۱ ۔ ۲۴۲ ۔ ۲۵۳ ۔ ۲۷۰ ۔ ۲۷۱ ۔ ۲۷۷ ۔ ۲۷۸ ۔ ۲۸۰ ۔ ۲۸۱ ۔

یوشع بن نون : ۲۲۳ ۔ ۲۲۴ ۔ ۲۲۵ ۔

یونس علیہ السلام : ۱۴۷ ۔ ۱۵۹ ۔ ۲۸۰ ۔ ۲۸۱ ۔ جلد دوم : ۱۸۳ ۔ ۱۸۴۔

یھودا : ۲۵۷ ۔ ۲۵۹ ۔ جلد دوم : ۵۸ ۔

کتاب کے صفحات کی ترتیب کے اعتبار سے آیات کریمہ کی فہرست

جلد اول

۱۔ انا أنزلناہ قر�آناً عربیاً..............................۔۔۔۔۔۔یوسف: ۱۱

۲۔ نزل بہ الروح ال�أمین...............................۔۔۔۔۔۔ شعراء: ۱۱

۳ ۔ کلّ الطعام کان حلاً لبنیِ اسرائیل...................۔۔۔۔۔۔۔....آل عمران: ۱۳

۴ ۔ و اِذ قال عیسی بن مریم یا بنی اِسرائیل...............۔۔۔۔۔ صف: ۱۴

۵۔ و اِذا اَخذ ربک من بنی آدم من...................۔۔۔۔۔۔۔ اعرف: ۱۹

۶۔ انما أشرک آباؤنا من قبل.......................۔۔۔۔۔۔۔ اعراف: ۱۹

۷۔ ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرأۃ نوح............۔۔۔۔۔۔۔تحریم: ۲۳

۸۔ و ھی تجریِ بھم فی موج کا لجبال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ھود: ۲۵

۹۔ و لقد آتینا اِبراہیم رشدہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انبیاء: ۲۵

۱۰۔ و اتل علیھم بنا اِبراہیم اِذ قال لأبی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شعراء: ۲۵

۱۱۔ قال موسیٰ أتقولون للحق لما جاءکم أسحر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یونس: ۲۶

۱۲۔ و اِذا قیل لھم تعالوا اِلی ما أنزل اللہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مائدہ: ۲۶

۱۳۔ و من النا س من یجا دل فی اللہ بغیر علم۔۔۔۔۔۔۔۔لقمان: ۲۶

۱۴۔ و جعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الر حمن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔زخرف: ۲۷

۱۵۔ وکذ لک ما أرسلناک من قبلک فی قریۃ۔۔۔۔۔۔زخرف: ۲۷

۱۶۔ فذکر اِنما أنت مذ کر لست علیھم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غا شیہ: ۳۰

۱۷۔ و أنزلنا اِلیک الذ کر لتبین للنا س۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نحل: ۳۰

۱۸ ۔ و لقد جعلنا فی السماء برو جاً و..........۔۔۔۔ حجر: ۳۴

۱۹۔ و الأرض مد دنا ھا وألقینا ....۔۔۔۔ حجر: ۳۴

۲۰ ۔ اِن فی خلق السّموا ت و الأ رض و اختلا ف..........۔۔بقرہ: ۳۵

۲۱۔ أرأیت من اتخذ اِلھہ ھوا ہ أفأنت تکون و أضلہ اللہ.........فرقان: ۳۷

۲۲۔ أرأیت من اتخذ اِلھہ ھواہ أفأنت تکون و اضلہ اللہ......... جاثیہ: ۳۷

۲۳ ۔ و من أضل ممّن اتبع ھواہ بغیر ھدیً من اللہ .... ۔ قصص: ۳۷

۲۴۔ لئن اتخذت اِلھا غیریِ.............................اعرا ف: ۳۷

۲۵۔ و قال المأ من قوم فرعون اتذ ر موسیٰ و.............. ۔ شعرا ء: ۳۷

۲۶۔ الذین یجعلون مع اللہ اِلھاً آخر............................ ۔ حجر: ۳۸

۲۷ ۔ و لقد خلقنا الاِنسان من سلا لۃ من طین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مؤ منون: ۳۹

۲۸ ۔ و لقد أرسلنا نو حاََ اِلی قو مہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مؤ منون: ۴۰

۲۹ ۔ ما اتخذ اللہ من و لد و ما کان معہ من اِلہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مؤ منون: ۴۱

۳۰ ۔ أم جعلوا للہ شر کا ء خلقوا کخلقہ فتشا بہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رعد: ۴۱

۳۱ ۔ أفمن یخلق کمن لا یخلق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نحل: ۴۱

۳۲ ۔ ذلکم اللہ ربکم لا اِلہ الاّ ھو خا لق کل شیء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انعا م: ۴۲

۳۳ ۔ یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من اِلہ غیرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ھود ۴۲

۳۴ ۔ من خالق غیر اللہ یر زقکم.......................۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔.فا طر: ۴۳

۳۵ ۔ و اتخذو ا من دو نہ آلھۃََ لا یخلقون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فر قان: ۴۳

۳۶ ۔ ے�أیّھا النا س ضرب مثل فا ستمعوا لہ.........حج: ۴۳

۳۷ ۔ قل أ ر أیتم اِن أخذ اللہ سمعکم..........۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انعا م: ۴۴

۳۸ ۔ الذی لہ ملک السموات واأا رض...........۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اعرا ف: ۴۴

۳۹ ۔ من الہ غیر اللہ یا تیکم بضیاء.......................۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قصص: ۴۴

۴۰ ۔ ذلکم اللہ ربکم لہ الملک لا الالہ الاّ ھو................۔ ۔ ۔ ۔ زمر: ۴۴

۴۱ ۔ لا اِلہ اِلّا ھو یحیی و یمیت ربکم و ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ .... دخان: ۴۵

۴۲ ۔ اِنّما الحکم اللّٰہ الذی لا اِلہ اِلّا ھو.......................... ۔ ۔ ۔ ۔ طہ: ۴۵

۴۳ ۔ قل لوکان معہ آلھۃ کما یقولون..................... ۔ ۔ ۔ ۔ اسراء: ۴۵

۴۴ ۔ واتخذوا من دون اللّٰہ آلھۃ لیکون...................... ۔ ۔ مریم: ۴۵

۴۵ ۔ ءأتخذ من دونہ آلھۃ أن یردن.................... ۔ ...... ۔ ۔ یس: ۴۵

۴۶ ۔ أم لھم آلھۃ تمنعھم من دوننا............................ ۔ ۔ ۔ انبیاء: ۴۵

۴۷ ۔ واتخذوا من دون اللّٰہ آلھۃ لعلھم..................... ۔ ۔ یس: ۴۵

۴۸ ۔ فما أغنت عنھم آلھتھم التی............................ ۔ ۔ ۔ ھود: ۴۵

۴۹ ۔ اِنّما اللّٰہ اِلہ واحد .... ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نساء: ۴۶

۵۰ ۔ لقد کفر الذین قالوا اِن اللّٰہ ثالث........................مائدہ: ۴۶

۵۱ ۔ و قال اللّٰہ لا تتخذوا اِلٰھین اثنین........ ۔ .... نحل: ۴۶

۵۲ ۔ اِنّنی انا للّٰہ لا اِلہ اِلا أنا فاعبدنی.......... ۔ .... طہ: ۴۶

۵۳ ۔ و ما أرسلنا من قبلک من رسول......... ۔ ....انبیاء: ۴۶

۵۴ ۔ أمَن خلق السموات و الأرض و أنزل .... نحل: ۴۶

۵۵ ۔ فاستفتھم الربک البنات و......................۔ صافات: ۴۸

۵٦ ۔ أم اتخذ مما یخلق بنات و.......................۔ ۔ زخرف: ۴۸

۵۷ ۔ و اِذا بشر أحد ھم بما ضرب للرحمن............۔ ۔ خرف: ۴۹

۵۸ ۔ أ فرأیتم اللات و العزی.........................۔ ۔ نجم: ۴۹

۵۹ ۔ اِن الذین لایؤمنون باآ اخرہِ لیسمون........... نجم : ۴۹

٦۰ ۔ و جعلوا اللہ شرکاء الجن و خلقھم..................۔ ۔ انعام: ۵۰

٦۱ ۔ و یوم یحشر ھم جمیعاً ثم یقول..................۔ ۔ ۔ سبا : ۵۰

٦۲ ۔ و قالت الیھود عزیز ابن اللہ..........................۔ ۔ توبہ: ۵۰

٦۳ ۔ یا أھل الکتاب لا تغلو أفی دینکم..........۔ نساء: ۵۱

٦۴ ۔ لقد کفر الذین قالوا اِن اللہ ھو المسیح........۔ ۔ ....مائدہ : ۵۱

٦۵ ۔ اِن مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم.........۔ ۔ ۔ ....آل عمران: ۵۲

٦٦ ۔ وقالوا اتخذ الرّحمن ولدا .... ۔ مریم : ۵۲

٦۷ ۔ قل ھو اللہ أحد اللہ الصمد.......................... ۔ اخلاص : ۵۳

٦۹ ۔ اِن اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ..................۔ ...... ۔ آل عمران: ۵۴

۷۱۔ والملائکہ یسبحون بحمد ربھم.......................۔۔۔۔۔شوری: ٦٢

۷۲۔ یخافون ربھم من فوقھم..............................۔۔۔نحل: ٦٢

۷۳۔ فأرسلنا اِلیھا روحنا فتمثّل لھا........................۔مریم: ٦٢

۷۴۔ ولقد جاءت رسلنا اِبراھیم بالبشری..........۔ھود: ٦٢

۷۵۔ اِذ تستغیثون ربکم...........................۔۔۔۔..............۔انفال: ٦٣

۷۶۔ اذیوحی ربک اِلی الملائکہ..........................۔۔.......۔انفال: ٦٣

۷۷۔ اِذتقول للمؤمنین أ لن یکفیکم....................۔۔۔آل عمران: ٦٣

۷۸۔ اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً.................................۔۔حج: ٦٤

۷۹۔ اِنہ لقول رسول کریم.........۔۔۔۔۔..................تکویر: ٦٤

۸۰۔ قل من کان عدواً لجبریل فاِنہ...................بقرہ: ٦٤

۸۱۔ واِنہ لتنزیل رب العالمین نزل بہ.................. شعراء: ٦٤

۸۲۔ قل نزلہ روح القدس من ربک.................... نحل: ٦٤

۸۳۔ وآتینا عیسی بن مریم البینات........................بقرہ: ٦٤

۸۴۔ تنزل الملائکۃ والروح فیھا باِذن....................قدر: ٦٥

۸۵ ۔ ولقد خلقنا الاِنسان ونعلم ما توسوس............ق: ۶۵

۸۶ ۔ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکلّ.............. سجدہ: ۶۵

۸۷ ۔ حتیٰ اِذا جاء أحدکم الموت توفتہ....................انعام: ۶۵

۸۸ ۔ الذین تتوفاکم الملائکۃ ظالمی أنفسھم............. نحل: ۶۵

۸۹ ۔ تعرج الملائکۃ والروح اِلیہ فی....................معارج: ۶۶

۹۰ ۔ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفاً ....نباء: ۶۶

۹۱ ۔ لیس البرّ أن تولوا وجوھکم قبل....................بقرہ: ۶۶

۹۲ ۔ من کان عدو اللہ وملائکتہ ورسلہ.......................بقرہ: ۶۶

۹۳ ۔ فاِذا سویتہ ونفخت فیہ من ....حجر: ۶۸

۹۴ ۔ ومریم ابنت عمران التی......................... تحریم: ۶۸

۹۵ ۔ ینزل الملائکۃ بالروح من أمرہ علی.......... نحل: ۶۹

۹۶ ۔ وکذلک أوحینا الیک روحا من ....حج: ۶۹

۹۷ ۔ ثمّ استوی اِلی السماء وھی دخان................ فصلت: ۷۲

۹۸ ۔ وکان عرشہ علی الماء.......................... ھود: ۷۲

۹۹۔ ألم یروا اِلی الطیر مسخرات فی.................... نحل: ۷۳

۱۰۰۔ و أنزل من السماء ماء فا خرج.................بقرہ : ۷۳

۱۰۱۔ ثم استوی اِلی السماء فسوّاھن سبع................بقرہ : ۷۴

۱۰۲۔ و ما من غائبۃ فی السماء و الأرض.............. نحل: ۷۴

۱۰۳۔ یوم نطوی السماء کطی السجل.................۔ ۔ انبیاء: ۷۴

۱۰۴۔ ھوالذی خلق لکم ما فی السموات االأرض جمیاََ ....۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بقرہ: ۷۴

۱۰۵۔ اللہ الذی خلق سبع سموا ت و من الأض.....طلا ق: ۷۴

۱۰۶۔ و أنز لنا اِلیک الذکر لتبین للنا س.................. نحل: ۷۵

۱۰۷۔ و ھوالذی خلق السموات والأ رض ....ھود: ۷۵

۱۰۸۔ اِن ربکم اللہ الذی خلق السموات والا رض فی.........۔ ۔ ۔ ۔یونس: ۷۵

۱۰۹۔ الذی خلق السموا ت و االأرض و ما بینھما فی۔ ....۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرقا ن: ۷۶

۱۱۰۔ اولم یر الذین کفروا ان السموات و الا رض کا نت.............۔ ۔ ۔. انبیاء: ۷۶

۱۱۱۔ قل أ اِنکم لتکفرون با لذی خلق.....................۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فصلت: ۷۶

۱۱۲۔ أ أنتم أشد خلقاََ أم السماء بنا ھا...............۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔.....نا زعا ت: ۷۷

۱۱۳۔ والسماء وما بناھا۔ والأرض وما طحاھ............۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شمس: ۷۷

۱۱۴۔ والأرض مددناھا وألقینا فیھا ....۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حجر: ۷۷

۱۱۵۔ الذی جعل لکم الأرض مھداً و....................۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ طہ: ۷۷

۱۱۶۔ الذی جعل لکم الأرض فراشاً و..................۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بقرہ: ۷۸

۱۱۷۔ ألم تروا کیف خلق اللہ سبع سموات...........۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نوح: ۷۸

۱۱۸۔ أفلا ینظرون اِلی الاِبل کیف خلقت..........۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ غاشیہ: ۷۸

۱۱۹۔ أمّن خلق السّموات والأرض وأنزل لکم.........۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نمل: ۷۸

۱۲۰۔ وجعلنا فی الأرض رواسیِ أن تمید بھم.........۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انبیاء: ۷۹

۱۲۱۔ ألم یجعل الأرض کفاتا ....۔۔۔۔۔۔۔۔ مرسلات: ۷۹

۱۲۲۔ ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر...............یونس: ۷۹

۱۲۳۔ ولقد أرسلنا نوحاً واِبراھیم ....حدید: ۸۰

۱۲۴۔ اُذکروا نعمۃ اللہ علیکم..........................مائدہ: ۸۰

۱۲۵۔ ألم تروا أن اللہ سخر لکم ما فی..................لقمان: ۸۴

۱۲۶۔ ولقد خلقنا الاِنسان من صلصال ....حجر: ۸۴

۱۲۷۔ انا زینا السماء الدنیا بزینۃ........................ صافات: ۸۵

۱۲۸۔ و جعل القمر فیھن نوراً و جعل الشمس.............. نوح: ۸۵

۱۲۹۔ اِن عدۃ الشھو د عند اللہ اثنا عشر.................. توبہ: ۸۵

۱۳۰۔ و علامات و بالنجم ھم یھتدون.................. نحل: ۸۶

۱۳۱۔ و ھوالذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا.......... انعام: ۸۶

۱۳۲۔ قل یٰأیّھا الناس اِنی رسول اللہ الیکم جمیعاً........ اعراف: ۸۸

۱۳۳۔ و أوحی الیٰ ھذا القرآن لانذرکم .... انعام: ۸۸

۱۳۴۔ کذبت قبلھم قوم نوح........................ قمر: ۸۹

۱۳۵۔ کذلک ماأتی الذین من قبلھم من روسول........ ذاریات: ۹۰

۱۳۶۔ واللہ خلق کلّ دابۃٍ من ماءٍ فمنھم من یمشی....... نور: ۹۵

۱۳۷۔ و ما من دابۃ فی الأرض ولا طائرٍ یطیر.......... انعام: ۹۵

۱۳۸۔ و للہ یسجد ما فی السموات و ما فی الأرض....... نحل: ۹۵

۱۳۹۔ فلما جن علیہ اللیل........................... انعام: ۹۷

۱۴۰۔ و خلق الجان من مارج من نار .... الرحمن: ۹۷

۱۴۱۔ و الجان خلقناہ من قبل من نا ر السموم............ حجر: ۹۷

۱۴۲۔ فی أمم قد خلت من قبلھم من ا لجن وا لاِنس............... فصلت: ۹۷

۱۴۳۔ و من ا لجن من یعمل بین یدیہ بأ ذن ربہ.............. سبا: ۹۷

۱۴۴۔ قال عفریت من ا لجن أنا آتیک بہ قبل.............. نمل: ۹۸

۱۴۵۔ فلمّا قضینا علیہ الموت ما دلھم علی موتہ.............. سبا: ۹۸

۱۴۶۔ وأنّہ کان یقول سفیھنا علی اللہ..................... جن: ۹۸

۱۴۷۔ وأنھم ظنوا کما ظننتم أن لن..................... جن: ۹۸

۱۴۸۔ وانّہ کا ن رجا ل من الاِنس یعوذون................ جن: ۹۹

۱۴۹۔ و انا لمسنا السماء فو جد نا ھا.................... جن: ۹۹

۱۵۰۔ واِنا کنا نقعد منھا مقا عد للسمع................. جن: ۹۹

۱۵۱۔ و انا منا الصا لحون ومنا .... جن: ۹۹

۱۵۲۔ و انا منا المسلمون و منا القا سطون فمن............ جن: ۹۹

۱۵۳۔ و لقد زینا السماء الدنیا بمصابیح و جعلناھا .... ملک: ۱۰۰

۱۵۴۔ وکذ لک جعلنا لکلّ نبی عدواً شیا طین.......... انعام: ۱۰۰

۱۵۵۔ انا جعلنا الشیاطین أولیاء للذین..............اعراف: ۱۰۱

۱۵۶۔ اِن المبذرین کانوا اِخوان الشیاطین............اسراء: ۱۰۱

۱۵۷۔ ولاتتبعوا خطوات الشیطان أنہ لکم عدو مبین......بقرہ: ۱۰۱

۱۵۸۔ الشیطان یعدکم الفقر و یأمرکم با............بقرہ: ۱۰۱

۱۵۹۔ ومن یتخذ الشیطان ولیاً من دون اللہ فقد.........نساء: ۱۰۱

۱۶۰۔ انما یرید الشیطان أن یوقع بینکم..............مائدہ: ۱۰۱

۱۶۱۔ یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان کما أخرج.......اعراف: ۱۰۱

۱۶۲۔ ویوم تقوم الساعۃ یبلس المجرمون..............روم: ۱۰۲

۱۶۳۔ واذا قلنا للملائکۃ اسجدوا لِآدم..........کہف: ۱۰۲

۱۶۴۔ ولقد صدق علیھم أبلیس ظنہ..................سبا: ۱۰۲

۱۶۵۔ فوسوس لھما الشیطان لیبدی لھما ما ووری......اعراف:۱۰۳

۱۶۶۔ ألم اعھد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان.......یس:۱۰۳

۱۶۷۔ اِن الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدواً............فاطر:۱۰۳

۱۶۸۔ و مایکفر بھا الّا الفاسقون......................بقرہ: ۱۰۶

۱۶۹۔ اِن المنا فقین هم الفا سقون.....................توبہ : ۱۰۶

۱۷۰۔ فنهم مهتد وکثیر منهم فا سقون.............حدید : ۱۰۷

۱۷۱۔ منهم المؤ منون و اَکثر هم الفا سقون..........آل عمران : ۱۰۷

۱۷۲۔ فلما خر تبینت ا لجن أن لو کا نوا..................سبا : ۱۰۹

۱۷۳۔ انا خلقنا هم من طین لا زب....................صافات:۱۱۳

۱۷۴۔ خلق الاِنسا ن من صلصا ل کا لفخا ر...........الر حمن:۱۱۳

۱۷۵۔ الذی أحسن کلّ شیء خلقه و بدأ خلق......... سجده :۱۱۳

۱۷۶۔ یا أیّها النا س اِن کنتم فی ریب من البعث..........حج:۱۱۳

۱۷۷۔ هوالذی خلقکم من ترا ب ثم من نطفة........م�ؤ منون:۱۱۴

۱۷۸۔ فلینظر الا نسا ن ممّ خلق.....................طا رق:۱۱۴

۱۷۹۔ خلقکم من نفس واحدة ثم جعل منها زوجها.........زمر:۱۱۵

۱۸۰۔ و هوالذی أنشاء کم من نفس وا حده......... انعا م:۱۱۵

۱۸۱۔ و لقد عهد نا اِلی آدم من قبل فنسی ولم نجد.........طه:۱۱۵

۱۸۲۔ و لقد خلقنا کم ثم صور نا کم ثم قلنا....... اعراف:۱۱۶

۱۸۳۔ قال أسجد لمن خلقت طینا...............اسراء: ۱۱۷

۱۸۴۔ قال رب بما اغویتنی لا زینن لھم........ ....حجر: ۱۱۸

۱۸۵۔ وقالوا لن مؤمن لک حتی تفرج لنا من........اسراء: ۱۱۹

۱۸۶۔ لقد کان لسباءٍ فی مسکنھم........ ....سبا: ۱۱۹

۱۸۷۔ قل اذ لک خیر ام جنۃ الخلد التی............ ......فرقان: ۱۲۰

۱۸۸۔ و الذین آمنوا و عملوا الصا لحات اولآءک...........بقرہ: ۱۲۰

۱۸۹۔ اِنا عرضنا ال�أ ما نۃ علی السموات.......... ....احزاب: ۱۲۸

۱۹۱۔ ویسئلونک عن الروح قل الروح من............ ...اسراء: ۱۳۵

۱۹۲۔ أ أرباب متفرقون خیر أم اللہ الواحد...........یوسف: ۱۴۴

۱۹۳۔ و قال للذی ظن انّہ نا ج منھما...... ....یوسف: ۱۴۴

۱۹۴۔ اتخذ وا أحبا رھم و رھبا نھم...... ....توبہ: ۱۴۵

۱۹۵۔ سبح اسم ربک الأعلی ....اعلی: ۱۴۷

۱۹۶۔ ربنا الذی اعطی کلّ شیءٍ خلقہ ثم.................... ... طہ: ۱۴۷

۱۹۷۔ خلق کلّ شیءٍ فقدر ہ تقدیرا ....فرقان: ۱۴۷

۱۹۸۔ وعلم آدم الأسماء کلھا ثم عرضھم...........بقرہ: ۱۴۷

۱۹۹۔ شرع لکم من الذین ما وصی بی نوحاً شوری:۱۴۷

۲۰۰۔ انا أوحینا الیک کما أوحینا اِلی نوح.............نساء:۱۴۷

۲۰۱۔ نزل علیک الکتاب با لحقّ مصدقاً..........آل عمران:۱۴۸

۲۰۲۔ و ما خلقت الجن و الاِنس اِلّالیعبدون..........ذاریات:۱۴۸

۲۰۳۔ یا معشر الجن و الانس ألم ےأتکم رسل منکم......انعام:۱۴۸

۲۰۴۔ و اِذا صرفنا اِلیک نفراً من الجن...............احقاق:۱۴۸

۲۰۵۔ قل أوحی اِلی أنہ استمع نفر من الجن......... ....جن:۱۴۹

۲۰۶۔ و أوحی ربک اِلی النحل أن اتّخذی..............نحل:۱۵۰

۲۰۷۔ خلق الاِنسان ۔ علمہ البیان الرحمن:۱۵۴

۲۰۸۔ أقرأ با سم ربک الذی خلق.......... ....علق:۱۵۴

۲۰۹۔ و سخر الشمس والقمر کلّ یجری لاجل مسمّی......فاطر:۱۵۵

۲۱۰۔ و سخر الشمس والقمر و النجوم مسخرات بأمرہ...اعراف: ۱۵۵

۲۱۱۔ لایعصون اللہ ما أمر ھم و یفعلون ما.......... .....تحریم:۱۵۵

۲۱۲۔ فخرج علی قومه من المحراب.................. مریم:۱۵۶

۲۱۳۔ أن الشیاطین لیوحون إلی أولیاءهم........ .....انعام:۱۵۷

۲۱۴۔ وأوحینا إلی أم موسی.............. .... قصص: ۱۵۷

۲۱۵۔ وجعل فیها رواسی من فوقها و............. فصلت: ۱۵۸

۲۱۶۔ واذ قال ربک للملائکة انّی جاعل فی.......... ...بقره :۱۶۰

۲۱۷۔ وقال موسی لاخیه هارون اخلفنی فی.......اعراف: ۱۶۱

۲۱۸۔ ولله یسجد من فی السموات والأرض........رعد: ۱۶۲

۲۱۹۔ سیماهم فی وجوههم من اثر السجود..........فتح :۱۶۲

۲۲۰۔ أتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک.............بقره:۱۶۳

۲۲۱۔ وسخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض......جاثیه: ۱۶۵

۲۲۲۔ الله الذی جعل لکم الأرض قرارا........... .... مؤمن: ۱۶۵

۲۲۳۔ الذی جعل لکم الأرض مهداً.................. زخرف: ۱۶۵

۲۲۴۔ والأرض وضعها للأنام....... .... الرحمن: ۱۶۵

۲۲۵۔ هو الذی جعل لکم الأرض ذلولا فامشوا............ملک: ۱۶۵

٢٢٦۔ ألم تر ان اللہ سخر لکم ما فی الأرض............حج: ١٦٥

٢٢٧۔ و لقد کرمنا بنی آدم و حملنا ھم................ اسراء: ١٦٥

٢٢٨۔ اللہ الذی خلق السموات و الأرض وأنزل.........ابرا ھیم: ١٦٦

٢٢٩۔ وعلی اللہ قصد السبیل و منھا جا ئر و............ نحل: ١٦٦

٢٣٠۔ و من ثمرات النخیل و الأعناب............... نحل: ١٦٧

٢٣١۔ و الأنعام خلقھا لکم فیھا دف ء و............... نحل: ١٦٩

٢٣٢۔ و ان لکم فی الأنعام لعبرۃ نسقیکم............ نحل: ١٦٩

٢٣٣۔ یعلمون لہ ما یشاء من محا ریب و تما ثیل و........ سباء: ١٧٥

٢٣٤۔ و من الشیا طین یغو صون لہ و..........انبیاء: ١٧٥

٢٣٥۔ ما کان لیأخذ اخاہ فی دین الملک..............یوسف: ١٨١

٢٣٦۔ اِن الدین عند اللہ الاِسلام................آل عمران: ١٨٣

٢٣٧۔ قالت الأعراب آمنا قل لم تو منوا......... حجرات: ١٨٤

٢٣٨۔ اذا جاءک المنا فقون قالوا نشھد أنک..........منا فقون: ١٨٥'

٢٣٩۔ ان المنا فقین یخاد عون اللہ و ھو................ نساء: ١٨٥

۲۴۰۔ فان تولیتم فما سألتکم من أجر.......... ....یونس:۱۸۶

۲۴۱۔ ماکان أبراہیم یھودیا ولانصرانیاً ....آل عمران:۱۸۶

۲۴۲۔ و وصی بھا أبراہیم بنیہ ویعقوب......... ....بقرہ:۱۸۶

۲۴۳۔ ما جعل لکم فی الدین من حرج........... ....حج: ۱۸۶

۲۴۴۔ فأخرجنا من کان فیھا من المؤمنین......... ....ذاریات: ۱۸۷

۲۴۵۔ یا قوم أن کنتم آمنتم باللہ فعلیہ............ ....یونس:۱۸۷

۲۴۶۔ ربناأفرغ علینا صبراً و وتوفنا مسلمین.........اعراف:۱۸۷

۲۴۷۔ انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم.........نمل: ۱۸۷

۲۴۹۔ یا أیھا الملأ أکم ے أتونی بعرشھا..........نمل: ۱۸۸

۲۵۰۔ و اذا أوحیت اِلی الحواریین ان...............مائدہ: ۱۸۸

۲۵۱۔ فلما أحس عیسی منھم الکفر قال من انصاری۔۔۔آل عمران: ۱۸۸

۲۵۲۔ فأقم وجھک للدین حنیفاً فطرت.................روم: ۱۹۵

۲۵۳۔ یسئلونک ما ذا أحل لھم قل.......................مائدہ: ۱۹۶

۲۵۴۔ الذین یتبعون الرسول النبیّ الأمی.................اعراف: ۱۹۶

۲۵۵۔ فاما الزبد فیذ هب جفاء.........................رعد: ۱۹۷

۲۵۶۔ و اذن فی النا س با لحج ے أتوک...............حج: ۱۹۷

۲۵۷۔ یدعوا من دون اللہ ما لا یضرّہ و ل.....................حج: ۱۹۷

۲۵۸۔ یسئلونک عن الخمر و المیسر قل فیهما..........بقرہ: ۱۹۷

۲۵۹۔ انما المؤمنون اِخوۃ..........................حجرات: ۱۹۸

۲۶۰۔ و جعلنا هم أئمۃ یهدون بأ مرنا و.................انبیاء: ۱۹۹

۲۶۱۔ و اوصانی با لصلاۃ و الزکاۃ........................مریم: ۱۹۹

۲۶۲۔ وکان ے أمر اهله با لصلاۃ والزکاۃ.................مریم: ۱۹۹

۲۶۳۔ یا أیها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما..........بقرہ: ۱۹۹

۲۶۴۔ و أخذ هم الربا وقد نهوا عنه.........................نساء: ۲۰۰

۲۶۵۔ اِنا أنزلنا التوراۃ فیها هدی...................مائدہ: ۲۰۰

۲۶۶۔ و الوالدات یرضعن أولا دهن.................بقرہ: ۲۰۰

۲۶۷۔ ونفس وما سواها ....شمس: ۲۰۱

۲۶۸۔ فألهمها فجورها وتقویها..........................شمس: ۲۰۲

نهضت ترجمه
Translation Movement

۲۶۹۔ وأمّا من خاف مقام ربہ ونھی النفس.......نا زعات : ۲۰۲

۲۷۰۔ فاما من طغی وآثر الحیوۃ الدنیا............نا زعات:۲۰۳

۲۷۱۔ اَضا عوا الصلاۃ واتبعوا.........................مریم:۲۰۳

۲۷۲۔ وقال الشیطان لما قضی الأمران اللہ............ابراہیم:۲۰۳

۲۷۳۔ فذکر انما أنت مذکر.....................غاشیہ:۲۰۴

۲۷۴۔ اناھدیناہ السبیل اِما شاکراً و..................بلد:۲۰۴

۲۷۵۔ لااأکراہ فی الدین قد تبین.....................بقرہ:۲۰۴

۲۷۶۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ...................زلزال:۲۰۴

۲۷۷۔ واذ صرفنا اِلیک نفراً من الجن.........احقاف:۲۰۵

۲۷۸۔ ویوم یحشرھم جمیعاً یا معشر الجن قد استکثرتم....انعام:۲۰۷

۲۷۹۔ ماکان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب و..........آل عمران:۲۱۵

۲۸۰۔ یاأیھا النبی اِنا أرسلناک شاھداً و..............احزاب:۲۱۵

۲۸۱۔ ألنبیّ أولی بالمؤمنین من أنفسھم.............احزاب:۲۱۵

۲۸۲۔ انا أوحینا ألیک کما أوحینا نساء:۲۱۶

۲۸۳۔ کا ن الناس أمۃ واحدۃ فبعث اللہ..............بقرہ : ۲۱۶

۲۸۴۔ و لقد فضّلنا بعض النبیین علی.....................اسراء:۲۱۶

۲۸۵۔ و ما أرسلنا من رسول اِلابلسان...............ابراہیم : ۲۱۷

۲۸۶۔ و اِلی عا د أخا ھم ہودا......................اعراف:۲۱۷

۲۸۷۔ و اِلی ثمود اخا ھم ھودا....................اعراف:۲۱۷

۲۸۸۔ و اِلی مدین اخا ھم شعیبا.....................اعراف:۲۱۷

۲۸۹۔ و رسلاً مبشرین و منذ رین لئلا...................نساء:۲۱۷

۲۹۰۔ و ما کنا معذ بین حتی نبعث رسولاً.............اسراء : ۲۱۷

۲۹۱۔ و لکلّ أمۃ رسول فاِذا جاء رسول لھم..........یونس:۲۱۷

۲۹۲۔ فعصوا رسول ربھم فأخذ ھم....................حا قہ:۲۱۸

۲۹۳۔ و من یعص اللہ و رسولہ فاِ ن لہ.................. جن: ۲۱۸

۲۹۴۔ ثم أوحینا الیک ان اتبع......................... نحل:۲۱۸

۲۹۵ ۔ الیوم أکملت لکم دینکم و......................ما ئدہ : ۲۱۹

۲۹۶۔ خلق السموا ت و الأرض با لحق ان............ عنکبوت:۲۲۶

۲۹۷۔ هوالذی أنزل من السماء ماء لكم منه شراب........ نحل:۲۲۶

۲۹۸۔ ان فی خلق السموات و الأرض و اختلاف الليل.......بقرہ: ۲۲۷

۲۹۹۔ و رسولاً اِلی بنی اسرائيل انی قد جئتكم بآیۃ.......آل عمران:۲۲۸

۳۰۰۔ ما انت الا بشر مثلنا فأتِ بآیۃ ان.............. شعراء:۲۳۱

۳۰۱۔ فعقروها فاصبحوا نادمين................... شعراء:۲۳۱

۳۰۲۔ فأخذهم العذاب ان فی ذلک.................شعراء: ۲۳۱

۳۰۳۔ واِن كنتم فی ريب مما نزّلنا علی................بقرہ: ۲۳۲

۳۰۴۔ قل لئن اجتمعت الاِنس و الجن علی ان...........اسراء: ۲۳۲

۳۰۵۔ و لقد همت به و هم بها لولا ان...............يوسف:۲۳۷

۳۰۶۔ و اذابتلی أبراهيم ربه....................بقرہ: ۵۳۸

۳۰۷۔ يا داود انا جعلناکَ خليفۃَ فی...............ص: ۲۳۸

۳۰۸۔ يضل به كثيراً و يهدی به كثيراً و.................بقرہ: ۲۳۹

۳۰۹۔ تاللہ لقد ارسلنا اِلی امم من قبلک................ نحل:۲۴۱

۳۱۰۔ و اذ زين لهم الشيطان أعمالهم و.............انفال:۲۴۱

۳۱۱۔ یسجدون للشمس من دون اللہ و زین..............نمل :۲۴۱

۳۱۲۔ شہر رمضان الذی أنزل فیہ.......................بقرہ:۲۴۳

۲۱۳۔ انا أنزلنا ہ فی لیلۃ القد.........................قدر:۲۴۳

۳۱۴۔ اصبر علی ما یقولون و اذ کر عبد نا داود...........ص:۲۴۷

۳۱۵۔ و ما کان لمؤمن و لا مؤمنۃ.....................احزاب:۲٦٧

۳۱٦۔ فلما قضی زید منہا وطرا ٔ ز وّجنا کہا..........احزاب:۲٦٨

۳۱۷۔ و ما جعل أدعیاء کم أبناء کم.............احزاب:۲٦٨

۳۱۸۔ فجعلکم جذا ذاً الاّ کبیرا ٍ لہم لعلھم...........انبیاء:۲٦٩

۳۱۹۔ فلما جہزہم بجہا زہم جعل السقایۃ فی.......یوسف:۲۷۰

۳۲۰۔ و ذا النون اذ ذھب مغا ضباً فظن.............انبیاء:۲۷۱

۳۲۱۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک.............فتح :۲۷۱

۳۲۲۔ ستجد نی ان شاء اللہ صا براً و لاأعصی..........کہف:۲۷۳

۳۲۳۔ علیہا ملائکۃ غلاظ شدا د لایعصون........... تحریم :۲۷۳

۳۲۴۔ و عصی آدم ربہ فغوی......................... طہ:۲۷۳

٣٢٥۔ و اذ نا دیٰ ربک مو سیٰ اِن أئت القوم......... شعراء:٢٧٣

٣٢٦۔ و دخل المدینۃ علی حین غفلۃ من أھلھا......... قصص:٢٧٤

٣٢٧۔ بل فعلہ کبیر ھم ھذا فأسالو ھم............ انبیاء:٢٧٧

٣٢٨۔ خصمان بغی بعضنا علی بعض.................. ص:٢٨٢

٣٢٩۔ لقد ظلمک بسؤال نعجتک اِلی.................. ص:٢٨٢

٣٣٠۔ و لئن سألتھم من خلقھم..................... لقمان:٢٨٩

٣٣١۔ و لئن سألتھم من خلق السموات والأرض......... زخرف:٢٨٩

٣٣٢۔ و لئن سألتھم من خلق السموات والأرض......... زخرف:٢٨٩

٣٣٣۔ أليس لی ملک مصر وھذہ الأنھار تجری......... زخرف:٢٩٠

٣٣٤۔ أنا ربکم الأعلی........................ النازعات:٢٩٠

٣٣٥۔ اذھبا اِلی فرعون انہ طغی..................... طہ:٢٩٠

٣٣٦۔ أجئتنا لتخرجنا من أرضنا بسحرک............. طہ:٢٩٣

٣٣٧۔ فأتیا فرعون فقولا ان رسول.................. طہ:٢٩٤

٣٣٨۔ اِن ھذا لساحر علیم یرید أن.................. شعراء:٢٩٤

نهضة ترجمة
Translation Movement

۳۳۹۔ فلما ألقوا سحروا أعین الناس و أستر ھبو ھم......اعراف:۲۹۵

۳۴۰۔ انّہ لکبیرکم الذی علّمکم السحر.................شعراء: ۲۹۶

۳۴۱۔ لا ضیرانا اِلی ربنا منقلبون..................شعراء:۲۹۷

۳۴۲۔ أ انت فعلت ھذا بآ لھتنا یاابراھیم.............انبیاء: ۲۹۸

۳۴۳۔ وکذ لک نری أبراھیم ملکوت السموات..........انعام:۲۹۹

۳۴۴۔ ألم ترالی الذی حاج أبرا ھیم فی ربہ...........بقرہ: ۳۰۱

۳۴۵۔ فا نھم عدولی اِلّارب العا لمین...................شعراء: ۳۰۲

۳۴۶۔ والذّ ی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت..........طہ:۳۰۲

جلد دوم

۳۴۷ ۔ انا ارسلنا نوحاََ اِلی قو مہ.....................نوح:۱۸

۳۴۸۔ شرع لکم من الدین ما وصی........................نوح:۱۹

۳۴۹۔ سلام علی نوح فی العا لمین....................صافات :۲۰

۳۵۰۔ واِذ بوأنا لِابراھیم مکان.......................حج:۲۱

۳۵۱۔ و اِذ جعلنا البیت مثا بہ.........................بقرہ:۲۱

۳۵۲۔ و قا لوا کو نوا ھودا أو نصا ری.....................انعا م:۲۲

۳۵۳ ۔ قل صدق اللہ فا تبعوا ملۃاِبرا ہیم...............آل عمرا ن:۲۲

۳۵۴۔ قل اِنّنی ھدانی ربّی اِلی صرا ط...................انعا م:۲۳

۳۵۵۔ آمنا با للہ و ما أنزل اِلینا و ما.......................بقرہ:۲۷

۳۵۶۔ ما ننسخ من آیۃ أو ننسہ..........................قرہ:۲۸

۳۵۷۔ و اِذا بدّ لنا آیۃ مکان آیۃ.........................نحل:۲۸

۳۵۸۔ و ادخل ید ک فی جیبک............................نمل:۲۹

۳۵۹۔ یا بنی اِسرا ئیل اذ کروا نعمتی..........بقرہ:۳۱

۳۶۰۔ و لقد آتینا مو سی الکتاب و قفینا..............بقرہ:۳۲

۳۶۱۔ و لقد أنز لنا اِلیک آیا ت.........................بقرہ:۳۳

۳۶۲۔ ودّ کثیر من أھل الکتاب لو یردو نکم..............بقرہ:۳۳

۳۶۳۔ و اِذ یرفع اِبرا ہیم القوا عد.......................بقرہ:۳۴

۳۶۴۔ قد نری تقلب وجھک فی السماء...................بقرہ ۳۵

۳۶۵۔ وعهدنا الی اِبرا هیم و اِسما عیل ....بقره : ۳۵

۳۶۶۔ سیقول السفهاء من النا س ما......................بقره : ۳۵

۳۶۷۔ و علی الذین ها دوا حر منا کل......................انعا م:۳۷

۳۶۸۔ الذین آتینا هم الکتاب یعر فو ن......................بقره:۴۰

۳۶۹۔ وجا وزنا ببنی اسرا ئیل البحر......................اعرا ف:۴۸

۳۷۰۔ وأ ضلهم السا مری......................بقره:۴۸

۳۷۱۔ و اِذ أخذ نا میثا قکم ورفعنا......................بقره:۴۹

۳۷۲۔ وآتینا مو سی الکتاب وجعلناه هد ی......................اسراء:۴۹

۳۷۳۔ و علی الذین ها دوا حر منا ما قصصنا......................نحل:۵۰

۳۷۴۔ یسئلک أهل الکتاب ان تنزل......................نساء:۵۰

۳۷۵۔ و سئلهم عن القریۃ التی کا نت......................اعراف:۵۱

۳۷۶۔ اِنما جعل السبت علی الذین......................نحل:۵۱

۳۷۷۔ و قطعنا هم أثنتی عشرة أسباطاً ....اعرا ف: ۵۱

۳۷۸۔ و اِذ قال موسی لقو مه یا قوم اذ کروا......................مائدة : ۵۲

۳۷۹۔ اِن الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات............ البروج:۵۴

۳۸۰۔ انّی قد جئتکم بآیۃ من ربکم............ آل عمران:۵۹

۳۸۱۔ الذین یتبعون الرسول النبی............ اعراف:۵۹

۳۸۲۔ یاایھاالذین آمنوا اذا نا جیتم الرسول............ مجادلہ: ۶۰

۳۸۳۔ اِناأنزلنا التوراۃ فیھا ھدی و............ مائدہ :۶۴

۳۸۴۔ و قالوا ھذہ أنعام حرث............ انعام:۶۵

۳۸۵۔ قل أ رأیتم ما أنزل اللہ لکم من رزق............ یونس:۶۶

۳۸۶۔ افکلّما جاءکم رسول بما لا............ بقرہ:۶۶

۳۸۷۔ واِذا قیل لھم آمنوا بما أنزل اللہ............ بقرہ:۶۷

۳۸۸۔ ولن ترضی عنک الیھود............ بقرہ:۶۷

۳۸۹۔ فأقم وجھک للدین حنیفاً روم:۶۸

۳۹۰۔ والوالدات یرضعن أولادھن............ بقرہ :۶۸

۳۹۱۔ یا أیھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام............ بقرہ:۶۹

۳۹۲۔ یاأیھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص............ بقرہ :۶۹

۳۹۳۔ أحلّ اللہ البیع وحرّم الرّبا......................بقرہ: ۶۹

۳۹۴۔ اِن الذین آمنوا وھاجروا........................انفعال۶۹

۳۹۵۔ وأولواالأرحام بعضھم اولیٰ ببعض............انفعال:۷۰

۳۹۶۔ وآتینا موسی الکتاب وجعلناہ..................اسراء:۷۱

۳۹۷۔ اِن ھذا القرآن یھدی للتی ھی..................اسراء:۷۱

۳۹۸۔ واِن لیس للاِنسان اِلّا ما سعی..................نجم:۷۷

۳۹۹۔ ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منھا...............آل عمران:۷۷

۴۰۰۔ من کان یرید الحیاۃ الدنیا و......................ھود:۷۷

۴۰۱۔ من کان یرید العاجلۃ عجلنا......................اسراء:۷۸

۴۰۲۔ ولا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللہ..........آل عمران:۷۸

۴۰۳۔ ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ.............نساء:۷۸

۴۰۴۔ اِن اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین.............ذاریات:۸۰

۴۰۵۔ اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم......................روم:۸۰

۴۰۶۔ ولا تقتلوا أولادکم من اِملاق..................انعام:۸۰

۴۰۷۔ وکأیّن من دابۃ لا تحمل رزقھا............ عنکبوت: ۸۰

۴۰۸۔ واللہ فضل بعضکم علی بعض فی............... نحل: ۸۰

۴۰۹۔ واللہ أنزل من السماء ماء فأحیا بہ............. نحل: ۸۲

۴۱۰۔ یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات.................بقرہ: ۸۳

۴۱۱۔ یسئلونک ما ذا أحل لھم قل..................مائدہ: ۸۳

۴۱۲۔ و یحلّ لھم الطیبات و یحرّم علیھم............اعراف: ۸۳

۴۱۳۔ والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم....................حج: ۸۳

۴۱۴۔ اِلّا من تاب وآمن وعمل صالحا.........مریم: ۸۴

۴۱۵۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً ....زلزال: ۸۴

۴۱۶۔ فالیوم لا تظلم نفس شیاً و...................یس: ۸۴

۴۱۷۔ وجاءت سکرۃ الموت بالحقّ.................ق: ۸۶

۴۱۸۔ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل.......... سجدہ: ۸۶

۴۱۹۔ فاما اِن کان من المقرّبین....................واقعہ۔: ۸۷

۴۲۰۔ یا أیتها النفس المطمئنة ارجعی.................فجر: ۸۷

۴۲۱۔ حتی إذا جاء أحد هم الموت قال.............. مؤمنون: ۸۷

۴۲۲۔ ونفخ فی الصور فصعق من فی.................. زمر: ۹۰

۴۲۳۔ ونفخ فی الصور فجمعنا هم جمعاً.........کهف: ۹۱

۳۲۴۔ ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی.............. نمل: ۹۱

۴۲۵۔ ونفخ فی الصور فإذا هم من الأجداث.............یس: ۹۱

۴۲۶۔ وحشرنا هم فلم نغا در منهم أحداً ....کهف: ۹۲

۴۲۷۔ یوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین....... طه: ۹۲

۴۲۸۔ یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن.........مریم: ۹۲

۴۲۹۔ إنّهم مبعوثون لیوم عظیم.............. مطففین: ۹۳

۴۳۰۔ یوم یقوم الروح والملائکة صفاً ....نباء: ۹۳

۴۳۱۔ وخلق اللّٰه السموات والأرض با لحقّ و........... جاثیه: ۹۳

۴۳۲۔ وکلّ انسان ألزمناه طائره فی................اسراء: ۹۳

۴۳۳۔ کلّ أمّة تدعی الی کتابها الیوم تجزون......جاثیه: ۹۳

۴۳۴ ـ فأما من أوتی کتا به بیمینه فیقول............حا قه:۹۴

۴۳۵ ـ فأما من أوتی کتا به بیمینه فسوف..............انشقا ق:۹۴

۴۳۶ ـ و لا یحسبن الذین یبخلون بما...............آل عمرا ن: ۹۴

۴۳۷ ـ و یوم نبعث فی کلّ أمة شیهداً علیهم............. نحل: ۹۵

۴۳۸ ـ و یوم یقوم الاشها د......................غا فر: ۹۵

۴۳۹ ـ حتیٰ اذا ما جاء وها شهد علیهم......... فصلت: ۹۵

۴۴۰ ـ انِ اللّٰه ید خل الذین آمنوا و.................حجر: ۹۷

۴۴۱ ـ و من عمل صا لحاً من ذ کراً و انثی.........مؤ من: ۹۷

۴۴۲ ـ من یعمل سوءاً یجز به و لا یجد.........نساء: ۹۷

۴۴۳ ـ و یوم القیا مة تری الذین کذّ بوا علی..........زمر: ۹۷

۴۴۴ ـ الذین آمنوا بآیا تنا و کا نوا مسلمین.........زخرف: ۹۸

۴۴۵ ـ و تلک ا لجنة التی أورثتمو ها بما...............زخرف: ۹۸

۴۴۶ ـ و الذین یکنزون الذ هب والفضه.................تو به: ۹۸

۴۴۷ ـ و اِن للمتقین لحسن مأ ب..................آ: ۹۹

۴۴۸۔ اِن عبا دی لیس لک علیھم سلطا ن..............حجر: ۹۹

۴۴۹۔ و أور ثنا القوم الذین کا نوا مستضعفون.........اعرا ف: ۱۰۳

۴۵۰۔ و لنبلونکم بشی ءمن الخوف وا لجوع...........بقرہ: ۱۰۴

۴۵۱۔ لیس البر أن تو لوا و جو ھکم قبل..............بقرہ: ۱۰۴

۴۵۲۔ اِنہ کان فریق من عبا دی یقو لون...............مؤمنون: ۱۰۵

۴۵۳۔ الذین آتینا ھم الکتاب من قبلہ....................صٓ: ۱۰۵

۴۵۴۔ و الذین صبروا ابتغا ء وجہ ربّھم و..............رعد: ۱۰۵

۴۵۶۔ فا نطلقا حتی اذا أتیا أھل قریۃ.................کھف: ۱۰۸

۴۵۷۔ لا یملکون الشفا عۃ اِلّا من اتخذ..............مریم: ۱۱۱

۴۵۸۔ عسی أن یبعثک ربک مقا ماً ....اسراء: ۱۱۲

۴۵۹۔ لا یشفعون اِلّا لمن ارتضی...................انبیا ء: ۱۱۲

۴۶۰۔ الذین اتخذ وا دینھم لھواً ولعباً و.............اعراف: ۱۱۲

۴۶۱۔ و الذین کذّبوا بآیا تنا ولقاء الآخرہ............اعراف: ۱۱۶

۴۶۲۔ ماکان للمشر کین أن یعمروا مسا جد..........توبہ: ۱۱۶

۴۶۳۔ و من یرتدد منکم عن دینہ......................بقرہ : ۱۱۶

۴۶۴۔ اِن الذین کفروا وصد وا عن سبیل اللہ...........محمد:۱۱۶

۴۶۵۔ یا اَیّھا الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق......حجرات: ۱۱۶

۴۶۶۔ یا اَیّھا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم............بقرہ : ۱۱۶

۴۶۷۔ ویوم یحشرھم جمیعاً یا معشر الجن............انعام: ۱۲۰

۴۶۸۔ واِنا منّا المسلمون ومِنّا القاسطون...............جن:۱۲۱

۴۶۹۔ قال ادخلوا فی أمم قد خلت من قبلکم اعراف:۱۲۱

۴۷۰۔ وتمت کلمۃ ربک لأملأن جھنم..............ھود: ۱۲۱

۴۷۱۔ لا تقتلوا أولادکم خشیۃ املاق............اسراء:۱۲۲

۴۷۲۔ یا اَیّھا الذین آمنوا کلوا من طیبات...............بقرہ:۱۲۲

۴۷۳۔ لقد جاءکم رسول من أنفسکم عزیز علیہ...........توبہ:۱۲۸

۴۷۴۔ ورحمتی وسعت کلّ شیءٍ فساکتبھا...........اعراف:۱۲۸

۴۷۵۔ فبأیّ آلاء ربکما تکذبان.................الرحمان:۱۲۹

۴۷۶۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان...............الرحمان:۱۲۹

۴۷۷۔ تبارک اسم ربک ذی الجلال...............الرحمان:۱۲۹

۴۷۸۔ و ھوالذی خلق السموات والأرض...............ھود: ۱۳۰

۴۷۹۔ انِ ربکم اللہ الذی خلق السموات والأرض......یونس:۱۳۰

۴۸۰۔ الذین یحملون العرش ومن حول...............غافر: ۱۳۰

۴۸۱۔ و تری الملائکۃ حافین من حول...............زمر:۱۳۱

۴۸۲۔ و یحمل عرش ربک فوقھم یومئذٍ ثمانیۃ........حاقۃ:۱۳۱

۴۸۳۔ استوی علی العرش یعلم ما یلج فی الأرض........حدید:۱۳۳

۴۸۴۔ استوی علی العرش الرحمن فسئل بہ...............فرقان:۱۳۴

۴۸۵۔ خلق السموات و الأرض فی ستۃ...............ھود:۱۳۴

۴۸۶۔ و ھوالذی سخر البحر لتاکلوا لحماً طریاً و...... نحل:۱۳۵

۴۸۷۔ و الأنعام خلقھا لکم فیھا دفء و............... نحل:۱۳۵

۴۸۸۔ و الذی خلق الأزواج کلھا و جعل...............زخرف:۱۳۵

۴۸۹۔ و سخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض....جاثیہ:۱۳۶

۴۹۰۔ ألم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما.......لقمان:۱۳۶

۴۹۱۔ یا قوم لیس بی سفاھۃ ولکنیّ رسول.........اعراف:۱۳۹

۴۹۲۔ قل أمر ربّی بالقسط وأقیموا وجوھکم.........اعراف:۱۴۰

۴۹۳۔ آمن الرسول بما أنزل الیہ.......................بقرہ:۱۴۰

۴۹۴۔ أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول ولا................محمد:۱۴۰

۴۹۵۔ فسجدوا اِلّا ابلیس کان من...............کھف:۱۴۰

۴۹۶۔ فعقروا الناقۃ وعتوا.......................اعراف:۱۴۰

۴۹۷۔ وجاء فرعون ومن قبلہ.......................حاقہ:۱۴۱

۴۹۸۔ الذین یقولون ربّنا انّنا آمنّا.................آل عمران:۱۴۱

۴۹۹۔ وماکان قولھم اِلّا أن قالوا ربّنا..........آل عمران:۱۴۱

۵۰۰۔ ربّنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفرعنا.................آل عمران:۱۴۱

۵۰۱۔ رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی............. قصص:۱۴۱

۵۰۲۔ والذین عملوا السأات ثم تابوا...............اعراف:۱۴۲

۵۰۳۔ فقلت استغفروا ربّکم انّہ کان غفاراً..............نوح:۱۴۲

۵۰۴۔ فتلقی آدم من ربّہ کلمات فتاب...................بقرہ:۱۴۲

۵۰۵۔ قل یا عبادی الذین أسرفوا علی أنفسهم............زمر:۱۴۲

۵۰۶۔ لقد کان لِسباءِ فی مسکنهم آیۃ جنتان.............سباء:۱۴۲

۵۰۷۔ وان ربک هو یحشرهم....................حجر:۱۴۳

۵۰۸۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیء ثم..................انعام:۱۴۳

۵۰۹۔ اِن حسابهم اِلّا علی ربّی....................شعراء:۱۴۳

۵۱۰۔ ألحمد للّٰہ رب العالمین الرحمن الرحیم........فاتحہ:۱۴۴

۵۱۱۔ اِن جهنم کانت مرصاداً....................نباء:۱۴۴

۵۱۲۔ خلق اِنسان علمہ البیان..................الرحمان:۱۴۴

۵۱۳۔ خلق الاِنسان من علق....................علق:۱۴۵

۵۱۴۔ ذٰلکم اللّٰہ ربّکم لا اِلٰہ اِلّا هو....................انعام:۱۴۵

۵۱۵۔ أللّٰہ لا اِلٰہ اِلّا هو لہ الأسماء الحسنیٰ ....طہٰ:۱۴۹

۵۱۶۔ أللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر.................رعد:۱۵۰

۵۱۷۔ اِن اللّٰہ هو التوّاب الرّحیم......................توبہ:۱۵۰

۵۱۸۔ لیجزیهم اللّٰہ أحسن ما کانوا یعملون...........بقرہ:۱۵۰

۵۱۹۔ أللہ لا الٰہ الّا ھوا لحیّ القیوم.....................بقرہ:۱۵۰

۵۲۰۔ وسع ربّی کلّ شیء علما افلا......................انعام:۱۵۲

۵۲۱۔ و لقد فتنا سلیما ن ؤالقینا علی.................ص:۱۵۳

۵۲۲۔ یا أیّھا النا س اعبدوا ربّکم الذی...............بقرہ:۱۵۵

۵۲۳۔ و للہ یسجد ما فی السموات و الأرض.............نحل:۱۵۵

۵۲۴۔ ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکاً لا یقدر...............نحل:۱۵۵

۵۲۵۔ ان کلّ من فی السموات و الأرض..............مریم:۱۵۵

۵۲۶۔ فو جدا عبداً من عبا دنا آتینا ہ...................کھف:۱۵۶

۵۲۷۔ انّ ھٰذہ تذکرہ فمن شاء......................مزّمل:۱۵۹

۵۲۸۔ ألم ترالی ربک کیف مدّ الظّل ولو..............فرقان:۱۵۹

۵۲۹۔ فا ما الذین شقوا ففی النار لھم.....................ھود:۱۵۹

۵۳۰۔ فلن تجد لسنّۃ اللہ تبدیلاً و لن...............احزاب:۱۶۰

۵۳۱۔ لہ مقالید السموات و الأرض....................شوری:۱۶۱

۵۳۲۔ وکأیّن من داۓۃ لا تحمل رزقھا اللہ...........عنکبوت:۱۶۱

۵۳۳ـ قل اِن ربّی یبسط الرزق لمن یشاء.............. سباء: ۱۶۲

۵۳۴ـ و لا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک و..............اسراء: ۱۶۲

۵۳۵ـ قل اَللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک.........آل عمران: ۱۶۲

۵۳۶ـ و أنک لتھدی اِلیٰ صراط مستقیم...............شوری: ۱۶۴

۵۳۷ـ و جعلنا ھم أئمۃ یھدون بأمرنا...............انبیاء: ۱۶۵

۵۳۸ـ ھو الذی أرسل رسولہ بالھدی و دین..............توبہ: ۱۶۵

۵۳۹ـ شھر رمضان الذی أنزل فیہ القرآن..............بقرہ: ۱۶۵

۵۴۰ـ و أنزل التوراۃ و الاِنجیل من قبل..............آل عمران: ۱۶۵

۵۴۱ـ الم نجعل لہ عینین و لساناً و شفتین.........بلد: ۱۶۵

۵۴۲ـ و أما ثمود فھدینا ھم فاستحبوا العمی.......... فصلت: ۱۶۵

۵۴۳ـ انما أمرت أن أعبد رب ھذہ....................نمل: ۱۶۶

۵۴۴ـ قل یا أیّھا الناس قد جاءکم الحق..............یونس: ۱۶۶

۵۴۵ـ من اھتدی فانما یھتدی لنفسہ و...................اسراء: ۱۶۶

۵۴۶ـ و یزید اللّٰہ الذین اھتدوا........................مریم: ۱۶۷

۵۴۷۔ والذین اهتدوا زادهم هدی.................... محمد:۱۶۷

۵۴۸۔ والذین جاهدوا فینا لنهدینهم................ عنکبوت:۱۶۷

۵۴۹۔ ولقد بعثنا فی کل�ٔامۃ رسولا................... نحل:۱۶۷

۵۵۰۔ فریقاً هدی و فریقاً حق علیهم.................. اعراف:۱۶۸

۵۵۱۔ واللہ یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم........... بقرہ:۱۶۸

۵۵۲۔ من یشاء اللہ یضلله و من یشاء...................... انعام:۱۶۸

۵۵۳۔ انک لا تهدی من أحببت ولکن اللہ.............. قصص:۱۶۸

۵۵۴۔ صراط الذین أنعمت علیهم........................ فاتحہ:۱۶۹

۵۵۵۔ أولآءک الذین أنعم اللہ علیهم من.............. مریم:۱۶۹

۵۵۶۔ وضربت علیهم الذلۃ والمسکنۃ.............. بقرہ:۱۶۹

۵۵۷۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن.............. آل عمران:۱۷۰

۵۵۸۔ واکتب لنا فی هذی الدنیا حسنۃ و............ اعراف:۱۷۱

۵۵۹۔ اِقترب للناس حسابهم وهم فی غفلۃ............ انبیاء:۱۷۲

۵۶۰۔ اِن هؤلاء یحبون العاجلۃ.......................... انسان:۱۷۳

۵۶۱۔ ویقول الذین کفروا لولا أنزل......................رعد:۱۷۷

۵۶۲۔ وما کان لرسول أن ے أتی..........................رعد:۱۷۸

۵۶۳۔ ثم أغرقنا بعد الباقین............................ شعراء:۱۷۸

۵۶۴۔ فکذبوہ فاھلکنا ھم ان فی...................... شعراء:۱۷۹

۵۶۵۔ فأرسلنا علیھم الطوفان والجراد و...............اعراف:۱۷۹

۵۶۶ ۔ فمحونا آےۃ اللیل وجعلنا آےۃ النّھار..................اسراء:۱۷۹

۵۶۷۔ ویمحق اللہ الباطل ویحقّ الحقّ...............شوری:۱۷۹

۵۶۸۔ وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا...............اسراء:۱۸۰

۵۶۹۔ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ..............رعد:۱۸۰

۵۷۰۔ واما نرینک بعض الذی نعد ھم أو..................رعد:۱۸۰

۵۷۱۔ ھوالذی خلقکم من طین ثم...................انعام:۱۸۲

۵۷۲۔ فلولا کانت قرےۃ آمنت فنفعھا....................یونس:۱۸۳

۵۷۳۔ وواعدنا موسی ثلاثین لیلۃ و..................اعراف:۱۸۵

۵۷۴۔ واذا وعدنا موسی أربعین لیلۃ ثم...................بقرہ:۱۸۵

۵۷۵۔ و لن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء أجلھا..............منافقون:۱۸۸

۵۷۶۔ اِن ربّک یقضی بینھم یوم القیامۃ..................یونس:۱۹۷

۵۷۷۔ و قضینا الیہ ذلک الأمر........................حجر:۱۹۷

۵۷۸۔ و قضی ربّک الاّ تعبدوا اِلاّ اِیّاہ...................اسراء:۱۹۷

۵۷۹۔ و اذا قضی أمراً فانّما یقول لہ کن................بقرہ:۱۹۸

۵۸۰۔ أو لیس الذی خلق السموات و....................یس:۱۹۸

۵۸۱۔ و لو شاء اللہ لذھب بسمعھم و..................بقرہ:۱۹۸

۵۸۲۔ و فجرنا الأرض عیوناً فالتقی......................قمر:۱۹۹

۵۸۳۔ فأنجیناہ و اھلہ اِلاّ أمرا تہ قدرنا..................نمل:۱۹۹

۵۸۴۔ أن أعمل سابغات و قدر فی السّرد................سباء:۱۹۹

۵۸۵۔ واِن من شیء اِلاّ عندنا خزائنہ و................ حجر:۱۹۹

۵۸۶۔ ألم نخلقکم من ماءِ مھین.....................مرسلات:۲۰۰

۵۸۷۔ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل و احزاب:۲۰۰

۵۸۸۔ کلاّ نُمدّ ھولاء و ھولاء من.....................اسراء:۲۰۶

۵۸۹۔ أن تقولوا یوم القیامۃ إنا.......................اعراف:۲۰۸

۵۹۰۔ لایکلف اللہ نفساً الاّ وسعھا.........................بقرہ:۲۰۸

۵۹۱۔ فِطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا....................روم:۲۲۵

۵۹۲۔ یمنون علیک أن أسلموا قل..................حجرات:۲۲۶

۵۹۳۔ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمۃ ما زکی منکم.........نور:۲۲۶

۵۹۴۔ ولو ردّوہ الی الرسول واِلیٰ أولی الأمر..............نساء:۲۲۹

۵۹۵۔ لیس کمثلہ شیءٌ وھو السمیع البصیر..........شوریٰ:۲۳۱

۵۹۶۔ لاتدرکہ الأبصار وھو یدرک ال�أبصار..........انعام:۲۳۱

۵۹۷۔ سبحانہ وتعالی عما یصفون........................انعام:۲۳۱

۵۹۸۔ سبحان ربّک رب العزّہ عما یصفون............صافات:۲۳۱

۵۹۹۔ اِن اللہ لایظلم مثقال ذرّۃ.........................نساء:۲۳۲

۶۰۰۔ اِن اللہ لایظلم الناس شیاءً ولکن.............یونس:۲۳۲

۶۰۱۔ وما کان لنبی أن یغلّ ومن یغلل.............آل عمران:۲۳۲

۶۰۲۔ قل اِنّی أخاف أن عصیت ربّی.....................انعام:۲۳۲

۶۰۳۔ و لو تقول علینا بعض الأقا ویل....................حا قہ : ۲۳۲

۶۰۴۔ علیھا ملائکۃ غلاظ شدا د..................... تحریم:۲۳۳

۶۰۵۔ و اِذ ابتلیٰ اِبراہیم ربّہ کلمات..................بقرہ:۲۳۳

۶۰۶۔ أدع اِلیٰ سبیل ربّک با لحکمۃ و الموعظۃ.......... نحل:۲۳۴

۶۰۷۔ اِنّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس..............احزاب:۲۳۴

۶۰۸۔ یا أیّھا الذین آمنوا اتّقوا اللہ و کونوا................توبہ:۲۳۴

۶۰۹۔ وتلک حجتنا أتینا ھا ابراہیم علی قومہ..............انعام:۲۳۷

۶۱۰۔ والذین آمنوا وعملوا الصالحات لا...............اعراف:۲۴۰

۶۱۱۔ بدیع السموات و الأرض و اِذا قضیٰ..............بقرہ:۲۴۸

۶۱۲۔ ھو الذی خلق السموات و الأرض با لحقّ و..........انعام:۲۴۸

۶۱۳۔ ھو الذی جعل الشمس ضیاء وا لقمر نوراً و........یونس:۲۴۹

۶۱۴۔ أولم یروا اِن اللہ الذی خلق السموات...........احقاف:۲۴۹

۶۱۵۔ أولم یر الذین کفروا اِن السموات و...............انبیاء :۲۴۹

۶۱۶۔ ثم استویٰ اِلیٰ السّماء و ھی دخان................ فصلت:۲۵۰

۶۱۷۔ والسّماء بنینا ھا بأید و اِنا لموسعون..........ذاریات:۲۵۱

۶۱۸۔ ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین....................بقرہ:۲۵۱

۶۱۹۔ قل اِن صلاتیِ ونُسکی ومحیا ی و...................انعام:۲۵۱

۶۲۰۔ أ لآلہ الحق و الأمر تبارکَ اللہ رب العالمین.........اعراف:۲۵۲

۶۲۱۔ و ما أرسلناکَ الاّ رحمۃ للعالمین....................انبیاء:۲۵۲

۶۲۲۔ قل أ انکم لتکفرون بالذی خلق....................فصلت:۲۵۳

ملل و نحل، شعوب و قبایل اور مختلف موضوعات

جلد اول و دوم

(الف) آئین حنیف ابراہیم: ص۲۱۹،۲۱۸۔آرامی: ۱۲۴۔اباضیہ: جلد دوم: ۲۲۰

اسرائیلی؛اسرائیلیات:۹۴،۹۳،۱۳،۱۰۔جلد دوم:۱۱۔

اسلام

:

۳،۹،۱۰،۱۳،۱۴،۱۶،۲۲،۹۳،۹۹،۱۰۴،۱۴۴،۱۵۰،۱۷۲،۱۷۳،۱۷۵،۱۷۷،۱۷۹،۱۸۲،۱۸۳،۱۸۴،۱۸۶،۱۸۸،۱۸۹،۱۹۴،۱۹۵،۲۰۵،۲۰۶،۲۱۰،۲۱۱،۲

۱۹،۲۳۳،۲۳۵،۲۶۱،۲۷۹،۲۸۳،

۲۸۵،۳۰۳۔

جلد دوم : ۳،۵،۷،۸،۹،۱۰،۱۱،۱۲،۲۵،۲۷،۳۴،۴۵،۱۱۵،۱۳۱،۱۴۵،۱۵۵،۱۶۴،۱۶۵،۱۶۹،۱۷۰،۱۸۱،۱۸۴،۲۰۹،۲۱۴،۲۲۰،۲۲۲،۲۲۶،۲۲۷۔

اسماعیلیہ: جلد دوم : ۲۲۰۔

اشاعرہ : جلد دوم : ۱۹۳ ۔

(ب)

بنی اسرائیل : ۱۳،۱۴،۵۱،۱۸۹،۱۹۳،۱۹۴،۲۰۰،۲۲۱،۲۲۳،۲۲۴،۲۴۹،۲۵۱،۲۵۲،۲۹۰،۲۹۳۔

جلد دوم : ۱۳،۱۵،۳۱،۳۴،۳۷،۳۸،۴۰،۴۲،۴۳،۴۵،۴۷،۴۸،۴۹،۵۱،۵۳،۵۵،۵۷،۵۸،۵۹،۶۱،۶۲،۶۳،۶۴،۶۶،۶۷،۶۸،۷۱،۱۰۳۔

بنی لیث: ۲۸۵۔

(ت)

تابوت (الواح): ۱۸۹،۲۵۲،۲۵۷،۲۸۱،۲۸۳۔

تعلیمیۃ : جلد دوم : ۲۱۷۔

(ث)

ثمود : ۲۱۷،۲۳۱،۲۴۴ ۔ جلد دوم : ۱۴۱،۱۶۵۔

(ج)

جاہلیت : جلد دوم : ۳۴،۴۶،۱۸۱۔

(ح)

حجۃالوداع :۲۸۵۔

حشویہ : جلد دوم :۲۱۷۔

حنبلی :جلد دوم :۲۱۵،۲۱۶۔

(ز)

زند قہ؛ زندیق؛ زنا دقہ :۲۵۴،۱۱۱،۱۱۰۔ جلد دوم :۲۱۸۔

زیدیہ :جلد دوم :۲۲۰۔ ۲۳۰۔

(س)

سبا (قوم) :۱۱۹۔ ۱۸۹۔ جلد دوم :۱۴۳۔

سریانی :۲۵۳۔

(ش)

شیعہ :جلد دوم :۲۳۹،۲۲۰،۲۰۔

(ص)

صابئین : ۲۷۹۔

صلح حدیبیہ :۲۷۹،۲۷۸۔

صوفی :جلد دوم :۲۴۰۔

(ع)

عاد : ۲۱۷۔۲۴۴۔

عباسی : ۲۷۹۔

عبری و عبرانی :۲۲۴،۲۱۹،۱۲۴،۵۴ ۔ جلد دوم :۱۵۱

عرب: ۷۔۱۱۔۳۶۔۳۷۔۳۸۔۴۰۔۷۳۔ ۱۰۵۔۱۴۳۔۱۴۴۔ ۲۳۲۔۲۶۶۔۲۷۷۔ جلد دوم :۷۔ ۲۶۔ ۱۳۲۔ ۱۵۲۔۲۰۹۔

عمالقہ : جلد دوم :۴۱۔ ۵۵۔ ۵۸۔ ۶۲۔

(غ)

غزو�ۂبدر : ۶۳۔۲۷۹۔

غزو�ۂ تبوک :۲۴۴۔

غزو�ۂخندق : ۸۰۔

(ف)

فتح مکہ : جلد دوم :۲۹۔ ۴۰۔ ۶۹۔

فرانسیسی : جلد دوم : ۲۱۸۔

(ق)

قدریّہ :۲۵۳۔

قریش : ۲۸۔۵۷۔۱۰۶۔ ۲۳۲۔۲۳۳۔۲۷۸۔ جلد دوم :۴۶۔۶۵۔۶۶۔۶۷۔۱۱۸۔۱۸۰۔

(ک)

کلدانی :۱۹۰،۲۲۴۔

(ل)

لوح محفوظ : جلد دوم :۱۷۸،۱۸۰۔

(م)

مجوس : ۲۲۔۲۷۹۔

مرجئہ :۱۱۔

مسلمان ؛ مسلمانوں: ۱۱۔ ۱۲۔۶۳۔۶۴۔۷۰۔۹۴۔۹۹۔۱۵۰۔۱۵۳۔۱۷۴۔۱۷۹۔ ۱۲۲۔۱۸۳۔

۱۸۴۔۱۸۶،۱۸۷۔۱۸ ۸۔۲۰۶۔۲۰۸۔ ۲۱۱۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۷۔۲۷۹۔۲۹۶۔۲۹۷۔ ۳۰۳۔

مسلمین:۶۴۔۷۰۔۱۸۶۔۱۸۷۔۱۸۸۔۲۹۷۔المسلمون : ۹۹۔ ۱۴۹۔۲۰۶۔

جلد دوم :۸۔ ۲۲۔۲۴۔۲۵۔۳۵۔۳۷۔۴۲۔۴۵۔۹۸۔۱۰۱۔۱۰۲۔۱۰۵۔۱۱۵۔۱۱۷۔۱۲۱۔۱۸۹۔۲۰۰۔ ۲۱۴۔۲۲۸۔

۵۰ ـ مسلمین:۲۱ـ ۹۸ ـ ۱۰۵ـ المسلمون : ۲۲ـ ۲۷ـ ۱۲۱ـ

مسیحیت :۱۸۹ـ

مشبہ : جلد دوم :۲۳۰ـ

مشرک؛ مشرکین ؛ مشرکوں : ۱۹ـ ۲۲ـ ۲۳ـ ۲۹ـ ۳۹ـ ۴۱ـ ۴۲ـ ۴۹ـ ۵۰ـ ۵۵ـ ۵۷ـ ۸۵ـ ۸٦ـ

۰ـ ۱۲۸ـ ۱۴۳ـ ۱۸٦ـ ۲۱۱ـ ۲۳۳ـ ۲۷۷ـ ۲۷۹ـ ۲۸۱ـ ۲۹۹ـ ۳۰۲ـ ۳۰۳ـ

معتزلہ؛اعتزال : ۱۱ـ جلد دوم :۱۹۴ ـ ۲۲۰ـ ۲۲۱ـ ۲۲۲ـ

مکتب اشعری : جلد دوم :۲۲۲ـ

مکتب اہلبیت:۷ـ ۸ ـ ۱۲۵ـ ۲۸۴ـ جلددوم:۷ـ ۸ـ ۱۴ـ ۱۸۸ـ ۲۱۹ـ ۲۲۷ـ ۲۳۱ـ ۲۳۲ـ ۲۳۳ـ

۲۳۴ـ ۲۳۷ـ ۲۳۸ـ ۲۳۹ـ ۲۴۰ـ

مکتب جبر :۲۵۴ـ

مکتب حسی و تجربی : جلد دوم :۲۱۵ـ ۲۲۴ـ

مکتب خلفا ء: ۱۰ـ ۱۲۵ـ ۲۴۸ـ ۲۵۳ـ ۲٦۰ـ ۲٦۲ـ ۲٦۴ـ ۲۸۴ـ جلد دوم :۱۴ـ ۱۷۵ـ ۱۸ ۵ـ ۱۸٦ـ ۱۸۸ـ ۲۱۹ـ

مکتب ذوقی و اشراقی : جلد دوم :۲۱۵ـ ۲۲۲ـ

مکتب سلفی : جلد دوم :۲۱۹ـ

خالص عقلی مکتب : جلد دوم :۲۱۵ـ۲۱۹ـ

مکتب فطری: جلد دوم :۲۱۵ـ

مکتب قدریہ :۲۵۴ـ

خالص نقلی مکتب: جلد دوم :۲۱۵ـ

(ن)

نصرانی :۱۹۴،۱۸۹،۱۸۶،۲۲ـ نصاری: ۵۰ـ۵۵ـ۵۶ـ۵۷ـ ۱۴۵ـ ۱۷۹ـ۱۸۸ـ۱۸۹ـ۱۹۰ـ

۹۳ـ۲۶۱ـ۲۹۷ـ۳۰۳ـ جلد دوم : نصرانی :۲۲ـ۲۵ـ۸۸ـ نصاری: ۲۲ـ۳۴ـ ۴۵ـ۶۷ـ۷۰ـ

(و)

واقعۂ صفین :۲۴۵ـ

(ھ)

ھذیل :۲۸۵ـ

(ی)

یونانی:۲۵۳،۲۲۴،۱۹۰ـ

یھود ؛ یہودی :۲۷۹،۲۵۷،۲۵۳،۲۰۰،۱۹۴،۱۹۳،۱۹۰،۱۸۹،۱۸۶،۱۷۹،۱۴۵،۵۷،۵۵،۵۰،۲۲،

نهضت ترجمه
Translation Movement

۳۰۳،۲۸۹۔

جلد دوم: ۲۲۶،۱۶۹،۸۸،۷۰،۶۷،۶۶،۶۴،۵۷،۵۶،۵۱،۵۰،۴۶،۴۵،۴۴،۴۳،۴۱،۳۸،۳۷،۳۴،۲۵،۲۲۔

ان احادیث و روایات کی فہرست جو اس کتاب میں ذکر ہوئی ہیں

جلد اول

۱۔ سلیمان بن داود نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: خداوند تعالی مجھے۔۔۔ امام باقر۔......... ..۱۰۸

۲۔ اس لئے کہ لوگ اللہ کی قدرت کے کمال تام اور اتمام ہونے کو جانیں۔۔۔ امام صادق۔ ۱۰۹

۳۔آدم کی بہشت دنیا وی باغوں میں سے ایک باغ ہے کہ اس پر سورج و چاند۔۔۔ حضرت امام صادق علیہ السلام.........۱۰۹

۴۔ خداوند عالم نے آدم کو ایک مٹھی خاک کہ جو تمام اطراف سے۔۔۔ رسول خدا................ ۱۲۹

۵۔ آدم و حواؑ کا بہشت میں نکلنے کے وقت تک سات گھنٹے قیام.........رسول خدا..............۱۲۹

۶۔ یہ روح؛ وہ روح ہے جیسے خدا نے خود انتخاب کیا ہے۔۔۔۔۔۔امام باقر علیہ السلام..........۱۳۶

۷۔ جب خدا نے آدمؑ کو معاف کرنا چاہا تو جبرئیل کو.....امام صادق........................ ۱۳۷

۸۔ خداوند تبارک وتعالی نے آدم سے کہا: تم اور تمہاری زوجہ بہشت میں رہو۔۔۔ امام رضاؑ ۱۳۸

۹۔ دو حدیث جو آپس میں تعارض اور ٹکراؤ رکھتی ہوں تو ان کو جو عامہ کی اخبار۔۔۔ امام صادق۔.....۲۸۴

۱۰۔ (اوریا اور داود کی داستان میں) فرمایا: یہ ایسی چیز ہے جسے عامہ کہتے ہیں..... حضرت امام صادقؑ ۲۸۴

جلد دوم

۱۱ ۔ صلۃ الرحم تزید فی العمر و تنفی الفقر۔ ۔ ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ.....................۷۵

۱۲ ۔ صلۃ الرّحم تزید فی العمر ۔ و صدقۃ السّر...رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ.....................۷۵

۱۳ ۔ صلۃ الرحم فانھا مثراۃ فی المال و منسأۃ فی الأجل و.........امام علیؑ.....۷۶

۱۴ ۔ و صلۃ الرحم منماۃ للعدد............. ....امیر المؤمنین ۔ ۷۶

۱۵ ۔ صوم رجب یھوّن سکرات الموت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و الہ..............۸۷

۱۶ ۔ ھٔمن مات ولم یحج حجۃ الاِ سلام دو نما ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امام صادق علیہ السلام ۸۸

۱۷ ۔ اطو لکم قنو تاً فی دار الدنیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و الہ....................۹۵

۱۸ ۔ اذا سجد أحدکم فلیبا شر بکفیہ ال�أرض ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امیر الم�ؤ منین ۹۶

۱۹ ۔ من بغی علی فقیرا وتطا ول علیہ و استحقرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ ۹۶

۲۰ ۔ ان المتکبرین یجعلون فی صورۃ الذ رۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امام صادق علیہ السلام..............۹۶

۲۱ ۔ أربعۃ یؤ ذون اھل النا ر علی ما بھم من الا ذی ۔ ۔ ۔ رسول خداؐ ۹۸

۲۲ ۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات ...۔ ۔ ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ...........۱۰۰

۲۳ ۔ کیا جانتے ہو کہ جہنم کے دروازے کس طرح کے ہیں...۔ ۔ ۔ امیر المؤ منین علیہ السلام..........۱۰۰

۲۴ ۔ جہنم کے دروازوں میں سے ہر دروازہ پر ایک معین گروہ ہے اہل ۔ ۔ ۔ امیر المؤمنین علیہ السلام ۱۰۰

۲۵ ۔ جو کسی مومنین کو راضی اور خوشنود کرے خدا وند عزوجل اس کے دین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امام صادق علیہ السلام..............۱۰۰

۲۶ ۔ جو کوئی کسی مومن کے غم و اندوہ کو دور کرے خدا اس کے غموں کو ۔ ۔ ۔ امام صادق علیہ السلام ۱۰۱

۲۷ ۔ زمین میں خدا کے کچھ بندے ہیں جو ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں ۔ ۔ ۔ امام ابو الحسن علیہ السلام ۱۰۱

۲۸ ۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ضرورت بر طرف نہیں کرے گا مگر ۔ ۔ ۔ امام صادق علیہ السلام.........۱۱۰

۲۹ ۔ جو کوئی مومن دنیا میں مصیبت میں دو چار ہو مصیبت کے عالم میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امام باقر علیہ السلام......................۱۰۱

۳۰ ۔ خداوند سبحان نے فرمایا : میں کسی بندہ کو بہشت میں داخل نہیں کروں گا مگر اس کو ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ..........۱۰۲

۳۱ ۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو مصیبت میں گرفتار ہو سوائے اس کے ۔ ۔ ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ......................۲.۱۰

۳۲ ۔ کوئی مصیبت مسلمان انسان کو نہیں پہونچے گی مگر یہ کہ ۔ ۔ ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ......۱۰۲

۳۳ ۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو کانٹے یا اس سے بھی سخت تر........ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ..۱۰۲

۳۴ ۔ کسی قسم کا رنج و گرفتاری ۔ درد و مرض اور مصیبت و اندوہ ۔ ۔ ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ......۱۰۲

۳۵ ۔ الصبر ثلاثہ ۔ صبر عند المصیبۃ ۔ وصبر علی الطاعہ ۔ ۔ ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ..................۱۰۳

۳۶ ۔ جب نامہ اعمال کا دفتر کھولا جائے گا اور میزان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امام صادق علیہ السلام...........۱۰۶

۳۷ ۔ جب خدا وند عزوجل تمام اولین و آخرین کو جمع کرے گا ۔ ۔ ۔ امام زین العابدین علیہ السلام...۱۰۷

۳۸۔جو کوئی دنیا سے نابینا اٹھے جبکہ خدا کے لئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام باقر علیہ السلام...............۱۰۷

۳۹۔من لم یؤمن بحوضی۔الحوض الکوثر۔فلا اوردوہ۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ.........۱۱۳

۴۰۔الصیام والقرآن یشفعان للعبد یوم القیامۃ۔۔۔۔۔۔رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ...............۱۱۳

۴۱۔ثلاثۃ یشفعون الی اللہ عزوجل فیشفعون۔۔۔رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ...............۱۱۴

۴۲۔یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ۔الانبیاء۔ثم العلماء۔ثم۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ...........۱۱۴

۴۳۔ان رسول اللہ یومئذٍ یخرّ ساجداً فیمکث ما شاء اللہ۔۔۔امام صادق علیہ السلام......۱۱۴

۴۴۔شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ......۱۱۴

۴۵۔جو شخص سبحان اللہ کہتا: خداوند۔۔۔۔۔۔۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔۔۔..........۔۔۔۱۱۸

۴۶۔ان فرطکم علی الحوض من ورد شرب ومن۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم.......۱۱۹

۴۷۔لیردن علیّ الحوض رجال ممن صحبنی۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم..........۱۱۹

۴۸۔ان المرائی یدعی بہ یوم القیامۃ باربعۃ اسماء۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم.......۱۱۹

۴۹۔من اطاع رجلاً فی معصیۃ فقد عبدہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام صادق علیہ السلام.......۱۵۴

۵۰۔من اصغی الی ناطق فقد عبدہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام رضا علیہ السلام.......۱۵۴

۵۱۔من خرج الینا من العبید فھو حر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم.......۱۵۵

۵۲۔تعس عبد الدرھم و عبد الدینار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم........۱۵۶

۵۳۔من سرّہ۔ ان یبط لہ فی رزقہ وینسأ لہ فی۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم..........۱۸۲

۵۴۔ان الرجل لیحرم الرزق بالذنب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ..............۱۸۲

۵۵۔ان الدعاء والقضاء لیعتلجان بین السماء و۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم........۱۸۳

۵۶۔ان اللہ اری آدم ذریتہ ۔فرأی رجلاً ازھر۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم............۱۸۵

۵۷۔ما بعث آللہ عزوجل نبیاّ حتی ے�أ خذ علیہ ثلاثاً ۔۔۔امام صادق علیہ السلام..............۱۸۶

۵۸۔ما بعث آللہ نبیاً قط حتی یا خذ علیہ ثلاثاً ۔۔۔امام صادق علیہ السلام.....................۱۸۷

۵۹۔ما تنب�أ نبی قط حتی یقرّللہ تعالی۔۔۔امام صادق علیہ السلام ۱۸۷

۶۰۔ما بعث نبیاّ قط الاّبتحریم الخمر۔۔۔۔۔۔۔۔امام رضا علیہ السلام.............۱۸۷

۶۱۔اذا کان لیلۃالقدر۔ نزلت الملائکہ والروح۔۔۔۔۔۔۔۔امام صادق علیہ السلام.............۱۸۷

۶۲۔تنزل فیھا۔ لیلۃالقدر۔ الملائکہ والکتبہ الی السماء۔۔۔امام باقر علیہ السلام..............۱۸۸

۶۳۔جب موت آتی ہے اور آسمانی کاتبین اسے لکھ لیتے ہیں.......امام باقر۔.............۱۸۸

۶۴۔من زعم ان اللہ عزوجل یبدو لہ فی شیء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ماَم صادق علیہ السلام ۱۸۸

۶۵۔فواللہ ما علوتم تلعۃ۔ ولا ھبطتم بطن واد۔۔۔...............امیر الم�ؤمنین ۲۰۱

٦٦۔ان الناس فی القدر علی ثلاثۃ اوجہ۔ رجل زعم۔۔۔۔۔۔۔۔۔ امام باقر علیہ السلام..........۲۰۳

٦٧۔ان اللہ عزوجل لم یطع باکراہ ولم یعص۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام رضا علیہ السلام..........۲۰۳

٦٨۔لاجبر ولاتفویض ولکن امر بین امرین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام صادق علیہ السلام........۲۰۵

٦٩۔ھلک المتعمقون۔ ھلک المتعمقون۔ھلک۔۔۔رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم..........۲۱۷

۷۰۔کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رسول خدا..........۲۲٦

۷۱۔انک لم تعرف الحق فتعرف من اتاہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امیر الم�ؤمنین.....۲۲۷

۷۲۔لولا اللہ ما عرفنا ۔ ولولا نحن ما عرف اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام صادق علیہ السلام..........۲۳۵

۷۳۔فسطح الارض علی ظھر الماء واخرج من الماء دخاناً ۔۔۔..........امیر الم�ؤمنین...۲۴۱

۷۴۔انش�أ الخلق انشاء وابتداہ ابتداء۔۔۔۔۔۔۔۔امیر المؤمنین.....................۲۴۲

ان اشعار کی فہرست جو اس کتاب میں آئے ہیں

جلد دوم اِذا ما بنو مروان ثُلّت عروشُھم :: واَودَت کما اودت اِیادُ وحمیَر.....ص۱۳۲

قد استویٰ بشر علی العراق :: من غیر سیفِ اودمِ مھراقِ.........ص۱۳۲

وفی کلّ شیءلہ آیۃ :: تدل علی أنّہ واحد۔.................ص۱۸۷

أنت الاِمام الذّی نرجو بطاعتہ :: یوم النّجاۃ من الرحمٰن غفراناً ص۲۰۲

أو ضحت من دینِنا ما کان مُلتبساً :: جزاک ربّک عنا فیہ اِحساناً ص۲۰۲

فلیس معذرۃ فی فعل فاحشۃ :: قد کُنت راکبھا فسقاً و عصیاناً ص۲۰۲

مؤلفین اور مصنفین کے ناموں کی فہرست

(الف)

آصف محنی : جلد دوم :۲۲۶۔

آمری : جلد دوم:۲۱۷۔ابن

ابی الحدید: ۱۳۲

ابن اثیر : ۲۲۰۔

ابن بابویہ : جلد دوم:۲۳۴۔ ۲۳۷۔

ابن بطہ : جلد دوم:۲۱۶۔

ابن تیمیہ : جلد دوم:۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ابن حجر : ۲۵۵۔

ابن حزم :جلد دوم :۱۹۴۔ ۲۱۵۔ ابن حبان :۲۵۵۔

ابن خزیمہ :جلد دوم: ۲۱۶۔ ابن خلکان : ۲۵۳۔

ابن رشد: جلد دوم:۲۱۸ ۔ ۲۱۹ ۔ ابن سعد :۱۲۹۔ ۱۸۸۔

ابن سیناء: جلد دوم: ۲۱۸۔ ابن طفیل: جلد دوم: ۲۱۸۔

ابن طولان: جلد دوم: ۲۳۷۔ ابن عباس جوهری: جلد دوم: ۲۳۷۔

ابن عساکر: جلد دوم: ۱۳۲۔ ۲۰۱۔ ابن قدامہ: جلد دوم: ۲۱۶۔

ابن کثیر: ۱۸۸۔ ۲۲۰۔ ۲۸۴۔ جلد دوم: ۵۸۔ ۱۱۴۔ ۱۵۲۔ ۱۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۲۲۲۔

ابن کلبی: جلد دوم: ۱۹۰۔ ابن ماجہ: جلد دوم: ۱۸۵۔ ۲۱۸۔

ابن منظور: ۳۸۔ ابن ہشام: ۲۸۵۔

ابو الحسن اشعری: جلد دوم: ۲۱۵۔ ۲۲۱۔ ابو حاتم: ۲۸۵۔

ابو حنیفہ: ۲۶۲۔ ابوداود: ۱۲۹۔

ابو طالب تجلیل: جلد دوم: ۲۳۷۔ ابو منصور ماتریدی: جلد دوم: ۲۲۲۔

ابو ہاشم جبائی: ۲۳۰۔ احمد آرام: جلد دوم: ۲۲۵۔

احمد امین: جلد دوم: ۲۱۵۔ احمد بن حنبل: جلد دوم: ۲۱۶،۲۱۴،۱۸۵،۱۸۲،۱۱۳،۱۰۲۔

سر سید احمد خان ہندی: جلد دوم: ۲۲۴۔ احمد محمود صبحی: جلد دوم: ۲۱۳۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۲۲۔ ۲۲۴۔

اڈوین پاول ہابل: جلد دوم: ۲۴۷۔ ارسطا طالیس: جلد دوم: ۲۱۸۔

ارسطو: جلد دوم: ۲۱۸۔ ۲۲۴۔ اقبال لاہوری: جلد دوم: ۲۲۵۔

الفردبل : جلد دوم:۲۲۲ ۔ امام الحرمین : جلد دوم: ۲۱۷۔

اے: کریسی مریسون:۳۴۔

(ب)

رانی : ۱۲۔ بخاری : ۲۲۔ ۲۱۰۔

بطلیموس:۹۱۔ بیگ بانگ:جلد دوم:۲۴۷۔

بیہقی :جلد دوم: ۲۱۹۔

(ت)

ترمذی: ۱۲۹۔

(ث)

ثقفی: ۱۳۴۔

(ج)

جاحظ :جلد دوم:۲۰۔ جبائیان : ۲۲۰۔

جورج لامیتر:جلد دوم:۲۴۷۔

جمال الدین اسد آبادی : جلد دوم:۲۲۵۔ ڈاکٹر جواد علی :۲۵۳۔ جوہری :جلد دوم: ۱۵۶۔

(ح)

حارث محاسبی: جلد دوم:۲۲۷۔ حافظ محمد سلیم: جلد دوم:۲۴۶۔

حر عاملی: جلد دوم:۲۳۷۔ حسن بصری:۲۵۱۔۲۵۳۔۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔۲۶۳۔

حمیری:۲۵۳۔

(خ)

خازن:۲۶۳۔۲۸۳۔

(د)

دارمی: جلد دوم:۲۔۸۹۔ ڈیکارٹ: جلد دوم: ۲۱۸۔

(ر)

راغب اصفہانی:۱۴۳۔۱۴۴۔۱۵۷۔۲۷۸۔ ریچرڈ واٹس:۱۲۴۔

(ز)

زعفرانی: جلد دوم:۲۱۶۔ زھدی حسن جار اللہ: جلد دوم: ۲۲۱۔

(س)

السبکی: جلد دوم:۲۲۲۔ سامی البدری:۱۲۴۔

سکاکی:۳۰۰۔ ڈاکٹر سلیمان دنیا : جلد دوم:۲۲۳۔

سمیع عاطف الزین، جلد دوم:۲۲۴۔ سیوطی :۱۲۔۱۰۷۔۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔۲۸۴۔

(ش)

شافعی :۲٦۲۔ جلد دوم: ۲۱٦۔ شوکانی : جلد دوم:۲۱۷۔ ۲۱۹۔

شہرستانی جلد دوم::۱۹۳۔ ۱۹۴۔ شیخ صدوقؒ:۱۱۱۔ ۱۲۹۔ ۲۸۳۔ جلد دوم :۱۰۱۔۱۰۷۔۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۵۳۔ ۱۸٦۔

۸۷۔ ۲۰۱۔ ۲۳۵۔

شیخ مفید :جلد دوم: ۲۳۴۔ ۲۳٦۔

(ص)

صابونی : جلد دوم:۲۱۷۔

(ط)

طبری : ۲۲۰۔ ۲۴۸۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲٦۱۔ ۲٦۴۔ جلد دوم :۱۱۴۔ ۱۵۲۔ ۱۸۱۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔

طیالسی ؛ جلد دوم:۱۸۔ ۱۸٦۔

(ع)

عباس علی براتی : جلد دوم:۲۱۳۔ عبد الجبار بن احمد ہمدانی : جلد دوم:۲۲۰۔

عبد الحلیم محمود : جلد دوم:۲۱۸ ۔ عبد الرزاق نوفل :جلد دوم:۲۲۴۔

عبد الوھاب بن احمد : جلد دوم:۲۲۴۔ عبید اللہ بن حسن عنبری : جلد دوم:۲۱۷۔

علی بن حسین الموسوی: جلد دوم:۲۲۹۔ علی بن طاووس :جلد دوم: ۲۲۶۔

علی حسین الجابری :جلد دوم: ۲۱۹۔ علی سامی النشار :جلد دوم:۲۱۹۔

(غ)

غزالی :جلد دوم: ۲۱۸ ۔۲۱۹۔۲۲۳۔

(ف)

فارابی : جلد دوم:۲۱۸۔ فخر رازی : ۲۸۳۔ جلد دوم:۲۱۷۔

فرید وجدی :جلد دوم:۲۲۴۔ فیروزآبادی : جلد دوم:۱۵۶۔

(ق)

قاسم رسی :جلد دوم:۲۲۰۔۲۲۱۔ قاسمی : جلد دوم:۲۱۹۔

قرطبی : ۲۸۴۔ جلد دوم:۱۰۰۔۱۱۴۔۱۸۳۔ قمی :۱۳۶۔۲۱۰۔۲۸۳۔

(ک)

کلینی : جلد دوم:۲۲۷۔ کندی : جلد دوم:۲۱۸۔

(م)

مالک :۶۱۔ **مجلسی** : ۹۲۔۹۳۔ جلد دوم :۱۹۔۱۸۶۔۱۸۸۔

محمد ابو زھرہ : جلد دوم:۲۲۲۔ **محمد بن بابویہ** : جلد دوم:۲۳۴۔

محمد حمید حمد اللہ :جلد دوم:۲۱۵۔ **محمد سلیم حافظ** : جلد دوم:۲۴۶۔

محمود شلتوت: جلد دوم:۲۲۵۔ **مخنف بن سلیم** : ۲۴۵۔

مرتضی (الشریف)جلد دوم:۲۲۹۔ **مزی** : ۲۵۵۔

مسٹرہاکس امریکی :۲۲۳۔ **مسعودی** : ۲۲۰۔ ۲۲۲۔ جلددوم : ۲۴۱۔

مسلم :۵۱ ۔ دوم :۱۸۲۔ **معروف بن خربوذ** :۱۰۱۔

مفید (شیخ)جلد دوم: ۲۳۶۔ ۲۳۸۔ **مقاتل بن سلیمان** : ۲۶۲۔

مک میلان : جلد دوم:۲۴۶۔ **منصور حلاج** : جلد دوم:۲۲۳۔

موریس بوکیل :جلد دوم: ۲۵۰۔ ۲۵۲۔ **میر جلال الدین حسینی** :۱۳۴۔

میر داماد :۹۲۔

(ن)

الندیم : ۳۰۰۔ **نسائی**: جلد دوم:۱۸۲۔

نصر بن مزاحم : ۲۴۵۔ نظام : جلد دوم: ۲۲۰۔

(و)

واصل بن عطاء:۲۵۴۔ دوم :۲۲۰۔ واقدی :۲۷۸۔ ۲۸۹۔

وھب بن منبہ: ۲۴۷۔ ۲۵۳۔ ۲۵۶۔۲۶۰۔ ۲۶۴۔

(ھ)

ھابل : جلد دوم:۲۴۷۔

(ی)

الیافعی :جلد دوم: ۲۲۲۔ یاقوت حموی : ۱۲۴۔ یعقوبی : ۲۲۰۔

جغرافیائی مقامات

جلد اول ودوم

(الف)

آرال :۱۲۴۔

یورپ : ۲۵۵،۲۵۴،۲۵۳،۲۲۰،۱۸۸،۱۲۹۔ جلد دوم:۱۸۶۔

امریکہ : جلد دوم:۲۴۷۔

اندلس؛ جلد دوم:۲۱۹۔

یروشلم : ۱۸۹،۲۵۷۔

(ب)

بابل :۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۲۴۵۔

بازار عکاظ: ۲۰۹۔ ۲۱۰۔

بدر: ۶۳۔ ۲۷۹۔

بصرہ :۵۶۔ ۲۵۳۔ ۲۵۵۔ جلد دوم: ۱۳۲۔ ۲۲۱۔

بغداد : ۲۴۵۔ ۲۶۲۔

بیت اللہ الحرام : ۶۸۔ ۱۲۵۔ ۲۶۶۔ جلد دوم: ۲۱۔

بیت المقدس : ۱۲۵۔ ۲۲۹۔ جلد دوم: ۴۲۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۵۲۔ ۶۸۔ ۷۰۔

بیروت : ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۶۔ ۲۸۴۔ جلد دوم: ۲۱۳۔

(پ)

پاکستان: جلد دوم: ۲۴۶۔

(ت)

نهضت ترجمه
Translation Movement

تبریز : جلد دوم:۲۳۸۔

تبوک: ۲۴۴۔

تہامہ: ۱۰۷۔۲۰۹۔

تہران: ۸۰ ۔ جلد دوم:۲۱۳۔ ۲۲۷۔۲۳۴۔

(ج)

جیحون: ۱۲۴۔۱۹۰۔

(ح)

حِجر (شہر قوم ثمود)۲۴۴۔ ۲۴۵۔

حدیبیہ: ۲۷۸۔۲۷۹۔

(خ)

خوارزم: ۱۲۴۔

خیمۂ اجتماع : جلد دوم:۵۸۔

(د)

دجلہ: ۱۲۴۔ ۱۲۵۔

دمشق: جلد دوم: ۱۳۲۔ ۲۴۶۔

(ر)

روم: ۷۔ جلد دوم: ۲۲۵۔

(س)

ساعیر؛ سعیر: جلد دوم: ۳۸۔

سباء: ۱۱۹، ۱۱۷۔ جلد دوم: ۱۴۳۔

سینا: ۲۲۳۔ جلد دوم: ۳۸۔ ۴۰۔ ۵۵۔ ۶۲۔

(ش)

شام: ۱۱۱۔ ۲۴۴۔ جلد دوم: ۴۱۔ ۵۸۔ ۲۰۸۔ ۲۱۹۔

شنعار: ۱۲۵۔

(ص)

صراۃ: ۲۴۵۔

صفین: ۸۰۔ ۲۴۵۔

(ع)

عدن : ۱۹۰۔ ۱۹۲،۲۴۶۔

عراق: ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۲۴۵۔ جلد دوم: ۱۳۲۔ ۲۰۱۔

عرفات: ۱۲۵۔ ۱۳۷۔ ۲۴۴۔ جلد دوم: ۱۸۔ ۲۴۔ ۶۱۔

(غ)

غار حراء: جلد دوم: ۳۹۔

(ف)

فاران: جلد دوم: ۳۸۔ فرات: ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۹۰۔

فلسطین: ۹۸۔

فیشون: ۱۲۴۔

(ق)

قاهره: جلد دوم: ۵۶۔

قم: ۸۰۔ جلد دوم: ۲۲۶۔ ۲۳۴۔ ۲۳۷۔

(ک)

کعبہ: ۱۰۶۔ ۱۵۳۔ ۲۴۴۔ جلد دوم: ۱۸۔ ۲۱۔ ۲۴۔ ۲۶۔ ۳۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۶۱۔ ۶۸۔ ۱۸۱۔ ۲۴۲۔

کوفہ: ۱۲۵۔ ۲۴۵۔ ۲۵۴۔ جلد دوم:۲۰۸۔

کوہ ابو قبیس : ۱۲۵۔

کوہ سعیر : جلد دوم:۳۸۔۴۰۔

کوہ سینا :۲۲۳۔ جلد دوم :۴۰۔

کوہ صیہون: ۱۸۹۔

کوہ طور: جلد دوم:۳۲۔۴۹۔ ۵۰۔ ۵۵۔۵۶۔ ۵۷۔

(ل)

لندن:۱۲۴۔ ۱۹۰۔۲۲۴۔ جلد دوم: ۳۸۔ ۳۹۔

(م)

مدین :۲۱۷۔

مدینہ :۲۴۴۔ ۲٦۷۔ جلد دوم: ۴٦۔ ۷۰۔

مروہ : جلد دوم:۱۸۔

مسجد الحرام: جلد دوم:۳۵،۴۵،٦۷۔م

شعر الحرام: جلد دوم:۱۸،۲۴،٦۱۔

مشہد : ۸۰ ۔

مصر : ۲۴۱ ۔ ۲۹۰،۲۸۵ ۔ ۲۹۲ ۔ ۲۹۳ ۔ ۲۹۶ ۔ جلد دوم:۴۱ ۔ ۵۴ ۔ ۵۸ ۔ ۱۵۶ ۔ ۲۱۹ ۔ ۲۲۴ ۔

مقام ابراہیم علیہ السلام : جلد دوم:۲۱ ۔ ۲۴ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶ ۔

مکّہ : ۱۲۵ ۔ ۱۵۳ ۔ ۲۱۰ ۔ ۲۳۳ ۔ ۲۶۶ ۔ ۲۷۱ ۔ ۲۷۸ ۔ ۲۷۹ ۔ جلد دوم: ۱۷ ۔ ۲۹ ۔ ۴۰ ۔ ۶۶ ۔

منیٰ : ۱۲۵ ۔ ۱۳۷ ۔ ۲۴۴ ۔ جلد دوم: ۱۸ ۔ ۲۴ ۔ ۲۵ ۔ ۶۱ ۔

موصل : جلد دوم: ۱۸۴ ۔

(ن)

ناصرہ : ۱۸۹ ۔

نجد : جلد دوم: ۲۱۹ ۔

نجف اشرف : ۱۲۵ ۔ ۱۲۶ ۔

نصیبین : ۱۰۷ ۔

نینوا : جلد دوم: ۱۸۴ ۔

(و)

وادی القریٰ : ۲۴۴ ۔

وادی مجنہ: ۲۱۰۔

(ھ)

ہند (ہندوستان) :۴۴۔۱۲۵۔۲۲۹۔جلد دوم:۲۲۴۔

ھیکل سلیمان:جلد دوم: ۵۸۔

(ی)

یمن :۹۸۔۱۰۷۔۱۱۱۔۲۲۹۔۲۵۳۔

کتابوں کی فہرست

جلد اول و دوم

(الف)

اثبات الوصیۃ :۲۲۲۔

اثبات الھداۃ بالنصوص والمعجزات : جلد دوم :۲۳۷۔

احیای تفکر دینی در اسلام :جلد دوم :۲۲۵۔

اخبار الزمان : ۲۲۰۔ ۲۲۲۔

اخبار مکہ : ۱۷۔

ارشاد الفحول : جلد دوم :۲۱۷۔ ۲۱۹۔

ارغنون : جلد دوم :۲۱۸۔

اسد الغابۃ ۔ ۲۶۶۔

اسرائیلیات و اثر آن در کتابھای تفسیر :۲۸۴۔

اصول کافی ؛جلد دوم : ۱۰۱۔ ۱۵۴۔ ۲۱۷۔

الاحکام فی اصول الاحکام : جلد دوم :۲۱۷۔

الارشاد الی قواطع الادلہ :جلد دوم : ۲۱۸۔

الاسلام فی عصر العلم: جلد دوم :۲۲۴۔

الجام العوام عن علم الکلام : جلد دوم :۲۱۸۔ ۲۲۳۔

امالی شیخ مفید : جلد دوم :۱۸۸۔

امالی صدوق :۲۸۲۔ جلد دوم :۱۱۹۔

امتاع الاسماع : ۲۴۵۔

انجیل :۱۳۔ ۲۸۔ ۱۴۸۔ ۱۹۶۔ ۲۲۲۔ ۲۲۴۔ جلد دوم :۴۰۔ ۴۱۔ ۵۹۔ ۶۴۔ ۷۰۔ ۱۶۵۔ ۱۷۱۔ ۲۰۹۔ ا

وائل المقالات :جلد دوم :۲۱۹۔ ۲۳۴۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔

نهضت ترجمه
Translation Movement

(ب)

البداےۃ و النھایہ : جلد دوم :۲۲۲۔

البرھان : ۱۲۔

بحار الانوار : ۸۳۔ ۹۳۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۳۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۲۱۰۔ ۲۱۸۔ ۲۳۰۔ ۲۴۵۔ ۲۸۲۔ ۲۸۴۔ جلد

دوم : ۱۸۔ ۱۹۔ ۵۶۔ ۵۱۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۱۲۔ ۱۱۴۔ ۱۱۹۔ ۱۳۲۔ ۱۸۱۔

۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۲۰۴۔

بصائر الدرجات : ۲۴۵۔

(ت)

تاج العروس : جلد دوم : ۱۲۸۔

تاریخ ابن اثیر : ۲۲۰۔

تاریخ ابن کثیر : ۱۸۸۔ ۲۲۰۔

تاریخ ابن عساکر : جلد دوم : ۱۳۲۔

تاریخ الجہمیہ و المعتزلہ : ۱۱۹۔

تاریخ العرب قبل الاسلام : ۲۵۳۔

تاریخ المذاهب الاسلامیہ : جلد دوم : ۲۲۲۔

تاریخ بغداد : ۲۶۲۔

تاریخ دمشق : جلد دوم : ۱۳۲۔

تاریخ طبری : ۲۲۰۔

التحقیق فی کلمات القرآن : جلد دوم : ۱۳۲۔

تصحیح الاعتقاد : جلد دوم : ۲۳۶۔

تفسیر ابن کثیر : جلد دوم : ۲۹۔ ۵۸۔ ۱۱۴۔ ۱۵۲۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔

تفسیر القرآن الکریم محمود شلتوت : جلد دوم : ۲۲۵۔

تفسیر المیزان : ۲۶۵۔

تفسیر تبیان : جلد دوم : ۲۰۔

تفسیر خازن : ۲۶۳۔ ۲۸۳۔

تفسیر سیوطی : ۱۲۔ جلد دوم : ۵۶۔ ۵۸۔ ۱۰۰۔

تفسیر طبری : ۲۱۹۔ ۲۴۸۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ جلد دوم : ۲۹۔ ۴۱۔ ۵۶۔ ۵۸۔ ۶۰۔ ۷۰۔ ۱۱۴۔ ۱۸۱۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔

تفسیر علی بن ابراہیم : ۲۱۰۔ جلد دوم : ۱۸۸۔

تفسیر فخر رازی: ۱۸۳۔

تفسیر قرطبی: ۲۸۴۔ جلد دوم: ۱۴۱۔ ۱۰۰۔ ۱۱۴۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔

تفسیر قمی: ۱۳۶۔ ۲۱۰۔ ۲۸۴۔

تنزیہ الانبیاء: ۲۸۳۔

التوحید الخالص: جلد دوم: ۲۱۸۔

توحید صدوق: ۱۳۶۔ جلد دوم: ۱۵۳۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۲۰۱۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۲۵۔

توریت؛ تورات: ۱۳۔ ۱۴۔ ۲۸۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۴۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۳۔ ۱۹۶۔ ۲۱۰۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔

۲۵۱۔ ۲۵۶۔ ۲۶۰۔ ۲۶۲۔ جلد دوم: ۲۸۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۳۔ ۴۷۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۵۔ تا ۶۰۔ ۶۲، ۶۳، ۶۴۔ ۶۶۔

۸۔ ۱۶۵۔ ۱۷۱۔ ۲۰۹۔

نهضت ترجمه
Translation Movement

تہافت التہافت: جلد دوم: ۲۱۹۔

تہافت الفلاسفہ: جلد دوم: ۲۱۹۔

تہذیب التہذیب۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۶۲۔ جلد دوم: ۱۸۱۔

تہذیب الکمال مزّی: ۲۵۵۔

(ث)

ثواب الاعمال : جلد دوم :۷۹۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۵،۹۶،۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۷۔ ۱۱۸۔

(ح)

الحقیقۃ فی نظر الغزالی : جلد دوم :۲۲۳۔

(خ)

خصال شیخ صدوق : ۱۱۱۔ ۱۲۹۔ ۲۱۸۔ جلد دوم :۱۰۹۔ ۱۱۰۔

(د)

دائرۃ المعارف مک میلان: جلد دوم :۲۴۶۔

الدر المنثور سیوطی :۱۲۔ ۱۰۷۔ ۲۶۲۔ جلد دوم :۲۹۔ ۹۱۔ ۱۰۰۔

دو مکتب در اسلام : ۲۱۹۔

رسائل الشریف المرتضی : جلد دوم :۲۲۹۔

رسائل العدل و التوحید : جلد دوم :۲۲۰۔ ۲۲۱۔

رسالۃ الرد علی المنطق : جلد دوم :۲۱۸۔

رسالۃ تحریم النظر فی علم الکلام : جلد دوم :۲۱۶۔

رسالۃ عقیدۃ السلف و اصحاب الحدیث : جلد دوم :۲۱۷۔

(ز)

زبور (داود) : ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۲۴۹۔

(س)

سفینۃ البحار : ۲۲۔ جلد دوم: ۸۹۔

سنن ابن ماجہ : جلد دوم: ۸۹۔ ۱۱۴۔ ۱۱۱۔ ۱۵۶۔ ۱۸۳۔

سنن ابو داود : ۲۲۔ ۱۲۹۔ جلد دوم : ۸۹۔

سنن ترمذی: ۲۲۔ ۱۲۹۔ جلد دوم: ۱۱۴۔ ۱۸۶۔

سنن دارمی : ۲۔

سیرہ ابن ہشام : ۲۸۵۔ جلد دوم: ۲۱۵۔

(ش)

الشامل : جلد دوم: ۲۱۷۔

الشذرات الذہبیہ : جلد دوم: ۲۳۷۔

شرح الاصول الخمسہ : جلد دوم: ۲۲۰۔

شرح الترتیب : جلد دوم: ۲۱۷۔ ش

رح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید :۱۳۲۔

(ص)

صحیح بخاری :۲۲۔ ۲۱۰۔ جلد دوم :۱۹۔ ۸۹ ۔ ۱۰۲۔ ۱۸۳۔ ۲۲۶۔

صحاح جوہری : جلد دوم :۱۵۶۔

صحیح مسلم : ۲۲۔ ۱۶۳۔ ۲۰۹۔ جلد دوم :۲۔ ۱۷۔ ۸۹ ۔ ۱۰۲۔ ۱۸۲۔ ۲۲۶۔

صراط الحق :جلد دوم :۲۲۶۔

الصوفیہ فی نظر الاسلام : جلد دوم :۲۲۴۔

صون المنطق و الکلام : جلد دوم :۲۱۹۔

(ط)

طبقات ابن سعد : ۱۲۹۔ ۱۸۸ ۔ ۲۲۰۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ جلد دوم :۱۷۔ ۱۸۔ ۱۸۶۔

طبقات الشافعیہ: جلد دوم :۲۲۲۔

(ع)

عبد اللہ بن سباء : جلد دوم :۲۰۹۔

العروۃ الوثقی :جلد دوم :۲۲۵۔

عقاب الاعمال :جلد دوم :۹۹۔

نهضة ترجمة
Translation Movement

علل الشرائع: ۱۰۹۔۱۳۳۔ ۲۳۰۔ ۲۴۵۔ جلد دوم: ۱۸۸۔

عیون اخبار الرضا علیہ السلام: ۱۰۹۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۲۳۰۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ جلد دوم: ۱۱۳۔ ۱۵۴۔

(غ)

الغارات: ۱۳۴۔

(ف)

الفرق الاسلامیہ فی شمال الافریقی: جلد دوم: ۲۲۲۔

الفصل فی الملل والاھواء والنحل: جلد دوم: ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۲۱۵۔

الفکر السلفی عند الاثنی عشریہ: جلد دوم: ۲۱۹۔

فتوحات مکیہ جلد دوم: ۲۲۴۔

فجر الاسلام: جلد دوم: ۲۱۵۔

فرہنگ دو مکتب: ۲۱۹۔

فصل المقال بین الحکمۃ و۔۔۔: جلد دوم: ۲۱۹۔

(ق)

قاموس قرآن: ۱۵۷۔

قاموس کتاب مقدس :۱۲۴ـ ۱۲۵ـ ۱۸۹ـ ۲۲۳ـ ۲۲۵ـ جلد دوم :۵۸ ـ

قاموس اللغۃ : جلد دوم :۱۵۶ـ

القرآن الکریم و روایات المدرستین: ۱۰ـ۹۳ـ ۲۸۴ـ جلد دوم :۳۰ـ

قرآن : ۹۱،۹۰،۸۸،۸۷،۸۴،۸۱،۷۸،۷۴،۷۳،۷۲،۷۰،۶۹،۶۴،۶۱،۵۷،۵۶،۳۸،۱۱،۹ـ

۲۶۱،۲۵۶،۲۴۴،۲۲۳،۲۲۵،۲۰۶،۲۰۵،۱۶۹،۱۵۳،۱۵۰،۱۴۸،۱۴۳،۱۲۰،۱۱۳،۱۱۲،۱۰۷،۹۴،۹۲ـ

جلد دوم :۲۵۰،۲۲۵،۱۶۰،۸،۷ـ

قصص الانبیاء : ۱۱۹ـ

(ک)

کافی : جلد دوم :۱۰۰ـ۱۰۱ـ ۱۵۴ـ۲۰۴ـ۲۲۷ـ

کتاب مقدس عہد عتیق : ۱۲۴ـ

کشف الظنون :۲۵۳ـ

کشف المحجہ : جلد دوم :۲۲۶ـ

کمال الدین وتمام النعمہ : جلد دوم :۲۳۴ـ

الکنی والالقاب :۲۵۵ـ

(ل)

لسان العرب : ۳۸۔ ۱۵۷۔ جلد دوم :۲۰۔ ۱۳۲۔

(م)

مجمع البیان :۲۷۸۔ ۲۸۳۔ جلد دوم :۲۰۔ ۵۶۔ ۷۰۔ ۱۰۰۔ ۱۸۴۔

مجمع الفتاوی : جلد دوم :۲۱۸۔

مجموعۃ الوثائق السیاسیہ: جلد دوم :۲۱۵.

مرآۃ الجنان : جلد دوم :۲۲۲۔

مروج الذھب : جلد دوم :۲۴۱۔

المسائل الجارودیہ؛ جلد دوم :۲۳۴۔ ۲۳۷۔

المسلمون والعلم الحدیث:جلد دوم : ۲۲۵۔

مسند احمد بن حنبل: ۲۔ ۲۲۔ ۱۲۹۔ ۱۶۳۔ ۲۱۸۔ جلد دوم :۲۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۸۹۔ ۱۰۲۔ ۱۱۳۔ ۱۵۵۔ ۱۸۲۔ ۱۸۶۔ ۲۱۴۔ ۲۲۶۔

مسند طیالسی : جلد دوم :۱۸۔ ۱۸۶۔

معالم المدرستین : ۱۲۔ ۲۸۴۔ جلد دوم :۷۹۔ ۲۰۹۔

معانی الاخبار صدوق : ۱۳۶۔ ۱۶۲۔ ۲۱۸۔ جلد دوم :۱۰۱۔

معجم البلدان : ۱۲۴ـ ۱۲۵ـ

معجم الفاظ القرآن : ۱۶۱ـ جلد دوم :۱۹ـ ۱۵۶ـ

معجم المفهرس : جلد دوم :۱۲۹ـ

معجم الوسیط : ۱۵۷ـ جلد دوم :۶ـ ۱۳۲ـ

المعتزلہ (کتاب) : جلد دوم :۲۲۱ـ

مغازی واقدی: ۲۴۵ـ ۲۷۸ـ

مفردات الفاظ القرآن راغب : ۱۵۷ـ ۱۶۱ـ ۲۷۸ـ جلد دوم : ۱۲۷ـ ۱۳۲ـ ۱۵۶ـ

مقالات الاسلامیین : جلد دوم : ۱۱۵ـ

مقتضب الاثر فی النص علی۔۔۔ : جلد دوم :۲۳۷ـ

الملل والنحل : جلد دوم :۲۲۲ـ

مناہج البحث عن مفکری الاسلام: جلد دوم :۲۱۹ـ

من لا یحضرہ الفقیہ : ۱۹۲ـ

موطأ مالک : ۲۲ـ

میزان الاعتدال :۲۵۳ ـ ۲۶۲ـ

(ن)

نقش ائمہ در احیاء دین : ۱۰۔ ۲۶۱۔

نور الثقلین : ۱۳۷۔ ۲۸۳۔

نہج البلاغہ : ۸۳۔ جلد دوم : ۶۷۔ ۲۲۸۔

(و)

وسائل الشیعہ : جلد دوم : ۱۵۴۔

وفیات الاعیان : ۲۵۳۔ ۲۵۵۔ ۲۶۲۔

وقعۃ الصفین نصر بن مزاحم : ۲۴۵۔

(ی)

ایک سو پچاس جعلی صحابی : ۲۵۵۔ جلد دوم : ۴۰۔

''الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر'' جلد دوم : ۲۲۴۔

نهضة ترجمة
Translation Movement